امام زُفر بن ھذیل رحمۃ اللہ علیہ

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے

- امام زُفر رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کے مختلف پہلو
- آپ کے فتاویٰ جات (مفتی بہ مسائل)
- آپ سے مروی احادیث کا ترجمہ و تفصیل
- فقہ حنفی میں آپ کا مقام و مرتبہ
- علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ "وسیلۃ الزفر کا خلاصہ"
- امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کے موقف کی تائید پر تحقیقی رسالہ

مصنّف
مولانا ابوطاہر محمد اظہر المدنی العطاری
الشہادۃ العالمیۃ، التخصص فی الفقہ الاسلامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شاگرد اعظم

مصنف

ابو اطہر محمد اظہر العطاری المدنی

المتخصص فی الفقہ الاسلامی، الشہادۃ العالمیہ

مکتبہ فیضان شریعت، لاہور

داتا دربار مارکیٹ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ

وعلیٰ آلك واصحابك یا حبیب اللہ

نام کتاب--------شاگرِ داعظم

مصنف--------ابواطہر محمد اظہر العطاری المدنی

بن مولوی غلام رسول قادری (مرحوم)

نظر ثانی: مولانا محمد فراز در العطاری المدنی

پروف ریڈنگ: برادرِ گرامی، محمد انعام عطاری

ناشر--------مکتبہ فیضان شریعت، لاہور

صفحات--------

قیمت--------

اشاعتِ اول--------جمادی الاولی 1434ھ، مارچ 2013ء

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ بہار شریعت، (تقسیم کار) ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ، لاہور

☆ کرمانوالہ بک شاپ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور ☆ مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور ☆ مسلم کتابوی داتا دربار مارکیٹ، لاہور ☆ نوریہ رضویہ، دربار مارکیٹ ☆ مکتبہ شمس و قمر، بھاٹی چوک، لاہور ☆ فرید بک سٹال، اردو بازار، لاہور ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، داتا دربار مارکیٹ، لاہور ☆ رضا ورائٹی، داتا دربار مارکیٹ، لاہور ☆ شبیر برادرز، اردو بازار، لاہور ☆ مکتبہ غوثیہ کراچی

☆ مکتبہ فیضان رضا، سرگودھا ☆ مکتبہ امام احمد رضا خان، دربار، مکتبہ علامہ فضل حق، دربار مارکیٹ

فہرست

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انتساب

محترم وشفیق اور اپنے سب سے بڑے استاد شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی محمد سجاد در عطاری (آف تونسہ شریف) کے نام۔

حقیقت یہ ہے کہ مفتی سجاد در عطاری صاحب ہی میرے بڑے استاد ہیں، جو فیوض و برکات مجھے اپنے اساتذہ میں سے ان سے ملے، وہ میں کسی اور سے حاصل نہ کر سکا، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ آج میں تحریر و تصنیف و تقریر و افتاء، الختصر یہ کہ جس منصب پر بھی ہوں، اس کے پیچھے ان کا بہت بڑا کردار اور ان کے بہت عظیم تر عظیم احسانات ہیں، جن کا کوئی بدلہ چکایا نہیں جا سکتا، ان کا دل و جان سے احترام و شکریہ ہی ادا کیا جا سکتا ہے۔ جس لگن وشفقت و محبت و کڑن سے انہوں نے مجھے پڑھایا آج بھی جب وہ لمحات یاد آتے ہیں تو دل بے قرار ہو کر ان کے قدموں کو بوسے دینا کی تمنا کرتا ہے۔

اللہ عزوجل انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، صحت و عافیت و دین کی محبت اور اس پر استقامت کی لازوال دولت عطا فرمائے اور یہ دعائے میرے جملہ اساتذہ کرام، والدین، بھائی بشارت و دیگر برادران اور بیوی بچوں اور دوست احباب کے حق میں قبول فرمائے۔ آمین

موضوع اختیار کرنے کا سبب

(1) پہلا سبب بعض افراد کی امام زفر (رضی اللہ عنہ) پر تنقید، وہ افراد کون و تنقیدی جملے کیا تھے؟ میں انہیں دہرانا نہیں چاہتا۔ اللہ عزوجل انہیں عقل عطا فرمائے۔

(2) دوسرا سبب امام زفر (رضی اللہ عنہ) کا عوام کیا بلکہ خواص میں بھی متعارف نہ ہونا۔

(3) مدارس میں پڑھتے و پڑھاتے ہوئے امام زفر (رضی اللہ عنہ) کے مذہب واختلاف سے متعلق عدم دلچسپی۔

(4) چوتھا سبب امام اعظم کے شاگردِ اعظم ہونے کے باوجود ان کی سیرت پر کوئی آسان تر کتاب کا مارکیٹ میں دستیاب نہ ہونا۔

(5) راقم الحروف کی فقہاء احناف سے محبت، اللہ عزوجل اسے سلامت رکھے۔

موضوع کی اہمیت

موضوع کی اہمیت سے متعلق فقط ایک جملہ کافی ہے کہ یہ تصنیف اس ہستی کی ذات پر جسے امام اعظم (رضی اللہ عنہ) کے اکابر اصحاب کی صف میں شمار کیا جاتا ہے۔

پیش لفظ

ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو اپنے دین کا فقیہ بناتا ہے اسے جس کے ساتھ وہ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے۔ اور اسے عمل خیر کی توفیق دے کر اس کے عمل کو قبولیت کا شرف بخشتا ہے پھر اس کے مقام و مرتبے کو اس قدر بلند فرماتا ہے کہ اسے دنیا میں مرجع خلائق بنا کر اپنے دین متین کی خدمت لے کر اسے وقت کا امام تو کسی کو اماموں کا امام بناتا ہے۔ اپنے ایسے بندوں کو عاجزی دیتا ہے، اپنا خوف عطا فرماتا ہے، اخلاص کی بے بہا دولت کی نعمت دیتا ہے، قناعت کا وصف عطا فرماتا ہے، دنیا کی رنگینیوں سے انہیں بے نیاز کر کے فکر آخرت کی منزلیں طے کرنے میں آسانیوں سے نوازتا ہے۔

اپنے ایسے بندوں کو اپنی مخلوق کے لئے مثل چراغ بناتا ہے جو اندھیروں میں بھی اس کی مخلوق کے لئے روشنی کا کام دیتے ہیں، یہ بندے اس کی مخلوق کو گمراہی و تاریکی کی وادیوں سے نکال کر ہدایت کی وادی میں داخل کر کے ان کی اسلامی اصولوں کے مطابق تربیت کرتے ہیں، انہیں ضروریات دین کا سبق پڑھا کر بعد میں آنے والوں کے لئے مثل شمع بنا کر بعد والوں پر بھی احسان کرتے ہیں، دین کی محافل سجا کر دین کے کام کی ترقی کے لئے نئے نئے افراد تیار کرتے ہیں، کتب پڑھتے ہیں، پڑھاتے ہیں، لکھتے ہیں، لکھواتے ہیں اور علم و ہدایت کے بے بہا خزانے کو اپنی سیرت، اپنی گفتگو اپنی تحریروں میں راہ حق کے متلاشیوں کے لئے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔

انہی افراد میں سے ایک امام المسلمین امام زفر (رضی اللہ عنہ) ہیں، جنہوں نے اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دین کو بڑی محنت سے سیکھا، رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی پیاری پیاری احادیث کو یاد کیا اس قدر کہ امام المحدثین

ہو گئے، آپ کی علمی ترقی کا سفر جاری رہا کہ ایک دین امام اعظم ابو حنیفہ (رضی اللہ تعالی عنہ) سے ملاقات ہوئی جس نے آپ کی زندگی کا رخ ہی موڑ کر رکھ دیا، اس ایک ملاقات کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ (رضی اللہ تعالی عنہ) امام اعظم کی مجلس کی طرف کھینچے چلے آئے اور ایسے آئے کہ بیس برس تک امام اعظم سے علمی تربیت حاصل کی اور اکابر اصحاب ابی حنیفہ کی صف میں شامل ہو کر اپنے وقت کے بہت بڑے فقیہ کہلائے حتی کہ خود امام اعظم نے فرمایا کہ زفر بن ہذیل امام المسلمین ہیں۔

امام زفر کی سیرت کے کئی ایک پہلو ہیں جن سے کئی ایک مدنی پھول سیکھنے کو ملتے ہیں، مگر افسوس کہ آج تک آپ کی سیرت مبارکہ پر کوئی ایسی تحریر نہ تھی کہ جس سے عوام الناس امام زفر سے متعارف ہوتے، ان کی سیرت سے کچھ قیمتی موتی حاصل کرتے، اور یہ فقط اردو زبان تک نہیں بلکہ عربی زبان میں بھی آپ کی سیرت پر کوئی ایسی کتاب نہیں کہ جسے عربی جاننے والا پڑھ کر کہہ سکے کہ میں نے امام زفر کی سیر طیبہ کے اکثر پہلوؤں کا مطالعہ کر لیا ہے۔ دو سے تین کتابیں امام زفر کے مفتی بہ مسائل پر لکھی گئیں جن کی ابتدا میں دو سے تین صفحات بصورت مقدمہ ہوتے جن میں ان کی سیرت پر چند جملے لکھتے ہوئے وبس۔ اور یہ دو سے تین کتب بھی میری معلومات کے مطابق پاکستان سے نہیں ملتی، ہاں البتہ محمد زاہد بن حسن کوثری نے امام زفر کی سیرت پر عربی زبان میں ایک رسالہ لکھا ہے جو بمشکل دس سے بارہ صفحات پر مشتمل ہوگا۔

الحمد للہ، الحمد للہ ثم الحمد للہ، اللہ عزوجل کی توفیق، محبوب (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) کی نگاہ کرم اور فیضان مرشد حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری کی بدولت مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی کہ امام زفر کی سیرت پر پھیلے ہوئے جملوں کو ایک جگہ اکٹھا کروں، اور

اس جلیل القدر امام المسلمین کو عوام الناس میں متعارف کرانے کی سعی کروں، جس میں میرے مولا کریم نے مجھے کامیابی عطا فرمائی ۔ میں اس کا بڑا شکر گزار ہوں، بڑا شکر گزار ہوں، کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اس طرح کے دینی کام کرنے کی سعادت ملے گی۔ یا اللہ تیرا بڑا شکر ہے۔

بہر کیف امام زفر (رضی اللہ تعالی عنہ) کی سیرت پر دو چار مقام پر مواد نہ ملنے کی وجہ سے کافی دشواری کا سامنا ضرور کرنا پڑا مگر جدید الیکٹرانک کتب سے استفادہ کی بدولت اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کامیابی کا سبب بنی، سینکڑوں الیکٹرانک کتب کی مدد سے جہاں جہاں امام زفر کی سیرت پر کچھ ملا اسے ایک جگہ جمع کر کے ترتیب دیا۔

جن میں امام زفر کی سیرت

امام زفر سے مروی احادیث

اور امام زفر کے فتاوی جات سر فہرست ہیں۔

اللہ عزوجل سے دعا گو ہوں کہ وہ میری اپنے مقبول بندے وولی کی سیرت پر اس سعی کو قبول فرمائے اور اسے میرے اور میرے والدین وفیملی کے لئے ذریعہ نجات بنائے اور میری آنے والی نسلوں کو امام زفر کے طفیل بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین متین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

میں ہر سنی عالم وطالب علم ومحب دین سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ امام زفر کی سیرت کو جاننے کے لئے اس کتاب کو ضرور بضرور پڑھیں، اور اہل سنت وجماعت کے اس عظیم ترین ولی وبلند پایہ فقیہ کو ہر خاص وعام تک متعارف کروانے کے لئے میری اس کاوش کا حصہ بنیں۔

اللہ عزوجل کے جو نیک بندے ہوتے ہیں، اس کے ولی ہوتے ہیں، اخلاص کے ساتھ اس کے دین کی خدمت کرنے والے ہوتے ہیں، ان کو دنیا سے گئے اگرچہ کتنی ہی صدیاں گزر جائیں، اللہ عزوجل ان کی یاد کو، ان کے نام کو رہتی دنیا تک زندہ رکھتا ہے۔ اور ان کے نام کو، ان کی یاد کو، ان کی خدمات کو باقی و زندہ رکھنے کے لئے اسباب قائم فرماتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ شاید یہ بھی انہی کا ایک حصہ ہے اور اس پر مجھے بہت خوشی ہے۔

اللہ عزوجل اپنے کرم کے مطابق مجھے اس کا اجر عطا فرمائے اور میں اس کی رحمت سے پر امید ہوں کہ وہ مجھے اس پر بے حساب اجر عطا فرمائے گا۔

میں اس کتاب سے اللہ عزوجل کی رحمت سے ملنے والی نیکیوں کو اپنے والد محروم جناب مولوی غلام رسول قادری اور اپنے عزیز و میٹھے بھائی بشارت علی عطاری مرحوم جو بھری جوانی میں اس دنیا فانی سے تشریف لے گئے، کو ایصال کرتا ہوں۔ اللہ عزوجل اس ثواب کو ان کے لئے ذریعہ نجات بنائے اور انہیں اپنی رحمت سے بے بہا اخروی نعمتوں سے نواز ے۔ آمین

المتخصص فی الفقہ الاسلامی
ابو اطہر محمد اطہر العطاری المدنی بن غلام رسول
26 ربیع الآخر 1434ھ، 08 مارچ 2013ء

باب: سیرت امام زُفر

فصل: امام زُفر کا تعارف

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا نام اور اس کا معنی

آپ کا نام زُفر ہے، یہ عربی لفظ ہے۔ جس کے معنی عربی میں عموماً بہادری اور سخاوت کے آتے ہیں۔ لغت کی معروف کتاب میں ہے "وزفر كلمة عربية تطلق على الرجل الشجاع، كما تطلق على الرجل الجواد" ترجمہ: زفر عربی کلمہ ہے اس کا اطلاق بہادر شخص پر بھی اسی طرح ہوتا ہے جس طرح سخاوت کرنے والے پر ہوتا ہے۔

عربی لغت کی کتاب "المعجد" میں لفظ زفر کے کئی ایک معنی بیان کیے ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے: زُفَر:۔ شیر، بہادر، سمندر، بہت پانی والا، دریا، سخی، سردار، مشک کے اٹھانے کے لئے مضبوط آدمی، بہت عطیہ، دستہ فوج۔

(المنجد، مادہ: ز ف ر، صفحہ 337، خزینہ علم و ادب، الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور)

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے والد کا نام "ہذیل" ہے۔ الطبقات الکبریٰ میں ہے "و كان أبوه الهذيل" ترجمہ: ان کے والد کا نام ہذیل تھا۔

(طبقات کبریٰ، طبقہ سابعہ، زفر بن ھذیل، جلد 6، صفحہ 361، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی کنیت "ابو ھذیل" ہے۔ الطبقات الکبریٰ میں أبوعبداللہ محمد بن سعد المتوفی 230ھ لکھتے ہیں "ويكنى أبا الهذيل" ترجمہ: آپ کی کنیت ابو ہذیل تھی۔

(طبقات کبریٰ، طبقہ سابعہ، زفر بن ھذیل، جلد 6، صفحہ 361، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

امام زفر کی اس کے علاوہ ایک اور کنیت ابو خالد بھی تھی اگرچہ مشہور کنیت ابو ہذیل ہے جیسا کہ اخبار ابی حنیفہ میں ہے "وَكَانَ زفر يكنى بأبي خَالِد وبأبي الْهُذَيْل"

ترجمہ: امام زفر کی کنیت ابو خالد اور ابو ہذیل ہے۔

(اخبار ابی حنیفة و اصحابه، جلد 1، صفحه 111، عالم الکتب، بیروت)

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی پیدائش

امام زفر کی ولادت 110 ہجری یعنی 728 سن عیسوی میں ہوئی۔ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز الذہبی المتوفی 748ھ لکھتے ہیں "قُلْتُ: وُلِدَ سَنَةَ عَشْرٍ وَمِائَةٍ" ترجمہ: آپ کی ولادت 110ھ میں ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء، جلد 7، صفحہ 144، دار الحدیث القاھرۃ)

اور یہی اکثر مورخین کا قول ہے۔ تاہم علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبد اللہ صفدی المتوفی 764ھ نے الوافی بالوفیات میں ان کی تاریخ پیدائش 116 ہجری بتائی ہے۔ (الوافی بالوفیات، جلد 14، صفحه 135، دار إحیاء التراث، بیروت)

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ولادت عراق میں ہوئی۔ عراق کے کس مقام پر ہوئی، تلاش و بسیار کے باوجود کوئی حتمی و جزمی قول نہ ملا۔ ہاں البتہ بعض نے عراق کے شہر کوفہ کو ان کا جائے میلاد قرار دیا ہے جیسا کہ ایک مصنف بھی اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ولد زفر بن الهذيل سنة في العراق، و لا يعرف على وجه الدقة موضع ولادته، وإن رجح بعض الباحثين أن تكون الكوفة هي محل ميلاده"

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے شجرہ نسب کی تفصیل

ان کا سلسلہ نسب حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے سلسلہ نسب عدنان سے جا ملتا ہے۔ ان کا خانوادہ اصبہان کے ممتاز عربی خانوادوں میں تھا، امام کردری نے لکھا ہے "من بیت شریف" یعنی ان کا تعلق ایک معزز گھرانے سے تھا۔ غالباً اسی امتیاز کی وجہ سے یزید بن عبدالملک نے ان کے والد کو اصبہان جیسے اہم مقام کا والی (گورنر) مقرر کر دیا

تھا۔(زاہدالکوثری نے تاریخ اصبہان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ اصبہان کے والی مقرر تھے وہیں امام زفر(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ولادت ہوئی؛ مگر امام کردری نے لکھا ہے کہ یہ بصرہ کے والی تھے،تاریخ اصبہان ہمارے سامنے موجود نہیں ہے،لیکن شذرات الذھب وغیرہ سے پہلے بیان کی تائید ہوتی ہے؛اس لیے اسی کو اختیار کیا گیا ہے)

امام زُفر(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اہلیہ بصرہ کے ممتاز محدث خالد بن حارث کی بہن تھیں،ان کی والدہ البتہ عجمی النسل تھیں،چنانچہ آپ(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)صورت کے اعتبار سے عجمی اور سیرت کے اعتبار سے عربی تھے۔آپ(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے استاد محترم حجاج بن ارطاۃ(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہا کرتے تھے:"اللسان عربی لاالوجہ" ان کا چہرہ تو عربوں جیسا نہیں ہے مگر زبان عربوں جیسی ہے۔

آپ کا نسب نامہ یہ ہے:ابوہذیل زفر عنبری بصری بن ہذیل بن قیس بن سلیم بن مکمل بن قیس بن ذہل بن ذویب بن جذیمہ بن عمرو بن جحور بن العنبر بن جندب بن العنبر بن عمرو بن تمیم بن مرابن ادبن طابخۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

(وفیات الاعیان،حرف الزاء،زفر بن الھذیل،جلد2،صفحہ317،بیروت)

بعض نے آپ کے سلسلہ نسب میں آپ کے ایک اور دادا کا ذکر کیا ہے جن کا نام بھی زفر بن ہذیل ہی تھا۔تاریخ جرجان میں ہے"أبو القاسم حمزۃ بن یوسف بن إبراھیم السھمی القرشی الجرجانی قَالَ داود بُن یزید عَنْ أَبِیہِ یزید بُن حَاتِم قَالَ جاء زفر بُن الھذیل إلی یزید بُن المھلب وھو فی حبس الحجاج فقال لابنہ مخلد استأذن لی عَلَی أبیك فاستأذن لہ علیہ فدخل علیہ فقال:السلام علیك أیھا الأمیر قدرك أعظم من أن یستعان بك أو یستعان علیك وقد حملت

خمسين حمالة وقد قصدتك فقال: قد أمرت لك بها و شفعتها بمثلها فقال زفر: والله لا أقبل منها شيئا فقال يزيد: ولم؟ فقال: إني بذلت لك من وجهي أكثر مما بذلت لي من مالك فخرج ولم يقبل منها شيئا"

(تاریخ جرجان، ذکر مکارم یزید بن المهلب رحمہ اللہ، جلد 1، صفحہ 53، عالم الکتب ۔بیروت)

لمحات النظر والے نے یہ واقعہ لکھنے کے بعد یہ عبارت مزید کی کہ "قال: ابو بشر الدولابی زفر بن هذیل هذا هو جد زفر بن الهذیل الفقیه صاحب ابی حنیفة"

ترجمہ: ابو بشر دولابی نے کہا کہ یہ زفر بن ہذیل وہ ہیں جو امام ابوحنیفہ کے فقیہ شاگرد زفر بن ہذیل کے دادا ہیں۔ (لمحات النظر، صفحہ 6، المکتبۃ الازھریۃ للتراث، بیروت)

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی نسبت

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بصری، حنفی، تمیمی، کوفی اور عنبری وغیرہ کہا جاتا ہے۔

الجرح والتعدیل 608/3 میں ہے "زفر بن الهذیل بصری عنبری" الثقات لابن حبان 339/6 پر ہے کنیتہ "أَبُو الْهُذَيْلِ الْكُوفِي" تاریخ جرجان 335/1 پر ہے "حَدَّثَنَا زُفَرُ بْنُ الْهُذَيْلِ التَّمِيمِيُّ" اخبار ابی حنیفہ میں ہے "اخبار ابی الْهُذَيْل زفر بن الْهُذَيْل العنبری" تہذیب الاسماء میں ہے "هو أبو الهذيل زفر بن الهذيل العنبري البصري" (تہذیب الاسماء، حرف الزای، جلد 1، صفحہ 197، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا لقب اور لقب دینے والے کا نام

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا لقب "فقیہ نبیل" ہے اور آپ کو یہ لقب دینے والے کا نام ابو عاصم ہے۔ اخبار ابی حنیفہ میں ہے "وَلَزِمَ أَبُو عاصم زفر بن الْهُذَيْل بعد أبي حنيفة وعليه تفقه وهو الذي لقبه بالنبيل" ترجمہ: ابو عاصم نے امام ابوحنیفہ

کے انتقال کے بعد زفر بن ہذیل کا دامن تھام لیا اور انہیں سے فقہ سیکھی، انہوں نے آپ کو نبیل کا لقب دیا۔

(اخبار ابی حنیفۃ و اصحابہ، اخبار داؤد طائی، جلد 1، صفحہ 119، عالم الکتب، بیروت)

تهذیب الکمال فی اسماء الرجال میں ہے "وَقَالَ الساجی أیضا: حَدَّثَنِي محمد بن خلف التَّيْمِيّ، قال: حَدَّثَنَا محمد بن بسطام التَّيْمِيّ، قال: كنت أختلف أنا والحسن اللؤلؤی إِلَى زفر بن الهذیل، فرأى اللؤلؤی رؤيا كأنه عَلَى فرس هاد، ثم صار عَلَى حمار قبيح المنظر، فعبرناها عَلَى رجل، فَقَالَ: تلزمان رجلا فقيها نبيلا يموت عَنْ قليل، وتلزمان بعده رجلا دنيا، فمات زفر فلزمنا نوح بن دراج بعده، فَقَالَ لی اللؤلؤی: ما كان أسرع صحة الرؤيا" ساجی کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن خلف تیمی نے، کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا محمد بن بسطام تیمی نے ان کا بیان ہے کہ میں اور حسن لولوی، زفر بن ہذیل کے ہاں اکثر آیا جایا کرتے تھے، لولوی نے رات کو خواب دیکھا، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک تیز رفتار گھوڑا ہے جس پر لولوی صاحب سوار ہیں پھر اچانک وہ کیا دیکھتے ہیں ایک بدصورت گدھے پر سوار ہیں، کہتے ہیں کہ ہم نے ایک شخص سے اس کی تعبیر نکلوائی تو اس نے کہا کہ تم ایک فقیہ نبیل شخص سے ملو گے جو عنقریب وفات پانے والا ہے۔ پھر اس کے بعد تم ایک ناپسندیدہ شخص کی رفاقت اختیار کرو گے پس زفر فوت ہوئے اور ہم نے نوح بن دراج کی رفاقت اختیار کی۔ پس مجھ سے لولوی نے کہا کہ خواب کی تعبیر کتنی جلدی صحیح طور پر رونما ہوئی۔

(تهذیب الکمال فی اسماء الرجال، باب النون، جلد 30، صفحہ 47، بیروت)

المغنی میں ہے "زفر بن الْهُذَيْل الْعَنْبَرِی الْفَقِيه صَدُوق وَثَّقَهُ غير وَاحِد"

ترجمہ: زفر بن ہذیل عنبری فقیہ صدوق ہیں۔ کئی ایک نے ان کی توثیق بیان کی۔

(المغنی فی الضعفاء، حرف الزای، جلد1، صفحہ 238)

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے خاندان کا مختصر تعارف

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا تعلق ایک معروف معزز خاندان سے تھا جیسا کہ طبقات المحدثین میں ہے "وکان للھذیل ثلاث بنین: الکوثر وھو أکبرھم وکان ینزل بأصبھان قریۃ براء ان وعلیہ قدم زفر بن الھذیل وھرثمۃ بن الھذیل وکان من أعرف الناس بالأنساب والأشعار" ترجمہ: ہذیل کے تین بیٹے تھے:۔ ایک کا نام کوثر جو سب سے بڑے تھے۔ اصبہان کے ایک گاؤں براء ان میں رہائش اختیار کی اور ان کے دیگر دونوں بھائی، زفر اور ہرثمہ ان کے پاس یہیں تشریف لے آئے۔ آپ علم الانساب اور اشعار کو زیادہ جانتے تھے۔

(طبقات المحدثین، الطبقۃ الرابعۃ، جلد1، صفحہ 451، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے والد اموی دور حکومت میں بعض حکومتی مناصب پر بھی فائز رہے جیسا کہ کتب تاریخ وسیر میں اس کا بیان موجود ہے۔ خلیفہ ولید بن عبد الملک کے قتل کے بعد ان کو اصبہان کا گورنر بنایا گیا ابو بکر محمد بن حسن ازدی الاشتقاق 214/1 مطبوعہ بیروت میں لکھتے ہیں کہ "غلب علی أصبھان زمن الفتنۃ" لیکن جلد ہی وہ معزول کردیے گئے طبقات المحدثین لاصبھان ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الانصاری المعروف با بی الشیخ الاصبہانی المتوفی 369ھ میں ہے "وکان أبوہ الھذیل بن قیس مقیما بأصبھان فی سنۃ ست وعشرین ومائۃ فی خلافۃ یزید بن الولید بن عبد الملک وھو الذی کان یسمی الناقص فلما قتل یزید وبویع إبراھیم بن الولید بقی سبعین یوما ثم خلع وثبت الھذیل علی أصبھان فتولی أمرھا" ترجمہ: امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے والد ہذیل بن قیس 126ھ میں یزید بن

ولید بن عبدالملک جسے ناقص بھی کہا جاتا ہے کے دورِ حکومت میں اصبہان میں مقیم ہوئے پھر جب یزید کو قتل کر دیا گیا اور ابراہیم بن ولید اقتدار میں آیا جو صرف سترہ دن تک ہی اقتدار میں رہ سکا اس وقت آپ کے والد کو اصبہان کا گورنر مقرر کیا گیا۔

(طبقات المحدثین، زفر بن ھذیل، جلد 1، صفحہ 450، بیروت)

اس سے قطع نظر تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا گھرانہ ایک خوشحال گھرانا تھا جہاں وسائل زندگی کی کوئی کمی نہ تھی۔ واقعہ کتب تاریخ میں امام زفر کے دادا کا یزید بن مہلب کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خاندان دولت و شہرت کے علاوہ خصال خیر سے بھی متصف تھا۔ ان کے بھائی بہنوں کے بارے میں حافظ ابو نعیم فرماتے ہیں "کَانَ أَبُوْهُ بِأَصْبَهَانَ فِي دَوْلَةِ يَزِيْدَ بِنِ الْوَلِيْدِ، فَكَانَ لَهُ ثَلَاثَةُ أَوْلَادٍ: زُفَرُ، وَهَرْثَمَةُ، وَكَوْثَرٌ" ترجمہ: امام زفر کے والد یزید بن ولید کے عہد اقتدار میں اصبہان میں تھے۔ ان کی اولاد میں تین افراد تھے زفر، ہرثمہ اور کوثر۔

(سیر اعلام النبلاء، جلد 7، صفحہ 144، دار الحدیث القاهرة)

بعض تاریخی روایات میں ان کے ایک اور بھائی کا نام ملتا ہے جن کا نام "صباح بن ہذیل" ہے اور وہ بنی تمیم کے صدقات پر مامور تھے جیسا کہ **الطبقات الکبری** میں اس کی صراحت موجود ہے کہ "وکان أخوه صباح بن الهذيل علی صدقة بنی تميم" ترجمہ: آپ کے ایک بھائی کا نام "صباح" تھا جو بنی تمیم کے صدقات پر مامور تھے۔

(طبقات کبری، طبقہ سابعہ، زفر بن ھذیل، جلد 6، صفحہ 361، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا وقتِ رحلت

امام زفر کی وفات تیس شعبان 158ھ 775ء یا 776ء سن عیسوی میں ہوئی اور آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی عمر مبارک 48 سال اور دوسرے قول کے مطابق 47 سال تھی

کہ آپ اس دنیا فانی سے کوچ کر گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون. نصب الرایہ لاحادیث الھدایۃ میں ہے"الإمام زفر بن الھذیل البصریّ، المُتوفّٰی سنۃ 158"الجواھر میں ہے"وَتُوفّی بِالبَصرَۃِ سنۃ ثَمَان وَخمسین وَمِائۃ وَلہ ثَمَان وَأربَعین سنۃ" ترجمہ: آپ کا بصرہ میں 158ھ میں انتقال ہوا اور آپ کی عمر مبارک 48 سال ہوئی۔

(جواھر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، جلد1، صفحہ244، میر محمد کتب خانہ، کراتشی)

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا زمانہ وفات

اخبار ابی حنیفہ میں ہے "وَزفر ھُوَ زوج اخت خَالِد بن الحَارِث وَمَات فِی اول خلَافَۃ المَھدِی سنۃ ثَمَان وَخمسین وَمِائَۃ" ترجمہ: امام زفر خالد بن حارث کی بہن کے شوہر تھے اور آپ کی وفات خلافت مہدی کے اوائل میں ہجری 158 میں ہوئی۔

(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، اخبار ابی ھذیل، جلد1، صفحہ 112، عالم الکتب، بیروت)

لمحات النظر میں ہے "وکانت وفاتہ بالبصرۃ سنۃ 158ھ فی شھر شعبان فیما ذکرہ ابن خلکان فتکون وفاتہ قبل وفاۃ المنصور العباسی بأربعۃ اشھر" ترجمہ: ابن خلکان کے مطابق آپ کی وفات شہر بصرہ میں 158ھ ماہ شعبان میں ہوئی، اس کے مطابق آپ کی وفات منصور عباسی کی وفات سے چار ماہ قبل ہوئی۔

(لمحات النظر، صفحہ 5، المکتبۃ الازھریۃ التراث، بیروت)

امام اعظم کے شاگردوں میں سب سے پہلے وفات پانے والے

الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی میں ہے "توفی "158" ثمان و خمسین ومائۃ، فھو أقدم أصحابہ موتًا" ترجمہ: آپ کی وفات ہجری 158 میں ہوئی اور امام ابو حنیفہ کے بعد آپ کے شاگردوں میں سے سب سے پہلے دنیائے فانی سے کوچ کرنے والے امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔

(الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الإسلامی، جلد 1، صفحہ 514، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے موصی لہ

امام زفر کی وصیت کیا تھی اور کس چیز کی تھی؟ یہ معلوم نہ ہوسکا بلکہ بعض عبارات میں آیا کہ جب آپ سے آخر وقت میں وصیت کرنے کا کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں کوئی ایسی چیز ہی نہیں چھوڑے جا رہا کہ جس کی وصیت کروں۔ ہاں! البتہ بعض کتب میں اس کے خلاف کچھ یوں ہے کہ آپ نے خالد اور عبدالواحد کو وصیت کی۔ طبقات الکبری میں ہے "و أوصی إلی خالد بن الحارث وعبد الواحد بن زیاد" ترجمہ: خالد بن حارث اور عبدالواحد بن زیاد کو وصیت جاری کرنے کیلئے مقرر کیا۔

(طبقات الکبری، الطبقۃ السابعۃ، جلد 6، صفحہ 361، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

خالد بن حارث کون تھے؟

خالد بن حارث امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بچوں کے ماموں تھے۔ اخبار ابی حنیفہ میں ہے "وَزفر هُوَ زوج اخت خَالِد بن الْحَارِث وَمَات فِي اول خلَافَة الْمهْدي سنة ثَمَان وَخمسين وَمِائَة۔" ترجمہ: امام زفر خالد بن حارث کی بہن کے شوہر تھے۔ (اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، اخبار ابی ھذیل، جلد 1، صفحہ 112، عالم الکتب، بیروت)

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا حلیہ مبارک

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ظاہر شکل وصورت عجمیوں جیسی تھی جبکہ زبان مبارک عربیوں جیسی تھی۔ اخبار ابی حنیفہ میں ہے "فَكَانَ وَجهه يشبه وُجُوه الْعَجم لأمه ولسانه يشبه لِسَان الْعَرَب قَالَ فَحضر مجْلِس الْحجَّاج بن ارطاة وَكَانَ يتَوَلَّى الْقَضَاء بِالْكُوفَةِ" ترجمہ: امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) خدوخال میں عجمیوں سے مشابہ تھے جبکہ بول چال عربیوں کے مشابہ تھی۔ آپ حجاج بن ارطاۃ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مجلس

میں آئے، کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے۔

(اخبار ابی حنیفۃ و اصحابہ، جلد 1، صفحہ 112، عالم الکتب، بیروت)

رہی یہ بات کہ امام زفر عربی النسل تھے یا عجمی تو اس میں عبارتوں اور جغرافیائی اعتبار سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عجمی نسل ہیں، حقیقت میں عربی نسل نہیں اگرچہ عربی زبان کی فصاحت و بلاغت سے خوب واقف اور اس پر مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپ عجمی تھے، حقیقت میں عربی النسل نہ تھے اس کی حقیقت اس بات سے واضح ہوتی ہے کہ بعض مقامات پر دیکھنے کو ملا کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ولادت عراق میں ہوئی تھی اور عراق عرب کے جغرافیائی نظام کے تحت عرب کے بلاد میں شامل نہیں۔ سیرت رسول عربی میں ملک عرب کا جغرافیہ بیان کرتے ہوئے مصنف سیرت رسول عربی تحریر فرماتے ہیں "ملک عرب براعظم ایشیا کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ چونکہ اس کو تین طرف سے تو سمندر نے اور چوتھی طرف سے دریائے فرات نے جزیرے کی طرح گھیرا ہوا ہے اس لئے اسے جزیرہ عرب کہتے ہیں۔ اس کے شمال میں بلاد شام و عراق ہیں۔ مغرب میں بحر احمر یعنی بحیرہ قلزم، جنوب میں بحر ہند اور مشرق میں خلیج عمان اور خلیج فارس ہیں۔"

(سیرت رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صفحہ 11، ضیاء القرآن، لاہور)

ابتدائی تعلیم کے مراحل

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا تعلق چونکہ ایک خوشحال گھرانے سے تھا لہٰذا انہیں ان مصائب سے دوچار نہیں ہونا پڑا جن سے دوسرے لوگ دوچار ہوتے ہیں اور انہیں پوری دلجمعی اور اطمینان قلب کے ساتھ تحصیل علم کا موقعہ ملا، انہوں نے اولاً اپنے مقام پر ابتدائی علوم حاصل کئے۔ قرآن کریم حفظ کیا پھر جب ان کے والدین انہیں لے کر اصبہان گئے تو انہوں نے وہاں کے محدثین اور دیگر اجلہ علماء سے علم حاصل کیا۔ "وظل یدفع منہ ...

من مناهل العلم' اورآپ علم کے چشموں سے سیراب ہونے لگے۔

ایک مصنف امام زفر(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سیرت پر کچھ یوں لکھتے ہیں کہ

"وكانت أسرة زفر على جانب من سعة الرزق وبحبوحة العيش، وهو ما ساعده على الانصراف إلى طلب العلم دون أن يشغل نفسه بأعباء الحياة، فحفظ القرآن صغيرًا واستقام به لسانه، وتفتحت مواهبه واستعدت لطلب العلم، ومالت نفسه ورغبت في تلقي الحديث النبوي" عبارت کا مفہوم یہی ہے کہ امام زفر کے گھر میں رزق کی کوئی کمی نہ تھی بلکہ خوشحالی تھی جس کی وجہ سے آپ معاشی فکروں میں مبتلا نہ ہوئے بلکہ علم دین کی طلب میں مصروف رہے، قرآن حفظ کیا، حدیث نبوی کی طرف طبیعت میلان تھا۔

وسیلۃ الزفر کے مقدمہ میں ہے'نشأ الامام زفر في بيت علم ورئاسة وسلطان ذالك ان والده كان والياعلى أصبهان وقدوجه ابنه الى طلب العلم ومااان شب زفر حتي شرح الله صدره لحفظ القرآن الكريم ثم اشتغل بسنة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حتي صارمن أئمة المحدثين ثم اشتغل بالفقه على يدالامام أبي حنيفة حتي صارأقيس أصحابه كما كان له الفضل في نشرمذهبه في البصرة" ترجمہ: امام زفر ایک علمی حکومتی منصب کے حامل گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد اصبہان کے گورنر تھے۔ آپ کے والد کی تربیت نے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تمام تر توجہ کا مرکز تحصیل علم دین بنا دیا۔ امام زفر جوں جوں جوانی کی طرف بڑھنے لگے اللہ عزوجل نے اپنی رحمت سے حفظ قرآن کیلئے آپ کا سینہ کھول دیا۔ حفظ قرآن کے بعد آپ حدیث رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تحصیل میں ایسے

مصروف عمل ہوئے کہ امام المحدثین کے درجے پر فائز ہو گئے۔ پھر جناب امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خدمت میں رہ کر فقہ سیکھنے میں مشغول ہو گئے حتیٰ کہ امام ابوحنیفہ کے تمام شاگردوں میں سب سے زیادہ قیاس کرنے والے تھے جیسا کہ بصرہ میں فقہ ابی حنیفہ کو پھیلانے میں آپ کا کردار سرفہرست ہے۔

(وسیلۃ الزفر، المبحث الاول، ترجمۃ الامام زفر، صفحہ 36-35، دار حضر، بیروت)

خلیفۃ أبی حنیفۃ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

امام اعظم ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ہجری 150 بمطابق سن عیسوی 767 کو وفات پائی اور اپنے حلقہ درس میں زفر بن ہذیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جیسا نایاب موتی چھوڑا کہ آپ کی وفات کے بعد امام اعظم کے تمام کے تمام تلامذہ نے بغیر کسی اختلاف کے اتفاق رائے کے ساتھ امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے درس کی جگہ امام زفر بن ہذیل کا انتخاب کیا کیونکہ امام ابوحنیفہ ایسے مقام پر فائز تھے کہ آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ حلقہ درس کے لئے کم از کم ایسے کا ہونا ضروری تھا کہ جو علم و فضل میں امام جیسا نہ بھی ہو مگر ایسا ضرور ہو کہ جس سے لوگوں کی تشفی ہو سکے اس ضرورت کے پیش نظر آپ کو اتفاق رائے سے درس کے لئے چنا گیا جیسا کہ ایک مصنف نے بھی کچھ یوں ہی بیان کیا کہ "تُوفِّي أبو حنيفة النعمان سنة 150ھ 767ء، وخلفه في حلقته زفر بن الهذيل بإجماع تلامذة الإمام دون معارضة، فمكانته لا يملؤها إلا من هو جدير بها علمًا وفضلاً، وليس في المكان مغنمة يسطو عليه القوي وإن كان غير مستحق، وإنما مكان الإمام مسئولية جسيمة ينصرف عنها أفذاذ العلماء لمكانة صاحبها السابق في العلم والفقه"

فصل ثانی: امام زفر (رضی اللہ عنہ) اور ان کے اساتذہ

امام زُفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ابتدائی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں کتب تراجم خاموش ہیں البتہ ان سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ ان کی تعلیم کا آغاز محدثین کی آغوش میں ہوا۔ ابتدائی تعلیم وتربیت سے متعلق کتب کی خاموشی فقط ان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ دیگر اجلہ محدثین کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے کہ ان کے بھی ابتدائی حالات کی واقفیت بہت کم دستیاب ہے۔ ابتدائی تعلیم انہوں نے کن اساتذہ سے پائی اس تعلق سے کچھ کہہ پانا مشکل ہے لیکن کتب سیر وتراجم میں اس کا ذکر موجود ہے کہ انہوں نے اپنے زمانہ کے جلیل القدر محدثین وفقہاء سے علم حاصل کیا جن میں محدث کوفہ امام اعمش، یحیٰ بن سعید انصاری، سعید بن ابی عروبہ، اسماعیل بن ابی خالد، محمد بن اسحاق اور ایوب سختیانی سر فہرست ہیں۔ ایک مصنف امام زفر کی سیرت پر کچھ یوں لکھتا ہے کہ "ورغبت في تلقي الحديث النبوي، فتردد على حلقاته واتصل بشيوخه الأبرار، ويأتي في مقدمتهم محدث الكوفة سليمان بن مهران المعروف بالأعمش، ويحيى بن سعيد الأنصاري، وسعيد بن أبي عروبة، وإسماعيل بن أبي خالد، ومحمد بن إسحاق، وأيوب السختياني۔"

علم حدیث وفقہ کی اہمیت ہر علم والے پر روز روشن کی طرح واضح ہے، اس تعلق سے کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے۔ امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جس دور میں تھے وہ دور تدوین حدیث کا دور تھا اور محدثین کرام "جزاهم الله خيرا" حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جمع وتدوین میں مصروف تھے۔ امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بھی رواج عام کے مطابق علم حدیث کی تحصیل کی طرف توجہ کی اور حافظ ذہبی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے الفاظ میں ان

میں اتقان و پختگی حاصل کر لی۔وسیلۃ الزفر کے مقدمہ میں بھی ہے" لقد أخذ الامام زفر العلم عن أكثر علماء عصره ومن اشهرهم: الاعمش، والحجاج بن أرطاة، وأيوب السختياني، ومحمد بن اسحاق، والامام أبو حنيفة" ترجمہ: امام زفر نے زیادہ تر علم اپنے معاصرین ہی سے حاصل کیا جس میں مشہور و معروف اعمش، حجاج بن ارطاۃ، ایوب سختیانی، محمد بن اسحاق اور امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سرفہرست ہیں۔

(وسیلۃ الزفر، المبحث الاول، ترجمۃ الامام زفر، صفحہ 36، دار حضر، بیروت)

امام ابو حنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا تعارف

امام ابوحنیفہ کے تعلق سے کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ بھلے ہی کچھ لوگ آج ان کے علم حدیث کے تعلق سے سوال اٹھائیں لیکن حافظ ذہبی جیسے لوگوں نے ہمیں بتا دیا ہے کہ امام اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حدیث کے میدان کیا تھے۔ جہاں تک فقہ کی بات ہے تو اس سلسلے میں چند احمقوں، بے وقوفوں، بدمذہبوں اور غیر مقلدوں کو چھوڑ کر ان کی فقاہت پر امت کا اتفاق بلکہ اجماع ہے۔ فقہ کی باضابطہ تدوین کا شرف پہلے جس شخصیت کو حاصل ہوا وہ امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی ذات ہے۔ حضرت امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں "من اراد الفقه فهو عيال على ابى حنيفة" ترجمہ: فقہ سیکھنے والا امام ابوحنیفہ کا محتاج ہے۔ یہ قول بھی امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) سے مروی ہے "الناس كلهم فى الفقه عيال ابى حنيفة" ترجمہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔ اس کا اعتراف امام جلال الدین سیوطی شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی کیا، آپ فرماتے ہیں" انه اول من دوّن علم الشريعة ورتبها ابوابا ثم تبعه مالك ابن انس فى ترتيب الموطا ولم يسبق ابا حنيفة احد" ترجمہ: امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) پہلے

شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کی تدوین کی اور اسے ابواب پر مرتب کیا، پھر موطا کی ترتیب میں امام مالک (رضی اللہ تعالی عنہ) نے انہی کی پیروی کی۔ امام ابوحنیفہ سے پہلے کسی نے یہ کام نہیں کیا۔

امام ابن حجر مکی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں "انہ اول من دون علم الفقہ ورتبہ ابوابا و کتبا علی نحو ماھو علیہ الیوم وتبعہ مالک فی مؤطاءہ" ترجمہ: امام ابوحنیفہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم فقہ کو مدون کیا اور کتاب اور باب پر اس کو مرتب فرمایا جیسا کہ آج موجود ہے اور امام مالک نے اپنی موطا میں انہیں کی اتباع کی ہے۔

امام اعمش (رحمۃ اللہ علیہ) کا تعارف

امام اعمش کا پورا نام ابو محمد سلیمان بن مہران اعمش کوفی ہے۔ دنباوند میں ہجری سن 60ھ میں پیدا ہوئے جبکہ سیر اعلام وغیرہ میں 61ھ کی بھی روایت ہے۔ کوفہ میں رہائش اختیار کی۔ سیر میں ہے "وَقَدِمُوا بِهِ إِلَى الْكُوفَةِ طِفْلاً" اور 148ھ جبکہ بعض نے 149ھ ان کی وفات بیان کی ہے جیسا کہ وسیلۃ الزفر کے تحقیقی مقدمہ میں ہے۔

(مقدمہ وسیلۃ الزفر، ترجمۃ الامام زفر، صفحہ 36، دار حضر، بیروت)

امام اعمش تابعی ہیں۔ انہیں حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی رویت (زیارت) اور ان سے روایت دونوں کا شرف حاصل ہے۔ اسی کتاب میں ہے "قَدْ رَأَى أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، وَحَكَى عَنْهُ، وَرَوَى عَنْهُ" ترجمہ: انہوں نے حضرت انس بن مالک (صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی زیارت کی، ان سے حکایت و روایت دونوں کی۔ (سیر اعلام النبلاء، الاعمش، جلد 6، صفحہ 344، دار الحدیث القاہرہ)

حافظ ذہبی نے ان کو الامام، شیخ الاسلام، شیخ المقرئین والمحدثین کے

گراں قدر القاب سے یاد کیا ہے جب کہ امام یحیٰی بن قطان ان کے بارے میں کہتے ہیں "ھو علامۃ الاسلام" وہ اسلام کی علامت ہیں اور امام وکیع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ہے کہ ستر سال تک امام اعمش کی تکبیر اولیٰ فوت نہ ہوئی "وَقَالَ یَحْیَی الْقَطَّان: ھُوَ عَلَّامَۃُ الْاِسْلَامِ قَالَ وَکِیْعُ بْنُ الْجَرَّاحِ: کَانَ الْاَعْمَشُ قَرِیْباً مِنْ سَبْعِیْنَ سَنَۃً لَمْ تَفُتْہُ التَّکْبِیْرَۃُ الْاُوْلَی" ترجمہ: یحیٰی قطان کہتے ہیں کہ وہ اسلام کی نشانی ہیں۔ وکیع بن جراح کہتے ہیں کہ امام اعمش کی تقریباً ستر سال تک تکبیر اولی فوت نہ ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء، الاعمش، جلد 6، صفحہ 344، دار الحدیث القاہرۃ)

محمد بن اسحاق کا تعارف

سیرت و مغازی پر سب سے پہلی تصنیف محمد بن اسحاق کی ہے۔ الطبقات الکبری میں ہے "وَکَانَ مُحَمَّد ابن اِسْحَاقَ اَوَّلَ مَنْ جَمَعَ مَغَازِیَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَلَّفَھَا" ترجمہ: محمد بن اسحاق نے سب سے پہلے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی سیرت و مغازی کو ایک جگہ جمع کیا اور انہیں تالیف کیا۔

(طبقات الکبری، الطبقۃ الخامسۃ، جلد 1، صفحہ 401، مکتبۃ العلوم۔ المدینۃ المنورۃ)

محمد بن اسحاق 151ھ میں اس دنیا فانی سے رخصت ہوئے "تُوُفِّیَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ سَنَۃَ اِحْدَی وَخَمْسِیْنَ وَمِائَۃٍ وَکَانَ کَثِیْرَ الْحَدِیْثِ" ترجمہ: محمد بن اسحاق 151ھ میں فوت ہوئے۔ انہیں کثرت سے احادیث یاد تھیں۔

(طبقات الکبری، الطبقۃ الخامسۃ، جلد 1، صفحہ 402، مکتبۃ العلوم، المدینۃ المنورۃ)

حجاج بن ارطاۃ بن ثور نخعی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

فقہ وحدیث دونوں میں ان کا بڑا مقام ہے۔ خاص طور پر فقہ میں حجاج بن ارطاۃ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی عظمت و شان قابل تعریف ہے۔ آپ کوفی ہیں۔ ان کو مفتی کوفہ کا

لقب دیا گیا تھا۔ بصرہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ تاریخ بغداد میں ہے "أبو أرطاة كَانَ فقيها، وَكَانَ أحد مفتي الكوفة" ترجمہ: ابوارطاۃ فقیہ تھے اور کوفہ کے مفتی تھے۔

(تاریخ بغداد، حجاج بن ارطاۃ، جلد 9، صفحہ 133، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

حجاج بن ارطاۃ بن ثور نخعی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خراسان میں 145ھ کو وفات ہوئی۔ (مقدمہ وسیلۃ الزفر، ترجمۃ الامام زفر، صفحہ 36، دار خضر، بیروت)

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اساتذہ کرام کا یہ ایک مختصر تعارف تھا اس کے علاوہ بھی امام زفر کے اساتذہ میں اور بھی بہت سے نام ہیں جیسے یحی ابن سعید انصاری، یحی بن عبداللہ تیمی، اسماعیل بن ابی خالد، ایوب سختیانی، زکریا بن ابی زائدہ، سعید بن ابی عروبہ جیسا کہ لمحات النظر مطبوعہ مکتبہ ازہریہ، تراث بیروت کے صفحہ 13 پر اس کی تصریح موجود ہے۔ ان ناموں کے علاوہ اور بھی کئی ایسے فاضلین ہیں جو امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اساتذہ کی فہرست کی زینت کا حصہ ہیں مگر بخوف طوالت ان کا احاطہ کرنے سے گریز برتا گیا ہے۔ لیکن اختصار کی غرض سے یہاں صرف تین چار نام ہی کچھ تفصیل کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں۔ ان ناموں میں خاص طور پر دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ان میں ممتاز و جلیل القدر فقہاء و محدثین شامل ہیں۔

شاگردانِ امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ایک دور وہ ہوتا ہے جب انسان کسی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرتا ہے اور دوسرا دور وہ ہوتا ہے جب کوئی دوسرا انسان اس کے علوم سے خوشہ چینی کرتا ہے۔ علم سے تعلق اور اشتغال رکھنے والوں کیلئے یہ دونوں مراحل لازمی ہیں۔ امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے تحصیل علم کرنے والوں کی بھی ایک بڑی فہرست ہے جس کا استیعاب اور احاطہ اس

مختصر موضوع میں ممکن نہیں ہے۔آپ کے جلیل القدر شاگردوں میں سے ایک شقیق بن ابراہیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں جو انتہائی عابد وزاہد ہونے کے ساتھ ساتھ علم سے بھی بہرہ ور تھے۔چنانچہ لمحات النظر میں ہے"وعن شقیق قال اخذت لباس الدون عن سفیان واخذت الخشوع من اسرائیل واخذت العبادة من عباد بن کثیر والفقه من زفر" ترجمہ: شقیق بن ابراہیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں: میں نے لباسِ عاجزی سفیان سے، خشوع اسرائیل سے، عبادت عباد بن کثیر سے اور فقہ امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے سیکھی۔ (لمحات النظر، المکتبة الاظھریه، التراث، بیروت)

ان کے علاوہ جن دوسروں نے امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے حدیث وفقہ کی تحصیل کی ہے ان کے اسمائے گرامی مختصراً بیان کئے جارہے ہیں:۔(1) حَسَّانُ بنُ إِبْرَاهِيمَ الكِرْمَانِيُّ (2) وَأَكْثَمُ بنُ مُحَمَّدٍ وَالِدُ يَحْيى بنِ أَكْثَمَ (3) وَعَبْدُ الوَاحِدِ بنُ زِيَادٍ، (4) وَأَبُو نُعَيْمٍ المُلاَئِيُّ (5) وَالنُّعْمَانُ بنُ عَبْدِ السَّلاَمِ التَّيْمِيُّ (6) وَالحَكَمُ بنُ أَيُّوْبَ (7) وَمَالِكُ بنُ فُدَيْكٍ (8) محمد بن عبدالله الانصاری القاضی (9) شداد بن حکیم (10) نعمان بن عبدالسلام (11) ابوعاصم النبیل الضحاك بن مخلد اور دیگر فقہاء ومحدثین۔لمحات النظر میں ہے"وممن اخذ عن زفر عبدالله بن المبارك وشقیق بن ابراهیم، ومحمد بن الحسن ووکیع بن الجراح وسفیان ابن عیینة وابو علی عبیدالله بن عبدالمجید البصری" ترجمہ: امام زفر سے شرفِ تلمذ حاصل کرنے والوں میں عبداللہ بن مبارک، شقیق بن ابراہیم، محمد بن حسن، وکیع ابن جراح، سفیان ابن عیینہ، ابوعلی عبیداللہ بن عبدالمجید بصری بھی شامل ہیں۔(رضی اللہ تعالیٰ عنہم) (لمحات النظر، صفحہ 13، المکتبة الازهریة، التراث، بیروت)

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جب علم حدیث کے میدان میں کمال درجہ کی مہارت حاصل کر چکے تو علم کے شیدائی ان کی جانب متوجہ ہوئے اور ان سے رسول پاک (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی احادیث سیکھنے میں ہمہ تن مشغول ہو گئے جن میں مشہور و معروف چند حضراتِ گرامیوں میں ابونعیم اصفہانی، حسان بن ابراہیم، اکثم بن محمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ہیں اور جو حافظ کبیر عبداللہ بن مبارک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بارے جانتا ہے کہ وہ کس قدر بلند پایہ صوفی بزرگ تھے تو اسے امام زفر کی علم میدان میں مہارتِ تامہ و بلند پایہ درجہ پر فائز ہونے کو سمجھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ عبداللہ بن مبارک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جیسے حافظ کبیر بھی ان کے شاگردوں کی صف میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ اسی طرح وکیع بن جراح، خالد بن حارث بھی انہی کے تراشے ہوئے نایاب موتی ہیں۔ ایک کتاب میں لکھا ہوا ملا کہ "ولما رسخت قدمه في السُّنة أقبل عليه طلاب العلم يتعلمون على يديه، ويروون عنه أحاديث رسول الله (صلى الله عليه وسلم)، ومن أشهر هؤلاء: أبو نعيم الأصبهاني، وحسان بن إبراهيم، وأكثم بن محمد، وحسبك أن يكون عبد الله بن المبارك الحافظ الكبير، ووكيع بن الجراح وخالد بن الحارث ممن تتلمذوا على يديه وجلسوا في حلقته" مفہوم عبارت وہی ہے جو اوپر بیان کر دیا گیا۔

امام زفر (رضی اللہ عنہ) کے مفتی بہ مسائل کی کمی کی وجہ

آج کل کے کچھ بے باک و بے لگام اور بے وقوف لوگ امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو کسی کھاتے میں نہیں لاتے، اور جب امام اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اس شاگرد اعظم کا ذکر آتا ہے تو چہ مگوئیاں شروع کر دیتے ہیں جیسا کہ خود راقم الحروف نے

ایک دو سے ان کے بارے نازیبا کلمات سنے جو یہاں نہیں بلکہ اسی کتاب کے کسی اور مقام پر یا پیش لفظ میں عرض کروں گا کہ وہ کلمات فقیر کے لئے کس قدر تکلیف و ایذا کا باعث بنے ۔ بہر کیف مجھے آئمہ حضرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) پر اندھے ہو کر اعتراض کرنے والوں اور پاگلوں سے کچھ مطلب نہیں، محض اپنے ان مسلمان بھائیوں اور اہل علم اور بالخصوص اپنے دینی مدارس کے طلباء کے ذہنوں میں اٹھنے والے سوال (کہ امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اس قدر کم مسائل مفتی بہ کیوں ہیں؟ امام یوسف و امام محمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی مثل زیادہ مشہور کیوں نہ ہو پائے) کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ پہلی بات تو یہ یاد رکھیں کہ صرف مشہور ہونا ہی کسی کے قابل ہونے کی دلیل تام نہیں کہ جو مشہور نہ ہو سکے اسے ناقص قرار دیا جائے یہ نہ کہے گا مگر مجنون یا جاہل ۔ یاد رہے کہ امام اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی موجودگی میں فقط امام اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی کا قول چلتا تھا، ہر طرف انہی کے چرچے تھے، ان کے باوفا شاگرد بھی کوئی بات کوئی مسئلہ کہیں بیان کرتے تو سامنے والے کے دل میں اتارنے کے بعد یہ بیان کر دیتے کہ یہ مسئلہ اس کی بیان کردہ دلیل امام ابوحنیفہ ہمارے استاد کی ہے (اللہ کرے کہ آج کے شاگردوں میں بھی یہ وصف پیدا ہو جائے) بہر کیف وقت ایسے ہی گزرتا گیا حتی کہ امام اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی وفات کا وقت آ پہنچا اور علم کے شیدائی ان سے محروم ہو گئے ۔ اب فقہ حنفی اور امام اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تعلیمات کو عام کرنے کی ذمہ داری اور لوگوں کے نو پید مسائل کا حل تلاش کرنے کا بوجھ بھی آپ ہی کے شاگردوں پر رہا اور اس کے ساتھ ساتھ اب ایک ہی وقت میں علم کی جستجو رکھنے والوں کو سیراب کرنا اور ساتھ ساتھ لوگوں کے نئے سے نئے پیچیدہ مسائل کا حل بھی تلاش کرنا مزید برآں یہ کہ مخالفین کے اعتراض کے جواب دینا اور فقہ حنفی کے خلاف وساوس کے

شکار کی بھی تشفی کرنا اور معمولات زندگی بھی پورے کرنا کتنی عظیم و مشکل ترین ذمہ داری ہے اسے ہر کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ پھر جب امام اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا انتقال ہوا تو امام اعظم کے حلقہ درس میں بیٹھنے والوں کی تمام تر توجہ کا مرکز بھی امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی تھے ابھی امام اعظم کے انتقال کا غم اور ان کا خلاء جو بھرا بھی نہ تھا اگرچہ حقیقت میں اسے کوئی پورا بھی نہیں کر سکتا تھا کہ امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس دنیا فانی سے کوچ کر گئے۔

اب ہم ان تمہیدی کلمات کے بعد فقہ حنفی کے آئمہ بشمول امام اعظم کا وقت وفات بیان کرتے ہیں اور اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ کس امام کو اپنے استاد محترم امام اعظم کے بعد کس قدر وقت مل سکا، کتب تاریخ میں موجود ہے کہ امام اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہجری ایک سو پچاس میں فوت ہوئے۔ اَبوزکریا یحیی بن اِبراہیم بن اَحمد بن محمد اَبوبکر بن اَبی طاہر لکھتے ہیں "توفی أبو حنیفة سنة خمسین و مائة۔" ترجمہ: ابوحنیفہ کی وفات سن 150ھ میں ہوئی۔

(منازل الأئمة الأربعة، الباب الرابع، جلد 1، صفحہ 168، مکتبة الملك فهد الوطنية)

امام ابویوسف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا وقت وفات 182ھ ہے۔ شمس الدین اَبو عبداللہ محمد بن اَحمد بن عثمان ذہبی (المتوفی: 748ھ) میں ہے "قَالَ بِشْرُ بْنُ الْوَلِيدِ: تُوُفِّيَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْخَمِيسِ لِخَمْسٍ خَلَوْنَ مِنْ رَبِيعِ الْأَوَّلِ سَنَةَ اثْنَتَيْنِ وَثَمَانِينَ وَمِائَةٍ۔" ترجمہ: بشر بن ولید کہتے ہیں کہ امام ابویوسف کی وفات جمعرات کو ربیع الاول میں 182ھ میں ہوئی۔

(مناقب الامام ابی حنیفة، صفحہ 74، إحياء المعارف النعمانية، حيدر آباد الدكن بالهند)

یعنی امام ابویوسف امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی رحلت کے بعد تقریباً 32 سال حیات رہے جبکہ امام محمد (رحمة اللہ تعالیٰ علیہ) کی وفات 189ھ یعنی

امام محمد امام اعظم کی وفات کے بعد 39 سال مخلوق خدا کو اپنے فیض کی برکتیں لٹاتے رہے جبکہ ان کے مقابلے میں امام زفر کا وقت وفات 158ھ ہے جیسا کہ الجواھر میں ہے "وَتُوفِّی بِالبَصْرَةِ سنة ثَمَان وَخمسین وَمِائَة وَله ثَمَان وَأَرْبَعین سنة" ترجمہ: آپ بصرہ میں 158ھ میں فوت ہوئے اور آپ کی عمر مبارک 48 سال ہوئی۔ یعنی امام زفر امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بعد فقط آٹھ برس تک زندہ رہے تو کہاں 32 اور 39 کا سال کا طویل دورانیہ اور ان کے مقابل کہاں آٹھ سال کا قلیل وقت۔ یعنی امام اعظم کی جدائی کے بعد ایک طویل عرصہ کام کرنے کا موقعہ جو امام ابو یوسف اور امام محمد کو ملا وہ امام زفر کو نہ مل سکا۔ جس کی وجہ سے وہ معرکۃ الاراء کام جو صاحبین نے دیئے اور وہ دینی ذخیرہ جو انہوں نے چھوڑا وہ امام زفر سے قلیل عمر میں نہ ہوسکا۔ یہی وجہ ہے کہ امام زفر کے مسائل کتب میں کم ملتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بعض نادان امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے معاملے اور ان کے اختلاف کو اس قدر اہمیت نہیں دیتے۔

ظاہر ہے کہ امام ابو یوسف عہدہ قضا پر بھی رہے اور ایک طویل عرصہ حیات رہے اور ان سے زیادہ امام محمد جس کی وجہ سے ان کے سامنے افراد کی بڑھتی ہوئی تعداد، ان کے معاملات، نو پید مسائل آتے رہتے جبکہ امام زفر کو قضا وقدر نے زیادہ مہلت نہ دی جس کی وجہ سے کم علم لوگ آج انہیں ہلکا لیتے ہیں۔ اللہ (عزوجل) اس سے محفوظ فرمائے۔ جیسا کہ حافظ ذہبی کہتے ہیں "مات قبل اوان الروایۃ" یعنی ان سے دوسرے حدیث کی روایت کریں۔ یہ مرحلہ آنے سے پہلے ہی ان کا انتقال ہوگیا۔

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے زیادہ مشہور نہ ہونے کی وجہ

حقیقت یہ ہے کہ آپ اپنے علم و فضل اور ملکہ اجتہاد میں امام ابو یوسف اور امام محمد سے کم

نہ تھے؛ بلکہ قیاس میں تو یہ صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) سے کچھ آگے ہی تھے، عام تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ "اَحدھم قیاساً" امام صاحب کے تلامذہ میں قیاس کرنے میں سب سے زیادہ تیز تھے؛ لیکن اس استعداد و صلاحیت کے باوجود اتنے مشہور نہیں ہوئے جتنے کہ صاحبین ہوئے، اس کی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ صاحبین میں ملکہ اجتہاد کے ساتھ قوت تحریر اور تصنیف و تالیف کی صلاحیت بھی تھی اور انہوں نے اپنی تحریری یادگاریں بھی چھوڑی تھیں، اس لیے دنیا نے ان کے علم و فضل کو زیادہ جانا جبکہ امام زفر ایسی تحریری یادگار نہیں چھوڑ گئے کہ دنیا ان کے فضل و کمال کا پورا اندازہ کرتی اور اسی وجہ سے نہ تو ان کے خیالات اتنے زیادہ پھیل سکے جتنے ان دونوں بزرگوں کے پھیلے اور نہ ان کو وہ شہرت ہوئی جو صاحبین کو ہوئی۔ اور مناقب کردری میں بالتصریح موجود ہے کہ آپ لکھتے بہت کم تھے "کان زفر قلیل الکتابة یحفظ بالسمع حسن القیاس" ترجمہ: امام زفر لکھتے بہت کم تھے، وہ جو کچھ سنتے تھے اسے حافظہ میں محفوظ کر لیتے تھے اور بہترین قیاس کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا حافظہ کس قدر غضب کا تھا۔

ہاں البتہ حاکم نے "علم حدیث" میں ان کی دو کتابوں کا تذکرہ کیا ہے، لکھتے ہیں

"ان لزفر نسختین فی الحدیث اخذاھما روایة ابی وھب و الاخری روایته شداد بن حکم" ترجمہ: حدیث میں امام زفر کی دو کتابیں ہیں: ۔ ایک روایت ابی وہب اور دوسری روایت شداد بن حکیم۔ (لمحات النظر، صفحہ 13، المکتبة الازھریة للتراث، بیروت)

معرفة علوم الحدیث میں بھی اس سے متعلق ہے کہ "نُسْخَةٌ لِزُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ الْجُعْفِيِّ تَفَرَّدَ بِهَا عَنْهُ شَدَّادُ بْنُ حَكِيمٍ الْبَلْخِيُّ، وَنُسْخَةٌ أَيْضًا لِزُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ الْجُعْفِيِّ تَفَرَّدَ بِهَا أَبُو وَهْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُزَاحِمٍ الْمَرْوَزِيُّ" ترجمہ: حدیث میں امام زفر

کے دو مجموعے ہیں، ایک کے راوی ابو وہب اور دوسرے کے راوی شداد بن حکم ہیں۔

(معرفة علوم الحديث، ذكر النوع الثامن والثلاثين، جلد 1، صفحه 163، دار الكتب العلمية، بيروت)

فصل ثالث: امام زفر، فقہ حنفی، اور امام اعظم امام ابو حنیفہ کے دامن فقہ سے وابستہ ہونے کی وجہ

ان کی ذہانت اور طلب علم کی لگن محض تحدیث روایت پر اکتفا نہ کر سکی بلکہ امام المحدثین کا لقب پانے کے بعد ان کو امام ابو حنیفہ کے درس فقہ تک کھینچ لائی۔ تقریبا تمام مترجمین اور مورخین نے امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے محدثین کی جماعت سے الگ ہو کر فقہاء کی جماعت اور بطور خاص امام ابو حنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دامن فقہ سے وابستہ ہونے کی وجوہات تفصیل کے ساتھ کچھ یوں بیان کیں ہیں کہ امام زفر ابتداً محدثین کی خدمت میں تحصیل علم کے لیے جایا کرتے تھے، ایک دن ایک مسئلہ ایسا پیش آیا کہ جسے ان کے شیوخ حل نہ کر سکے، وہ ناچار امام اعظم کی خدمت میں آئے اور مسئلہ دریافت کیا، امام صاحب نے اس کا جواب دیا؛ مگر امام زفر اس سے مطمئن نہیں ہوئے اور کتاب وسنت سے اس کی دلیل پوچھی، امام اعظم نے اپنے دستور کے مطابق فرمایا کہ یہ مسئلہ فلاں حدیث سے ماخوذ ہے اور اس کے عقلی دلائل یہ ہیں پھر امام اعظم نے فرمایا کہ اگر مسئلہ کی صورت یہ ہو تو پھر جواب کیا ہوگا؟ امام زفر نے کہا کہ اس صورت کا سمجھنا تو میرے لیے پہلی صورت سے بھی زیادہ دشوار ہے، امام صاحب نے اس کا بھی جواب عنایت فرمایا، اس کے بعد امام اعظم نے کچھ اور مسائل پر روشنی ڈالی، امام زفر کا بیان ہے کہ میں امام اعظم کی مجلس سے بخوشی خوشی واپس ہوا اور اپنے اصحاب حدیث کے سامنے ان مسائل کو رکھا کہ وہ ان کا جواب دیں مگر وہ کسی مسئلہ کا کوئی جواب نہیں دے سکے، میں نے پھر تمام مسائل کے جوابات اور ان

کے دلائل ان پر بیان کئے تو وہ حیرت زدہ ہو گئے اور پوچھا کہ یہ باتیں تمہیں کہاں سے معلوم ہوئیں، میں نے بتایا کہ امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مجلس درس میں، اس کے بعد سے میں اپنے ساتھیوں میں راس الحلقہ سمجھا جانے لگا۔ اس کی حتمی معلومات ہمیں امام طحاوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے معلوم ہوتی ہیں۔ کیونکہ امام طحاوی قریب العہد ہیں اور بطور خاص فقہاء احناف میں پر اعتماد اور قابل سند ہیں لہٰذا اس بارے میں ان کی بات سب سے زیادہ معتبر اور قابل وثوق ہوگی۔ امام طحاوی کہتے ہیں "أخبرنا عبد الله بن مُحَمَّد السدوسي قَالَ أنبأ ابو بكر الدَّامغاني الْفَقِيه قَالَ أنبأ الطَّحاوِيّ قَالَ أنبأ مُحَمَّد بن عبد الله بن ابي ثَوْر قَالَ أخبرني مُحَمَّد بن وهب قَالَ كَانَ سَبَب انْتِقَال زفر الى ابي حنيفَة انه كَانَ من اصحاب الحَدِيث فَنزلت بِهِ وبأصحابه مَسْأَلَة فأعيتهم فَأتى ابا حنيفَة فَسَأَلَهُ عَنْهَا فَأَجَابَهُ فِي ذَلِك فَقَالَ لَهُ من أَيْن قلت هَذَا قَالَ لحَدِيث كَذَا وللقياس من جِهَة كَذَا ثمَّ قَالَ لَهُ ابو حنيفَة فَلَو كَانَت الْمَسْأَلَة كَذَا مَا كَانَ الْجَواب فِيهَا قَالَ فَكنت فِيهَا اعمى مني فِي الأولى فَقَالَ الْجَواب فِيهَا كَذَا من جِهَة كَذَا ثمَّ زادني مَسْأَلَة اخرى واجابني فِيهَا وَبَين وَجههَا قَالَ فرحت الى اصحابي فسألتهم عَن الْمَسَائِل فَكَانُوا فِيهَا اعمى مني فَذكرت لَهُم الْجَواب وبينت لَهُم الْعِلَل فَقَالُوا من ايْنَ لَك هَذَا فَقلت من عِنْد ابي حنيفَة فصرتِ رَأس الْحلقَة بِثَلَاث مسَائِل ثمَّ انْتقل الى ابي حنيفَة" ترجمہ: امام زفر کے امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی جانب منتقل ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اولاً اصحاب حدیث میں سے تھے، کوئی مسئلہ پیش آیا جس کے جواب سے وہ اور ان کے ساتھی عاجز تھے تو وہ امام ابوحنیفہ کے پاس آئے اور ان سے پوچھا۔ انہوں نے اس مسئلہ کا جواب

دیا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے یہ جواب کہاں سے اخذ کیا۔ امام ابوحنیفہ نے جواب دیا کہ حدیث یہ ہے اور اس سے قیاس اس طور پر ہوتا ہے۔ پھر امام ابوحنیفہ نے پوچھا اگر فلاں صورت حال پیش آتی تو جواب کیا ہوتا؟ امام زفر کہتے ہیں کہ میں اس بارے میں پہلے سے بھی زیادہ عاجز تھا۔ امام ابوحنیفہ نے ہی فرمایا: اس میں یہ جواب ہوگا اور اس جواب کی وجہ یہ ہوگی پھر امام ابوحنیفہ نے اور بھی چند دوسرے مسائل پوچھے اور ان سب مسائل کے جواب اور ان کے وجوہات بتائے۔ پھر میں اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آیا اور ان سے وہ مسائل پوچھے (جو امام ابوحنیفہ نے بتلائے تھے) تو وہ مجھ سے بھی زیادہ عاجز تھے پھر میں نے ان کو ان مسائل کے جواب اور ان کے وجوہات بتائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ سب تم نے کہاں سے جانا؟ میں نے کہا: ابوحنیفہ سے۔ اس کے بعد محض تین مسائل کی وجہ سے میں اپنی جماعت کا امیر اور سردار ہو گیا۔

(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ لصمیری، اخبار ابی الھذیل، صفحہ 113، عالم الکتب، بیروت)

(یہ واقعہ ابن فضل اللہ العمری نے بھی مسالک الابصار میں امام طحاوی کے طریق سے نقل کیا ہے جیسا کہ شیخ زاہد الکوثری نے ذکر کیا ہے۔)

مجلس ابی حنیفہ کے التزام کا باقاعدہ دور مبارک

اس واقعہ کے بعد سے امام زفر بالالتزام امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مجلسِ درس میں شامل ہونے لگے اور تقریباً بیس برس تک ان کی خدمت اور رفاقت میں رہے۔ امام ابوحنیفہ کی مجلسِ درس میں عجیب کشش اور اس کی یہ عجیب خصوصیت تھی کہ جو ایک بار اس میں شریک ہو گیا؛ پھر کیا مجال کہ وہ اس کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جائے۔ امام زفر کے اساتذہ کی تعداد بھی کچھ کم نہیں مگر جو محبت و شیفتگی اور عقیدت ان کو امام اعظم سے تھی وہ کسی سے نہیں

تھی۔اس میں امام اعظم کے علم وتفقہ اوران کے مجتہدانہ درس کے ساتھ ان کے عام اخلاق وکرداراورزہد وتقویٰ کا بڑا دخل تھا، خصوصیت سے طلبہ کے ساتھ وہ جس شفقت، حسن سلوک اور مساوات کے ساتھ پیش آتے تھے اوران کے لیے جو دلسوزی کرتے تھے، اس کی مثال دوسری جگہ کم ملتی ہے۔امام زفر امام اعظم کی زندگی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں "جالستُ أبا حنيفة أكثر من عشرين سنة فلم أر أحداً أنصح وَأشفق النَّاسَ منه، وَإِنَّهُ يبذل نفسه لله تعالى، أمّا عامة النهار فَإِنَّهُ كَانَ مشغولا بالمسائل و حلِّها و تعليمها فاذا قام من المجلس عاد مريضاً او شيّع جنازة او واسى فقيرا او واصل اخاً او سعى فى حاجةٍ فاذا كَانَ اللَّيْلُ خلا للتلاوة و العبادةِ و الصَّلوٰةِ فَكَانَ هَذَا سبيله حتى توفى" ترجمہ: میں بیس برس سے زیادہ امام ابوحنیفہ کی خدمت میں رہا، میں نے ان سے زیادہ کسی کو عام انسانوں کا خیرخواہ مخلص اور مشفق نہیں دیکھا، وہ صرف خدا ہی کے لیے اپنی طاقت وہمت خرچ کیا کرتے تھے،کوئی دوسرا مقصد نہیں ہوتا تھا، قریب پورا پورا دن وہ مسائل کے حل اوران کی تعلیم وتدریس میں لگے رہتے تھے، جب مجلسِ درس سے اُٹھتے تھے تو کسی مریض کی عیادت کے لیے جاتے یا کسی جنازہ میں شرکت کرتے یا کسی سے ملاقات کے لیے جاتے یا پھر کسی کی کوئی اور ضرورت پوری کرنے میں لگ جاتے تھے، جب رات ہوجاتی تو پھر ذکر وتلاوت اور نماز کے لیے اپنے کو یکسو کر لیتے تھے، پوری زندگی انہوں نے اسی طریقہ پر گزار دی۔

(مناقب الامام لکردری،فضائل شتی ،جلد2،صفحہ 104،مکتبہ اسلامیہ ،کوئٹہ)

یہ عبارت لمحات میں بھی ہے۔

"فنعم الشيخ ذلك الشيخ ونعم التلميذ ذلك التلميذ" وہ استاذ بھی کتنے ہی

اچھے استاد تھے اور وہ شاگرد بھی کتنے ہی اچھے شاگرد تھے۔ سبحان اللہ

امام زفر کا امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے تاثر

امام ابوحنیفہ کے تعلق سے اُس دور میں بھی غلط فہمیاں عام تھی اور طرح طرح کی باتیں ہوتی تھیں جن کے بقایا جات آج بھی ہم جرح وتعدیل کی کتابوں میں پڑھتے ہیں لیکن امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان خوش قسمت لوگوں میں سے تھے جنہوں نے کسی کے بارے میں سنی سنائی بات پر کوئی رائے قائم کرنے کے بجائے دیکھ اور پرکھ کر رائے قائم کرنا بہتر سمجھا۔ امام ابوحنیفہ سے وابستہ ہونے کے بعد دن بدن امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا تاثر بڑھتا گیا اور یہ تاثر مرورِ ایام کے ساتھ عقیدت مندی اور ارادت مندی تک پہنچ گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بسا اوقات امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی جانب سے دفاع کرتے ہیں اور کہتے ہیں "لا تلتفتوا إلى كلام المخالفين، فإنه ما قال إلا من الكتاب أو السنة، أو أقاويل الصُّحابة، ثم قاس عليها" ترجمہ: امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مخالفین کی باتوں کی طرف توجہ نہ دو کیونکہ وہ (امام اعظم) جو کہتے ہیں اس کی اصل کتاب، سنت اور اقوال صحابہ ہیں، اس کے بعد وہ قیاس کرتے تھے۔

اور اس ضمن میں یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ جب شادی کے موقعہ پر انہوں نے اپنی جانب سے خطبہ پیش کرنے کیلئے امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو چنا تو اس موقع پر ان کے خاندان کے بعض لوگوں نے اعتراض کیا اور کہا کہ اس موقع پر جب کہ خاندان کے ہی سربرآوردہ اور شرفاء موجود ہیں تو تم خطبہ کیلئے امام ابوحنیفہ کا انتخاب کیوں کر رہے ہو؟ اس موقع پر امام زفر کا جواب عقیدت مندی اور ارادت مندی کی ایک نایاب مثال ہے۔ انہوں نے معترضین سے کہا کہ اگر اس موقع پر میرے والد بھی حیات ہوتے تو بھی امام ابوحنیفہ کو ہی

خطبہ دینے کیلئے کہتا جیسا کہ اخبار ابی حنیفہ میں ہے، جس کا مزید بیان مع تخریج کے آگے ذکر کیا جائے گا۔

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور رشتہ ازدواج

آپ نے ممتاز محدث خالد بن حارث کی بہن سے نکاح کیا تھا۔

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اولاد

جیسا کہ گزرا کہ کل 48 سال کی عمر میں وفات پائی، وفات کے وقت امام ابو یوسف موجود تھے، انہوں نے آخری وصیت کی خواہش ظاہر کی، انہوں نے کہا کہ یہ سامان میری بیوی کا ہے اور یہ تین ہزار درہم میرے بھتیجے کے ہیں؛ پھر فرمایا کہ نہ تو مجھ پر کسی کا کوئی حق ہے اور نہ میرا کسی پر کوئی حق ہے۔ (یعنی یہ جو پاس رکھا ہوا ہے، میں اس کا مالک نہیں بلکہ سارا ساز و سامان کسی اور کا ہے۔) (مناقب کردری)

امام زفر کی اولاد تھی یا نہیں؟ مجھے اس حوالہ سے کچھ نہ ملا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

امام ابو حنیفہ کا اپنے شاگرد کے علم و فضل کا اعتراف

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تفقہ اور اجتہادی صلاحیتوں سے مالا مال اور بہرہ ور تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے امام ابو حنیفہ کے حین حیات میں فقہ و تفقہ میں وہ مقام پیدا کر لیا کہ امام ابو حنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بھی ان کو ائمۃ المسلمین کے گراں قدر خطاب سے نوازا۔ چنانچہ امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جب اپنے استاد اور وقت کے امام اعظم ابو حنیفہ سے اپنے خطبہ نکاح کی عرض پیش کی تو امام ابو حنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خطبہ نکاح میں کہا "ھذا زفر بن الھذیل امام من ائمة المسلمین وعلم من اعلامھم شرفه وحسبه وعلمه" ترجمہ: یہ زفر بن ہذیل مسلمانوں کے امام اور اپنے شرف، خاندان

اور علم کے لحاظ سے ایک قابل قدر شخصیت ہیں۔ (المنتخب، جلد 01، صفحہ 139، بیروت، لبنان)

لمحات النظر والے نے اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا "و کفی فی معرفة منزلة زفر فی الفضل قول ابی حنیفة هذا فیه" ترجمہ: امام ابو حنیفہ کی زبان سے نکلے ہوئے یہ جملے امام زفر کی فضیلت کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔

(لمحات النظر، صفحہ 8، المکتبة الازهریة للتراث، بیروت)

بقول امام ابو حنیفہ امام زفر استادوں کے بھی استاد

مناقب امام اعظم للکردری 125/2 اور لمحات النظر میں ہے کہ " اصحابنا هؤلاء ستة وثلاثون رجلا منهم ثمانية وعشرون یصلحون للقضاء، ومنهم ستة یصلحون للفتوی ومنهم اثنان یصلحان یؤدبان القضاة وأصحاب الفتوی وأشار الی ابی یوسف و زفر" یعنی ایک بار (امام اعظم نے فرمایا) کہ میرے چھتیس اصحاب ایسے ہیں جن میں اٹھائیس قاضی ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور چھ مفتی بن سکتے ہیں اور دو آدمی یعنی ابو یوسف اور زفر قاضیوں اور مفتیوں کی تعلیم و تربیت کا کام کر سکتے ہیں۔

(لمحات النظر، صفحہ 11، المتبة الازهرية للتراث، بیروت).

امام زفر (رحمة الله تعالیٰ علیه) اور فقہ حنفی کی خدمت

امام ابو حنیفہ (رحمة الله تعالیٰ علیه) سے امام زفر (رحمة الله تعالیٰ علیه) کو جو عقیدت تھی اسی کا نتیجہ ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے علمی طور پر فقہ حنفی کی نشر و اشاعت میں کلیدی رول ادا کیا اور وہ بھی ایسے مقام پر جہاں کے لوگ کوفہ اور اہل کوفہ کے شدید نکتہ چیں تھے یعنی بصرہ والے۔ اہل کوفہ اور اہل بصرہ کی دوریاں تاریخ و رجال سے اشتغال رکھنے والوں پر مخفی نہیں ہوگی، اس بناء پر جب ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے باوجود اس کے کہ امام ابو حنیفہ (رحمة الله تعالیٰ علیه) کوفہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اہل بصرہ کو امام ابو حنیفہ کے تعلق سے اپنا زم گوشہ کرلیا

اوراس کے لئے ایسی مدلل فقہی ابحاث کرتے کہ وہاں کے لوگ امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی ذہانت وذکاوت اور معاملہ فہم کے قائل ہوجاتے ہیں اور جب قائل ہوجاتے تو بتاتے یہ مذہب ابوحنیفہ کا ہے۔ حافظ ذہبی نے بھی سیر اعلام النبلاء 8/41 میں کہا ہے "قلت: ہومن بحور العلم واذکیاء الوقت" ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ وہ (امام زفر) علم کے سمندر اور وقت کے ذہین ترین لوگوں میں سے ایک تھے۔ امام زفر نے بصرہ میں فقہ حنفی کی نشر واشاعت کی خدمت کس طرح انجام دی۔ اس بارے میں مناقب الامام الاعظم للکردری میں ہے کہ:۔

امام زفر جب بصرہ گئے تو اہل بصرہ ان سے اتنا مانوس ہوئے کہ انہوں نے بضد ہوکر ان کو اپنے ہی پاس روک لیا۔ امام زفر عموما عثمان البتی کی مجالس علم میں شریک ہوتے اور وہاں پر مختلف مسائل کے بارے میں باتیں ہوتیں۔ امام زفر مسئلہ کے حق میں دلائل دیتے اور جب لوگ اس کو قبول کر لیتے تو ان سے پوچھتے کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس قول کا قائل کون ہے؟ پھر بتاتے کہ اس قول کے اصل قائل ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہیں۔ اس طرح انہوں نے دھیرے دھیرے اہل بصرہ کے قلوب کو امام ابوحنیفہ رضی اللہ کی جانب مائل کیا اور اہل بصرہ جو بھی کوفیوں اور کوفہ کے ہونے کی وجہ سے امام ابوحنیفہ کا نام سننے کے روادار نہیں تھے آہستہ آہستہ ان کے قلوب امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی جانب مائل ہوگئے اور انہوں نے بھی امام ابوحنیفہ کے فقہی اقوال کو اختیار کرلیا۔

یہ واقعہ حافظ ابن عبدالبر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے بھی "الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ" میں امام زفر کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے۔ ان کے الفاظ ہیں "وَلِیَ قَضَاءَ الْبَصْرَةِ فَقَالَ لَهُ أَبُو حَنِيفَةَ قَدْ عَلِمْتَ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ أَهْلِ الْبَصْرَةِ مِنَ الْعَدَاوَةِ

وَالْحَسَدِ وَالْمُنَافَسَةِ مَا أَظُنُّكَ تَسْلَمُ مِنْهُمْ فَلَمَّا قَدِمَ الْبَصْرَةَ قَاضِيًا اجْتَمَعَ إِلَيْهِ أَهْلُ الْعِلْمِ وَجَعَلُوا يُنَاظِرُونَهُ فِي الْفِقْهِ يَوْمًا بَعْدَ يَوْمٍ فَكَانَ إِذَا رَأَى مِنْهُمْ قَبُولًا وَاسْتِحْسَانًا لِمَا يَجِيءُ بِهِ قَالَ لَهُمْ هَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ فَكَانُوا يَقُولُونَ وَيُحْسِنُ أَبُو حَنِيفَةَ هَذَا فَيَقُولُ لَهُمْ نَعَمْ وَأَكْثَرَ مِنْ هَذَا فَلَمْ يَزَلْ بِهِمْ إِذَا رَأَى مِنْهُمْ قَبُولًا لِمَا يَحْتَجُّ بِهِ عَلَيْهِمْ وَرِضَى بِهِ وَتَسْلِيمًا لَهُ قَالَ لَهُمْ هَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ فَيَعْجَبُونَ مِنْ ذَلِكَ فَلَمْ تَزَلْ حَالُهُ مَعَهُمْ عَلَى هَذَا حَتَّى رَجَعَ كَثِيرٌ مِنْهُمْ عَنْ بُغْضِهِ إِلَى مَحَبَّتِهِ وَإِلَى الْقَوْلِ الْحَسَنِ فِيهِ بَعْدَ مَا كَانُوا عَلَيْهِ مِنَ الْقَوْلِ السَّيِّءِ فِيهِ" ترجمہ: امام زفر بصرہ کے قاضی بنائے گئے تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا: آپ سے پوشیدہ نہیں کہ بصرہ کے لوگ ہم سے بلاوجہ کی عداوت اور حسد کرتے ہیں لہٰذا آپ کا سلامت بچ نکلنا دشوار ہے ۔جب بصرہ میں قاضی مقرر ہو کر آئے تو اہل بصرہ جمع ہو کر روزانہ آپ سے فقہی مسائل میں مناظرہ کیا کرتے تھے ۔جب آپ نے اپنے بیان کردہ مسائل اور ان کے دلائل کی قبولیت اور ان کا اچھا تاثر دیکھا تو کہنے لگے ۔یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔اہل بصرہ متعجب ہو کر پوچھتے؟ کیا ابوحنیفہ ایسا بھی کہہ سکتے ہیں؟ امام زفر نے جواباً کہا: جی ہاں! اور اس سے بھی زیادہ۔اس کے بعد تو معمول سا ہو گیا کہ جب بھی آپ اہل بصرہ کا رجحان تسلیم وانقیاد دیکھتے تو کہہ دیتے کہ یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔اس سے اہل بصرہ اور متعجب ہوتے چنانچہ امام زفر کا اہل بصرہ سے یہی رویہ رہا یہاں تک کہ بغض وعداوت چھوڑ کر وہ امام صاحب کے گہرے دوست بن گئے پہلے برا بھلا کہتے تھے اور اب ان کی تعریف میں رطب اللسان رہنے لگے۔ (الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ، صفحہ 174، دار الکتب العلمیۃ)

شیخ زاہد کوثری کی کتاب لمحات النظر میں بطریق اسماعیل بن حماد نقل ہے:

امام ابوحنیفہ کے دس شاگرد جن میں ابو یوسف، امام زفر، اسد بن عمر، عافیہ، داؤد طائی، قاسم بن معن، علی بن مسہر، یحی بن زکریا، حبان اور مندل شامل ہیں، ان میں سے امام ابو یوسف اور امام زفر کی طرح کا کوئی نہیں، ان کا شمار اکابر اصحاب ابی حنیفہ میں ہوتا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں ''بطریق اسماعیل بن حماد: کأصحاب أبی حنیفة عشرة: أبو یوسف، وزفر، وأسد بن عمرو البجلی، وعافیة الاودی، وداؤد الطائی والقاسم بن معن المسعودی وعلی بن مسھر ویحی بن زکریا بن ابی زاءدة، وحبان ومندل ابناعلی العنزی۔ ولم یکن فیھم مثل أبی یوسف وزفر وھؤلاء أکابر اصحاب ابی حنیفة الذین دونوا الفقه معه۔" عبارت کا ترجمہ وہی ہے جو اوپر لکھا گیا ہے۔ (لمحات النظر، صفحه 11، المکتبة الازھریة للتراث، بیروت)

امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) بحیثیت ماہر نفسیات

بصرہ کی فضا اس وقت امام اعظم کے تلامذہ کے لیے نہایت غیر موزوں تھی گو وہاں امام صاحب کے متعدد ممتاز تلامذہ موجود تھے مگر کسی نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کرنے کی ہمت نہیں کی۔ یوسف بن خالد بصری، امام ابوحنیفہ کے خاص شاگرد تھے، جب وہ امام اعظم کی خدمت سے وطن واپس ہونے لگے تو امام صاحب نے اُن سے کہا کہ بصرہ میں بہت سے صاحب علم و فضل ہیں وہاں جا کر کسی پلر سے لگ نہ بیٹھنا (اس وقت دینی علوم کی درسگاہیں مسجدیں ہوتی تھیں، یہ اسی طرف اشارہ ہے کہ مسجد کے کسی پلر سے لگ کر مسند درس نہ بچھا دینا) یعنی درس و تدریس کا سلسلہ نہ جاری کر دینا اور یہ کہنے لگنا کہ ابوحنیفہ نے یہ اور یہ کہا ہے ورنہ جلد ہی مسند درس اُٹھا دینی پڑے گی مگر انہوں نے امام اعظم کی ہدایت پر عمل نہ کیا اور بصرہ پہنچتے ہی مسند درس قائم کر دی، نتیجہ وہی ہوا جس کی امام صاحب نے پیش گوئی

کی تھی، یعنی ان کو جلد ہی مسندِ درس اُٹھا دینی پڑی، اس وقت بصرہ میں عثمان بن مسلم امامِ بصرہ تھے، یہ ان کی مجلسِ علم میں جانے لگے مگر ان سے وہاں بھی خاموش نہیں رہا گیا اور انہوں نے امام اعظم کے اقوال ان کے سامنے پیش کرنا شروع کر دیئے جس کے نتیجہ میں شیخ عثمان کے تلامذہ نے ان کو زدوکوب تک کیا۔

(لمحات النظر، دار احیاء لتراث العربی، بیروت، صفحہ 19)

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ بصرہ میں امام اعظم اور ان کے تلامذہ سے متعلق لوگوں میں کتنی نفرت پھیلی ہوئی تھی انہی حالات میں امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) بصرہ جاتے ہیں، امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) لوگوں کی نفسیات اور ان کی سیاست اور رجحان سے خوب واقف تھے اسی لئے انہوں نے یوسف بن خالد کو اہلِ بصرہ کے بارے میں آگاہ کر دیا تھا مگر وہ اس کو نہ سمجھ سکے، جس کے نتائج ان کے حق میں اچھے نہیں ہوئے، امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) خود بھی ذہین اور موقع شناس تھے اور پھر امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی اس ہدایت سے بھی واقف تھے، اس لئے جب وہ بصرہ گئے تو انہوں نے پہلے حلقہ درس نہیں قائم کیا بلکہ شیخ عثمان بن مسلم کی مجلسِ درس میں شرکت کرنے لگے، کچھ روز وہ چپ چاپ درس میں شریک ہو کر سنتے رہے، اس کے بعد انہوں نے ان کے اصول وفروع پر نظر ڈالی تو بہت سے مسائل کے سلسلہ میں اصل وفرع اور ماخوذ میں تضاد نظر آیا، امام زفر ان مسائل کا تذکرہ ان کے تلامذہ سے کرتے اور پھر بہ دلائل اُن کی غلطی واضح کرتے وہ تلامذہ اس کا ذکر شیخ سے کرتے اور اُن سے اپنی رائے سے رجوع کرنے کیلئے اصرار کرتے، تھوڑے دن کے بعد نتیجہ یہ ہوا کہ امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے استفادہ کرنے والوں کا ہجوم ہوا اور ان کو ایک الگ حلقہ درس قائم کرنا پڑا، ابو اسد کہتے ہیں کہ ان کے درس میں اتنا

ہجوم ہوا کہ وہاں کے اکثر حلقہائے درس ٹوٹ گئے۔

اپنے استاد(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)پر اعتماد کی جھلک

اصول الدین عند الامام ابی حنیفہ میں ہے"ویقول زفر بن الهذيل:لا تلتفتوا إلى كلام المخالفين؛ فإن أبا حنيفة وأصحابنا لم يقولوا في مسألة إلا من الكتاب والسنة والأقاويل الصحيحة، ثم قاسوا بعد عليه" ترجمہ:زفر بن ہذیل کا فرمان ہے کہ امام ابوحنیفہ کے مخالفین کی طرف توجہ نہ کرو کیونکہ ابوحنیفہ اور ہمارے اصحاب ہر ایک مسئلہ قرآن وحدیث اور اقوال صحیحہ سے بیان کرتے ہیں،ان میں کچھ نہ ملے تو پھر قرآن وحدیث کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق قیاس کرتے ہیں۔

(اصول الدین عند الامام،الباب الاول،جلد1،صفحہ 151،دار الصمیعی، السعودیہ)

امام زفر کا اپنے استاد کی تعظیم وتوقیر کرنا

محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی،ابوجعفر الطبری متوفی 310: لکھتے ہیں"حدثني عمرو بن سليمان العطار قال كنت بالكوفة أجالس أبا حنيفة فتزوج زفر فحضره أبو حنيفة فقال له تكلم فخطب فقال في خطبته هذا زفر بن الهذيل وهو إمام من أئمة المسلمين وعلم من أعلامهم في حسبه وشرفه وعلمه فقال بعض قومه ما يسرنا أن غير أبي حنيفة خطب حين ذكر خصاله ومدحه وكره ذلك بعض قومه وقالوا له حضر بنو عمك وأشراف قومك وتسأل أبا حنيفة يخطب فقال لو حضر أبي قدمت أبا حنيفة عليه" ترجمہ:عمرو بن سلیمان کہتے ہیں کہ مجھے کوفہ میں ابوحنیفہ(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)کی صحبت حاصل ہوئی ہے،امام زفر(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)کی شادی تھی کہ امام ابوحنیفہ تشریف لائے،

امام زفر نے ان سے عرض کی: کچھ ارشاد ہو: پس امام اعظم نے خطبہ ارشاد فرمایا: اور اپنے خطبے میں فرمایا: یہ زفر ہیں، اماموں کے امام ہیں اور حسب و شرف و علمی لحاظ سے ان اماموں کی نشانیوں میں سے ہیں۔۔۔۔۔ جب کہ کچھ افراد کو یہ بات اچھی نہ لگی اور امام زفر سے کہنے لگے کہ تمہارے چچازاد بھائی اور تمہارے خاندان کے معزز لوگوں کے موجود ہونے کے باوجود تم نے ابوحنیفہ سے خطبہ کے لئے کیوں کہا، امام زفر نے فرمایا: اگر یہاں میرا باپ بھی موجود ہوتا تو میں امام ابوحنیفہ کو اس پر بھی ترجیح دیتا۔

(المنتخب، جلد 01، صفحہ 139، بیروت، لبنان)

اخبار ابی حنیفہ میں ہے "قَالَ ثنَا ابو جَعْفَر الطَّحَاوِیّ قَالَ سَمِعت ابْن ابِی عِمرَان یحدِّث عَن الْوَلِید بن حَمَّاد اللؤلُوِی وَهُوَ ابْن اخی الْحسن بن زِیَاد اللؤلُوِی قَالَ قلت لِعَمِّی الْحسن بن زِیَاد اللؤلُوِی رَأَیْت زفر وابا یُوسُف عِنْد ابی حنِیفَة فَکیف رَأیتهما قَالَ رَأیتهما کعصفورین قد انقض عَلَیْهِمَا بازی" ترجمہ: ولید بن حماد اللولوی کہتے ہیں میں نے اپنے چچا حسن بن زیاد لولوی سے کہا: آپ نے زفر اور ابو یوسف کا امام ابوحنیفہ کی بارگاہ میں حاضری کا انداز دیکھا ہے؟ آپ نے ان دونوں کو کیسا پایا؟ حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی بارگاہ میں ان دونوں کو ان چڑیوں کی طرح پایا جن کے اوپر باز آ کر گرا ہو۔ (یعنی بے حس و حرکت)

(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، جلد 1، صفحہ 112، عالم الکتب، بیروت)

امام کردری صاحب فتاوی بزازیہ نے مناقب لامام اعظم میں لکھا کہ "امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) امام ابوحنیفہ کا غایت درجہ احترام کرتے تھے، فرماتے تھے کہ امام اعظم کی زندگی میں، میں ان سے اختلاف کرتا تھا مگر اب ہمت نہیں پڑتی۔ جب ان کی

شادی ہوئی تو امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو انہوں نے مدعو کیا اور خطبہ کی خواہش ظاہر کی۔ امام اعظم نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ اپنے علم و فضل اور شرف کے لحاظ سے امام المسلمین ہیں، بعض لوگوں کو یہ اعزاز برا معلوم ہوا اور اُن سے کہا کہ تمہارے خاندان اور قوم کے ممتاز لوگ موجود ہیں، ان سے خطبہ کی خواہش نہیں کی، امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا کہ اگر میرے والد بھی موجود ہوتے تو میں ان پر بھی امام صاحب کو ترجیح دیتا۔

(مناقب کردری، جلد2، صفحہ 182)

یہ کتاب اس وقت میرے پاس موجود نہیں، کہیں سے نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

امام اعظم کی مجلس میں امام زفر کی نشست

اخبار ابی حنیفہ میں ہے "اُخبُرنَا عمر قَالَ ثَنا مکرم قَالَ ثَنا عبد الْوَهَّاب بن مُحَمَّد قَالَ حَدثنِي احمَد بن الْقَاسِم قَالَ ثَنَا البرتي الْقَاضِي قَالَ سَمِعت ابا نعيم قَالَ كَانَ زفر يجلس بحذاء ابي حنيفَة وَكَانَ ابو يُوسُف يجلس الى جَانِبه" ترجمہ: قاضی برتی کہتے کہ میں نے ابو نعیم سے سنا کہ زفر بن ہذیل امام اعظم کے مقابل یعنی سامنے بیٹھتے اور ابو یوسف ایک سائیڈ میں ہو کر بیٹھتے۔

(اخبار ابی حنیفة واصحابه، جلد1، صفحه 111، عالم الکتب، بیروت)

لمحات النظر میں ہے "عن بشر بن یحی عن خالد ابن صبیح قال: رحلت الی ابی حنیفة فنعی الی فی الطریق فدخلت مسجد الکوفة فاذا الناس کلهم علی زفر بن الهذیل وعند ابی یوسف رجلان أو ثلاثة أه۔ لعل هذ الامر کان فی مبدأ الأمر، ثم علا شأن أبی یوسف بکثرت الاخذین عنه بحیث لا یلحقه لاحق ذلك فضل الله یؤتیه من یشاء" یعنی خالد ابن صبیح کہتے ہیں: میں مسجد کوفہ میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ تمام کے تمام لوگ امام زفر کے ارد گرد جمع ہیں اور امام

یوسف کے پاس صرف دو تین ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔ شاید یہ امام اعظم کی وفات کے ابتدائی دور کا معاملہ ہے کیونکہ بعد میں تو امام ابو یوسف کی قدر و منزلت بڑے عروج کو پہنچ گئی تھی اور ان سے سیکھنے والوں کی تعداد جس قدر ہوئی اس کے برابر کسی کی نہ ہوئی۔ یہ اللہ ہی کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ (لمحات النظر، صفحہ 10، المکتبۃ الازھریۃ للتراث، بیروت)

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا فقہ حنفی سے لگاؤ

حسین بن علی بن محمد بن جعفر، ابو عبد اللہ الصَّیمَری حنفی لکھتے ہیں "وَحدثنا عبد اللہ بن مُحَمَّد البَزَّاز قَالَ ثَنَا مکرم قَالَ ثَنَا احمَد قَالَ ثَنَا الحُسَین بن حَمَّاد قَالَ کَانَ أَصحَاب أبی حنیفَة الَّذین کَانُوا یلزمون الحلقَة عشرَة وَکَانَ الحفاظ للفقه کَمَا یحفظ القُرآن أَربَعَة وهم زفر بن الهُذیل وَیَعقُوب بن إِبرَاهِیم وَأسد بن عَمرو وَعلی بن مسهر" ترجمہ: اصحاب ابی حنیفہ میں دس افراد ایسے تھے جو پابندی کے ساتھ فقہی مذاکرہ کے حلقہ میں شرکت کرتے تھے اور چار افراد ایسے تھے کہ وہ فقہ کو ایسے یاد کرتے جیسے قرآن کو یاد کیا جاتا ہے، وہ چار یہ ہے۔

(1) زفر بن ہذیل

(2) یعقوب بن ابراہیم

(3) اسد بن عمرو

(4) علی بن مسہر

(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، جلد 1، صفحہ 74، عالم الکتب، بیروت)

فصل رابع: امام زفر کا علمی مقام

امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا فقہ میں مقام و مرتبہ

امام زفر کا فقہ میں کیا مقام و مرتبہ ہے اور بطور خاص فقہائے احناف میں ان کا درجہ ورتبہ کیا ہے، اس بارے میں ضرورت ہے کہ ذرا تفصیلی طور پر کلام کیا جائے۔ علامہ ابن عابدین شامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے امام زفر کو فقہاء یا مجتہدین کے سات درجے کرنے کے بعد دوسرے درجہ میں رکھا ہے یعنی مجتہد فی المذہب۔ جن کا کام یہ ہے کہ جس مسئلہ میں امام اعظم (رضی اللہ تعالی عنہ) سے کوئی صراحت نہ ہو، اس میں اجتہاد کریں لیکن اصول میں وہ امام ابوحنیفہ کی مخالفت نہیں کرتے۔ علامہ ابن عابدین شامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی اس تقسیم کی بعض حضرات نے مخالفت کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) اور امام زفر کا مقام و مرتبہ بھی مجتہد مطلق کا ہے یعنی اصول اور فروع دونوں میں وہ مجتہد ہیں البتہ انہوں نے چونکہ ہمیشہ اپنی نسبت امام ابوحنیفہ اور ان کے مسلک کی نشر و اشاعت کو ترجیح دی، اس لحاظ سے ان کو امام ابوحنیفہ یا فقہائے احناف کی جانب منسوب کیا جاتا ہے ورنہ وہ بھی ویسے ہی مجتہد ہیں جیسے امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی (رضی اللہ تعالی عنہم) وغیرہ۔ شیخ ابوزہرہ نے امام ابوحنیفہ پر لکھی گئی کتاب میں اس پر بحث کی ہے اور آخر میں یہی رائے قائم کی ہے کہ وہ مجتہد مطلق تھے۔ یعنی اجتہاد مطلق کی تمام شرائط اور اوصاف ان میں بدرجہ کمال موجود تھے لیکن انہوں نے ہمیشہ امام ابوحنیفہ کے اقوال کی نشر و اشاعت اور ان کے مسلک کو عام کرنے کی کوشش کی۔ حیات امام ابوحنیفہ، تالیف شیخ ابوزہرہ، ترجمہ غلام احمد حریری صفحہ (725) دوسری طرف شیخ زاہد الکوثری نے بعض مصنفین کی جانب سے امام زفر کو مجتہد مطلق کے بجائے مجتہد فی المذہب میں رکھنے پر سخت اعتراض کیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں "بعد ان علم ان زفر مع ابی یوسف کفرسی رھان فی الاجتھاد لایبقی وجہ للالتفات الی قول من ظن ان

زفر فی عداد المجتهدین فی المذهب کماوضحنا ذلک فی غیرموضع ...... ومع ذلک کان کله لزفر مخالفات فی الاصول والفروع مدونة فی کتب القوم فلایکون تادب زفر تجاه استاذہ ومحافظته علی الانتساب الیه وعرفانه لجمیله علیه ممایزل مقامه فی الاجتهاد المطلق علی حدة ذهنه فی قیاس المسائل،وقوة ضبطه للدلائل واتقانه للحدیث کمااقر بذلک امثال ابن حبان وورعه البالغ معروف عند الجمیع رضی اللہ عنه وعن اساتذته واصحابه اجمعین" یعنی جب یہ معلوم ہو گیا کہ زفراورابویوسف (رحمہم اللہ) اجتہاد میں اونچے مقام کے حامل ہیں تو اب کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی کہ ہم ان لوگوں کے قول کی طرف توجہ کریں جنہوں نے امام زفر کو مجتہدین فی المذہب میں شمار کیا ہے جیسا کہ ہم نے دوسرے مقامات پر بھی واضح کیا ہے کیونکہ امام زفر کے اصول اورفروع دونوں میں امام ابوحنیفہ سے اختلافات ہیں جوفقہاء احناف کی کتابوں میں مذکور ہیں، یہ صحیح ہے کہ امام زفر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا انتہائی ادب کرتے تھے، اوران کی جانب نسبت کی حفاظت کرتے تھےاورامام ابوحنیفہ کے اپنے اوپر حسن سلوک کو ہمیشہ یادرکھتے تھےلیکن اس کی وجہ سے امام زفر کے درجہ کو اجتہادِ مطلق سے کم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ مسائل کے قیاس میں ان کی بلند پروازی، دلائل کا انضباط اورفنِ حدیث میں اتقان جس کا ابن حبان نے اعتراف کیا ہے، اورانتہائی پرہیز گاری وغیرہ ایسے امور ہیں جسے سب جانتے ہیں۔

(لمحات النظر فی سیرۃ الامام زفر، صفحہ 21-20)

[واجب اللحاظ تنبیہ] شیخ زاہد کوثری کی امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو مجتہد فی المذہب کے درجے میں شمار کرنے والوں پر تنقید واعتراض بے بنیاد ہے جسے غلو یا اسے ان

کے اپنے ذاتی مؤقف کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا لہٰذا صحیح و درست اور راجح یہی ہے کہ امام زفر مجتہد فی المذہب تھے اور محققین کی یہی تحقیق ہے جیسا کہ علامہ شامی لکھتے ہیں "الثانیة: طبقة المجتهدین فی المذهب: کأبی یوسف و محمد و سائراصحاب أبی حنیفة القادرین علی استخراج الاحکام عن الادلة المذکورة علی حسب القواعدالتی قررهااستاذهم فانهم وان خالفوه فی بعض الاحکام الفزوع لکنهم یقلدونه فی قواعدالاسلام" ترجمہ: دوسرا درجہ مجتہدین فی المذہب کا ہے جیسا کہ امام ابو یوسف، امام محمد اور ان کے دیگر اصحاب جن کے اندر اپنے استاد کے بیان کردہ قواعد و ضوابط و اصول کے مطابق دلائل کی روشنی میں نو پیدا مسائل کا حل تلاش کرنے کی صلاحیت موجود تھی اگرچہ ان اصحاب نے بعض فروع میں امام اعظم سے اختلاف کیا ہے مگر وہ قواعد اسلام میں امام صاحب ہی کی پیروی کرتے تھے۔

(رسم المفتی، صفحہ 21، مکتبہ دار العلوم، کراچی، پاکستان)

امام زفر امام ابو حنیفہ کے جانشین تھے

آپ کے علمی مقام کی بلندی کے کیا کہنے، کیا یہ کوئی معمولی مقام و مرتبہ ہے کہ بڑے بڑے امام آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا جانشین اور امام ابوحنیفہ کے بعد آپ سے علم دین سیکھنے کو باعث شرف سمجھتے ہیں جیسا کہ امام وکیع (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے امام زفر سے تحصیل علم کے بارے یہ الفاظ منقول ہیں "وَکَانَ یَقُول اَلْحَمدُ لِلّٰہ الَّذِی جَعَلَكَ لَنَا خَلَفًا عَنِ الإِمَامِ وَلٰکِن لَا یَذهَبُ عَنِّی حَسرَةُ الإِمَامِ" ترجمہ: خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو ہمارے لئے امام کا جانشین بنایا لیکن مجھ سے امام ابوحنیفہ کے تعلق سے حسرت نہیں جاتی ہے۔ (یعنی ان کے انتقال کا دکھ اور صدمہ

اپنی جگہ باقی ہے۔) (الجواھر المضیۃ، جلد2، صفحہ 535، میر محمد، کتب خانہ، کراچی)

یہی وجہ ہے کہ جب امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس دنیا فانی سے کوچ کیا تو لوگوں نے امام زفر (رحمۃ اللہ علیہ) کی علمیت سے متاثر ہو کر آپ کی طرف رخ کر لیا اور یہ صورتحال اس حد کو پہنچی کہ امام زفر لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ اخبار ابی حنیفہ میں ہے "أَخْبَرَنَا عبد الله بن مُحَمَّد الشَّاهِد قَالَ ثنا مكرم قَالَ ثنا احمد بن مُحَمَّد قَالَ ثنا مليح بن وَكيع عَن ابيه قَالَ لما مَاتَ ابو حنيفَة اقبل النَّاس على زفر" ترجمہ: جب امام ابوحنیفہ فوت ہوئے تو لوگوں نے امام زفر کا رخ کر لیا۔

(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، جلد1، صفحہ 111، عالم الکتب، بیروت)

اور یہی وجہ ہے کہ لوگ اپنے معاملات میں امام زفر کو حجت سمجھنے لگے "وَعَن أبي مُطِيع زفر حجَّة الله على النَّاس فِيمَا بَينهم يعْملُونَ" ترجمہ: ابو مطیع سے ہے کہ لوگوں کے آپس کے معاملات میں ان پر امام زفر اللہ کی حجت ہیں۔

(الجواھر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، جلد2، صفحہ 535، میر محمد کتب خانہ، کراتشی)

اور جب لوگوں نے امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا اور ان سے اکتساب فیض کیا اور لوگوں نے امام زفر کو قریب سے ہو کر دیکھا تو آپ کے علم کثیر کی وجہ سے لوگ اس قدر متاثر ہوئے کہ امام وکیع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جیسے کہنے لگے کہ امام زفر کی صحبت سے زیادہ مجھے کسی کی صحبت نے فائدہ نہ دیا جیسا کہ الجواھر میں ہے "وَعَن وَكِيع وَهُوَ شَيْخه مَا نفعني مجالسة أحد مثل مَا نَفَعَنِي مجالسة زفر" ترجمہ: امام وکیع سے ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جس قدر امام زفر کی صحبت سے فائدہ حاصل ہوا کسی اور سے نہ ہوا۔

(الجواھر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، جلد2، صفحہ 535، میر محمد کتب خانہ، کراتشی)

لمحات النظر میں ہے "قیل لوکیع بن الجراح تختلف الی زفر؟فقال غررتمونا عن ابی حنیفة حتی فات فتریدون ان تغرونا عن زفر" ترجمہ: وکیع بن جراح سے کہا گیا کہ آپ امام زفر کے پاس بہت آتے جاتے ہیں، تو آپ نے جواباً فرمایا کہ پہلے تم لوگ مجھے امام اعظم کے بارے میں بہکاتے رہے اب امام زفر کے بارے میں بہکا رہے ہو۔ (لمحات النظر،صفحہ 8،المکتبة الازھریة للتراث،بیروت)

مجلس تحقیقات شرعیہ

سیدی امام احمد رضا خان (علیہ رحمۃ الرحمٰن) کے فتاوی رضویہ میں لکھا ہے کہ امام صاحب (ابو حنیفہ) کی مجلس میں سب سے زیادہ بحث ہوتی اور بحث کرنے والے چار افراد ہوتے۔ (فتاوی رضویہ،جلد 01،صفحہ 97،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

اور وہ چار افراد کون سے تھے؟ ان کی تصریح متعدد کتب میں موجود ہے چنانچہ فتاوی رضویہ ہی میں ہے "عن عاصم بن یوسف لم یر مجلس انبل من مجلس الامام وکان انبل اصحابه اربعة زفرو ابو یوسف وعافیة واسد بن عمرو وقالوا لا یحل لاحد ان یفتی بقولنا حتی یعلم من این قلنا ولا ان یروی عنا شیئا لم یسمعه منا وفیھا عن ابن جبلة سمعت محمدا یقول لایحل لاحد ان یروی عن کتبنا الا ما سمع او یعلم مثل علمنا" ترجمہ: عاصم بن یوسف سے روایت ہے کہ امام اعظم کی مجلس سے زیادہ معزز کوئی مجلس دیکھنے میں نہ آئی، اور ان کے اصحاب میں زیادہ معزز و بزرگ چار حضرات تھے:

(1) امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

(2) امام ابو یوسف (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

(3)امام عافیہ(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

(4)امام اسد بن عمرو(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ان حضرات نے فرمایا: کسی کے لئے ہمارے قول پر فتوی دینا اُس وقت تک روا(جائز)نہیں جب تک اسے یہ نہ معلوم ہوجائے کہ ہم نے کہاں سے کہا ہے، نہ ہی اس کے لئے یہ روا ہے کہ ہم سے کوئی ایسی بات روایت کرے جو ہم سے سنی نہ ہو۔ اِسی کتاب میں ابن جبلہ کا یہ بیان مروی ہے کہ میں نے امام محمد کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی کے لئے ہماری کتابوں سے روایت کرنا روانہیں مگر وہ جو خود اس نے سنا ہو یا وہ جو ہماری طرح علم رکھتا ہو۔ (فتاوی رضویہ، جلد01، صفحہ97، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

امام زفر(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ایک مفتی کی حیثیت سے

اعلام میں ہے"زفر بن الهذيل بن قيس العنبري، من تميم، أبو الهذيل: فقيه كبير، من أصحاب الإمام أبي حنيفة"ترجمہ: زفر بن ہذیل بن قیس عنبری تمیمی اصحاب ابی حنیفہ میں سے بہت بڑے فقیہ تھے۔

(الاعلام لزرکلی، حرف الزاء، جلد3، صفحہ45، دار العلم للملایین)

الطبقات السنیۃ میں ہے"وعنه: سمعت أبي يقول: زفر كان أفقه أصحاب أبي حنيفة، وأجمعهم لخصال الخير"ترجمہ: میں نے اپنے والد سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ زفر بن ہذیل امام ابوحنیفہ کے تمام شاگردوں میں سب سے بڑا فقیہ اور سب سے زیادہ خصال خیر کا حامل ہے۔

(الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیۃ، حرف الزاء، زفر، صفحہ283)

امام زفر(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے قول پر فتویٰ!

امام زفر نے باوجود اس کے کہ مختصر عمر پائی اور محض اڑتالیس سال کی عمر میں واصل

بحق ہو گئے۔اس لئے ان سے فرمودہ نقولات ومسائل کی وہ کثرت نہیں ہے جو صاحبین کی ہے اس کے باوجود فقہ حنفی میں 17 سے زائد مسائل ایسے ہیں جن میں فتویٰ امام زفر کے قول پر ہے جو کہ کتب فقہ وفتاوی میں متفرق طور پر مذکور تھے، جنہیں سب سے پہلے سید احمد الحموی "الاشباہ والنظائر" کے شارح نے ایک جگہ ایک رسالہ میں جمع کیا اور اس کا نام رکھا عقود الدرر فیما یفتی به فی المذهب من اقوال زفر اس رسالہ کی ایک شرح شیخ عبدالغنی النابلسی نے لکھی ہے۔اس کے بعد علامہ ابن عابدین شامی نے ان کی تلخیص وتحقیق کی۔شیخ زاہد الکوثری نے بھی لمحات النظر میں اسے بیان کیا ہے"ولزفر نحو سبع عشرة مسالة یفتی بها فی المذهب عند نقاد المذهب الف فیها السید الحموی شارح الاشباه والنظائر رسالة سماها "عقود الدرر فیما یفتی به فی المذهب من اقوال زفر)وشرحها الشیخ عبدالغنی النابلسی ومحصها ابن عابدین وانفرادات زفر فی المسائل مدونة فی منظومة النسفی فی الخلاف وشرحوحا ببسط،وقد اشار ابوالزید الدبوسی فی تاسیس النظر فی فصل خاص الی مخالفات زفر فی الاصول والفروع کما اشیر الی آرائه الخاص فی الاصول فی کتب الاصول المبسوطة کشامل الاتقانی وبحرالزرکشی وشروح اصول البزدوی خاصة۔"

(لمحات النظر،صفحه 21،داراحیاء التراث،بیروت)

آپ اپنے علاقے کے سب سے بڑے مفتی تھے

اخبار ابی حنیفه میں ہے"اخبرنا المرزبانی قَالَ ثَنَا الْحَسن بن مُحَمَّد المخرمی قَالَ ثَنَا مُحَمَّد بن عُثْمَان بن أبي شيبَة قَالَ سَأَلت ابی وَعمی ابا بکر عَن زفر بن الْهُذيْل فَقَالَا كَانَ زفر من أفقه اهل زَمَانه قَالَ ابی وَكَانَ ابو نعیم

یرفع زفر ویقول کانَ نبیلا فَقِیھا" ترجمہ: عثمان بن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ اور چچا ابوبکر سے زفر بن ہذیل کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ زفر اپنے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ تھے۔ میرے والد نے مزید کہا کہ ابونعیم امام زفر کی بڑی شان بیان کرتے یہاں تک کہتے کہ زفر عمدہ رائے قائم کرنے والے فقیہ ہیں۔

(اخبار ابی حنیفة واصحابه، جلد1، صفحه 109، عالم الکتب، بیروت)

امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے قول پر فتوے کا درجہ

اس سے متعلق فتاوی رضویہ میں ہے کہ "الفتوی علی الاطلاق علی قول ابی حنیفة ثم ابی یوسف ثم محمد ثم زفـــر والحسن ولفظ النهر ثم الحسن" ترجمہ: فتوی مطلقا قول امام ابوحنیفہ پر ہوگا، پھر امام ابو یوسف، پھر امام محمد پھر امام زفر، اور امام حسن کے قول پر اور نہر الفائق کے الفاظ کے مطابق پھر امام حسن پر (یعنی صاحب نہر نے امام حسن کے قول پر فتوے کا درجہ امام زفر کے بعد بیان کیا ہے۔)

(ماخوذ از فتاوی رضویہ، جلد1 (الف)، صفحه 77-176، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

البحر الرائق میں ہے "أَنَّ الْمُفْتِيَ يُفْتِي بِقَوْلِ الْإِمَامِ أَبِي حَنِيفَةَ عَلَى الْإِطْلَاقِ ثُمَّ بِقَوْلِ أَبِي يُوسُفَ ثُمَّ بِقَوْلِ مُحَمَّدٍ ثُمَّ بِقَوْلِ زُفَرَ وَالْحَسَنِ بْنِ زِيَادٍ" ترجمہ: مفتی پر لازم ہے کہ وہ مطلقا امام اعظم کے قول پر فتوی دے اس کے بعد امام یوسف پھر امام محمد پھر امام زفر و حسن بن زیاد کے قول پر۔

(البحر الرائق، کتاب الوقف، جلد 5، صفحه 222، دار الکتاب الاسلامی)

20 مسائل میں امام زفر کے قول پر فتوی دینے کی وجہ

ضرورت وحاجت کی بناء پر امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے قول پر فتوی دیا جاتا ہے جیسا کہ فقہ حنفی میں قضاء علی الغائب جائز نہیں جبکہ بیوی جس کا شوہر غائب

ہو جائے اس کی ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے قضاعلی الغائب (یعنی جو موجود نہیں اس کے خلاف فیصلہ دینے) کی بوجہ ضرورت اجازت دی جو کہ امام زفر کا قول ہے جیسا کہ درر الحکام شرح غرر الاحکام 1/417 میں ہے "(وَبِهٰذَا)أَيْ بِقَوْلِ زُفَرَ (يُعْمَلُ)لِلْحَاجَةِ إِلَيْهَا" ترجمہ: یعنی ضرورت وحرج کی وجہ سے امام زفر کے قول پر عمل کیا جاتا ہے۔

جبکہ بعض مسائل پر امام زفر کے قول پر بوجہ عرف فتوی دیا گیا ہے کہ جیسا کہ محقق شامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ردالمحتار 3/526 پر لکھتے ہیں "وَقَدْ عَمِلَ الْمُتَأَخِّرُونَ بِقَوْلِ زُفَرَ فِي مَسَائِلَ مَعْرُوفَةٍ لِمُوَافَقَتِهَا الدَّلِيلَ وَالْعُرْفَ" ترجمہ: متاخرین نے چند ایک مسائل کے موافقِ دلیل وعرف ہونے کی وجہ سے امام زفر کے قول پر فتوی دیا ہے۔

نیز بعض مسائل پر فتوی تغیر زمان ومکان کی وجہ سے دیا گیا جیسے پہلے عمومی طور پر لوگوں کے گھر جیسے باہر سے ہوتے ویسے ہی اندر سے ہوتے لیکن زمانہ بدلا، لوگوں کے گھر بنانے کا انداز بدلا، اندر اور باہر کی بناوٹ میں تغیر وتبدل واقع ہوا تو امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا: جب تک اندر سے مکان دیکھ نہ لیا جائے، خیار رؤیت ساقط نہ ہوگا جبکہ ظاہر الروایہ میں یہ تھا کہ باہر سے دیکھنے سے خیار رؤیت ختم ہو جائے گا جیسا کہ محقق شامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ردالمحتار 6/262 پر لکھتے ہیں "وَإِفْتَاؤُهُمْ هُنَاكَ بِقَوْلِ زُفَرَ مِنْ أَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ رُؤْيَةِ دَاخِلِ الْبُيُوتِ لِتَفَاوُتِهَا" ترجمہ: متاخرین نے اس مسئلہ میں امام زفر کے قول پر کہ اندر سے مکان دیکھنا خیار رویت کے ساقط ہونے کے لئے ضروری ہے مکانوں میں تفاوت ہونے کی بناء پر فتوی دیا۔

امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے فتوی دینے کا انداز

امام زفر فقہ کے عین مطابق فتوی دیتے تھے۔سبع مسائل فی علم الخلاف میں ہے "رُوِیَ عَنْ إِسْمَاعِیل بن حَمَّاد قَال:شککت فِی طَلَاق امْرأتی فَسألت شَرِیکا فَقَالَ:طَلقهَا وَأشهد علی رَجعتهَا: ثمَّ سَألت سُفیَان الثَّوْریّ فَقَالَ: "اذْهَبْ فَرَاجعهَا فَإِن کنت قد طَلقتهَا فقد راجعتها"، ثمَّ سَألت زفر بن الْهُذیل فَقَالَ لی": هِیَ امْرَأَتك حَتَّی تتیقن طَلاقهَا: فَأتیت أَبَا حنیفَة فَقَالَ:أما سُفیَان فأفتاك بالورع وَأما زفر فأفتاك بِعَین الْفِقْه" ترجمہ:اسماعیل بن حماد سے مروی ہے: کہتے ہیں کہ مجھے اپنی عورت کی طلاق میں شک ہوا تو میں نے شریک سے اس کے بارے رہنمائی لی ، انہوں نے فرمایا: اپنی بیوی کو طلاق دو اور پھر رجوع کرلو اور رجوع پر گواہ بنالو، میں نے سفیان ثوری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے پوچھا تو انہوں نے یہ رہنمائی فرمائی کہ رجوع کرلو کیونکہ اگر تم نے طلاق دی ہوئی ہوگی تو رجوع سے دوبارہ وہ تمہارے نکاح میں باقی رہے گی پھر میں نے زفر بن ہذیل (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے پوچھا: انہوں نے مجھے فتوی دیا کہ شک کی بنیاد پر طلاق نہیں ہوتی جب تک وقوع طلاق کا یقین نہ ہو جائے لہذا وہ بدستور تمہاری بیوی ہے۔ کہتے ہیں پھر میں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے ارشاد فرمایا (یعنی ہر ایک کے اقوال وفتاوی کی وجوہات بیان فرماتے ہوئے کہا): سفیان ثوری کا فتوی ورع یعنی اعلی درجہ کے تقوی پر محمول ہے جبکہ زفر کا فتوی فقہ کے عین مطابق ہے۔

(سبع مسائل فی علم الخلاف، المسئلۃ الخامسۃ، جلد1، صفحہ 80، الجامعۃ الإسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ)

کوفہ کے سب سے بڑے عالم کا نام

الاشتقاق میں ہے "زُفَر بن الهُذَیل، کَانَ أعلمَ أهلِ الکوفة بفقه أبی

حنیفۃ" ترجمہ: زفر بن ہذیل فقہ حنفی کے اعتبار سے کوفہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔

(الاشتقاق،قبائل بنی تمیم، جلد1،صفحہ 214،دار الجبل،بیروت،لبنان)

امام زفر اور داؤد طائی کا مکالمہ اور داؤد طائی کا رجوع

اخبار ابی حنیفہ میں ہے" قَالَ هَذَا کتاب جدی اسماعیل بن حَمَّاد فَقَرَأت فِيهِ حَدثنِي الْقَاسِم بن معن قَالَ أَخبرنِي زفر بن الْهُذَيْل قَالَ ذاكرني دَاوُد يَوْمًا مَسْأَلَة فَقلت فِيهَا فَقَالَ أَخطَأت فبينت لَهُ حَتَّى رَجَعَ فاستحيا ثُمَّ أنْشد قَول ابْن شُبْرُمَة:

كَادَت تزل بِهِ من شَاهِق قدم ...لَوْلَا تداركها نوح بن دراج

ثُمَّ قَالَ يَا ابا الْهُذَيْل------ أهلكني حب المباهاة

ترجمہ: (احمد بن بہلول) کہتے ہیں کہ یہ کتاب میرے دادا اسماعیل بن حماد کی ہے میں نے اس میں یہ لکھا ہوا پڑھا کہ "مجھ سے بیان کیا قاسم بن معن نے جن کا کہنا ہے مجھے خبر دی زفر بن ہذیل نے کہ ایک دن مجھ سے داؤد طائی نے ایک مسئلے کا ذکر کیا تو میں نے اس کا جواب دیا تو داؤد طائی نے فرمایا: آپ نے خطا کی۔ امام زفر فرماتے ہیں: جب میں نے اس کی مزید وضاحت کی تو انہوں نے رجوع کر لیا اور مجھ سے حیا کی پھر ابن شبرمہ کا یہ شعر کہا: قریب تھا کہ بلندی سے قدم پھسل جاتے اگر نوح بن دراج اس کا تدارک نہ کرتے۔ پھر کہنے لگے: اے ابو ہذیل! دوسروں سے آگے رہنے کی محبت نے مجھے ہلاک کر دیا۔

(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ،اخبار داؤد طائی،جلد1،صفحہ 119،عالم الکتب،بیروت)

امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) بحیثیت مناظر

لسان المیزان میں ہے" قدم زفر بن الهذيل البصرة فكان يأتي حلقة عثمان البتي فيناظرهم ويتبع أصولهم ويسألهم عن فروعهم فإذا رأى شيئا

خرجوا فيه عن الأصل تكلم فيه مع عثمان حتى يتبين له خروجه من الأصل ثم يقول فی هذا جواب أحسن من هذا فإذا استحسنوه قال هذا قول أبی حنيفة فلم يلبث ان تحولت الحلقة اليه وبقی عثمان البتی وحده" ترجمہ: زفر بن ہذیل (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) بصرہ تشریف لائے تو عثمان بتی کے حلقہ میں آ کر ان سے مناظرہ کرنے لگے۔ انہی کے اصولوں کو بنیاد بنا کر ان سے ان کی فروعات کے متعلق سوال کرتے، پھر جب دیکھتے کہ یہ اپنے اصول سے نکل گئے ہیں یعنی جب وہ لوگ کوئی ایسی فرع بیان کرتے جو ان کے اصول پر پورا نہ اترتی تو اس میں عثمان کے ساتھ گفتگو کرتے حتی کہ وہ بھی مان جاتے ہیں کہ ہماری اس تفریع نے ہمارے ہی اصول کو توڑ دیا ہے پھر اس مسئلے کے بارے میں ان کے جواب سے اچھا جواب دیتے جب دیکھتے انہیں میرا جواب اچھا لگا ہے تو کہتے یہ قول ابی حنیفہ ہے۔ پس وہاں پر علمی حلقہ میں شرکت کرنے والے سب کے سب انہی کے معتقد ہو گئے اور عثمان بتی اپنے موقف میں تن تنہا رہ گئے۔

(لسان المیزان، حرف الزای، من اسمہ زفر، جلد2، صفحہ 478، بیروت، لبنان)

"قُلْتُ: كَانَ هَذَا الإِمَامُ مُنْصِفاً فِي البَحْثِ مُتَّبِعاً" ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ امام زفر علمی بحث کرنے کے معاملے میں انتہائی منصف اور قابل اتباع ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء، جلد7، صفحہ 145، دار الحدیث، القاہرۃ)

امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) قیاس کے میدان میں

امام زفر کی جو سب سے نمایاں خصوصیت کتب تاریخ و تراجم میں ذکر کی گئی وہ ان کی قیاس میں مہارت ہے یہاں تک کہ قیاس ان کی صفت ثانیہ بن گئی اور لوگ اسی وصف سے ان کو جاننے لگے۔ امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی اس فن میں ان کے معترف تھے چنانچہ ایک مرتبہ امام ابو یوسف اور امام زفر کے درمیان کسی مسئلہ میں بحث چھڑ گئی، تو راوی

کہتا ہے کہ اگر بات حدیث کی ہوتی تو امام ابو یوسف غالب رہتے اور اگر بات قیاس و نظائر کی ہوتی ہے تو امام زفر غالب رہتے ۔لمحات النظر میں ہے "حدث ابن ابی العوام عن الطحاوی عن ابی خازم عبدالحمید القاضی انه سمع بکر العمی یقول سمعت محمد بن سماعه یقول عن محمد بن الحسن قال: حضرت زفر و ابا یوسف یتناظران فکان ابو یوسف یقهره بکثرة الروایة عن ابی حنیفه والاخبار فاذا صار الی المقایسة قهره زفر " ترجمہ: ابن ابی عوام امام طحاوی سے روای یہ ابن خازم عبدالحمید قاضی سے جنہوں نے بکر سے سنا، یہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن سماعہ سے سنا اور انہوں نے محمد بن حسن یعنی امام محمد سے روایت کیا، امام محمد فرماتے ہیں میں زفر اور ابو یوسف کے پاس موجود تھا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ دونوں کسی مسئلہ پر بحث کر رہے تھے، امام ابو حنیفہ سے بہت زیادہ روایت کرنے کی وجہ سے وہ امام زفر پر غالب آجاتے پھر جب قیاس کرنے کی باری آتی تو زفر ابو یوسف پر غالب آجاتے۔

(لمحات النظر، صفحہ 10، المکتبۃ الازھریۃ للتراث، بیروت)

اس بات کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جب امام مزنی جو امام شافعی کے تلمیذ خاص تھے ان سے فقہائے احناف کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے ہر ایک کی ممتاز خصوصیت کا ذکر کر دیا یہ واقعہ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں اور وہاں سے شیخ ابو زہرہ نے اپنی کتاب " الامام ابو حنیفه و آراؤه الفقیه "میں ذکر کیا ہے" مروی ہے کہ ایک شخص امام مزنی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اہل عراق کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے امام مزنی سے کہا "ابو حنیفہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ امام مزنی نے کہا: اہل عراق کے سردار، اس نے پھر پوچھا اور ابو یوسف کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟

امام مزنی بولے وہ سب سے زیادہ حدیث کی اتباع کرنے والے ہیں، وہ بولا اچھا تو زفر کے متعلق فرمایئے امام مزنی بولے وہ قیاس میں سب سے تیز ہیں۔ خود امام ابو حنیفہ (رضی اللہ تعالی عنہ) بھی فرمایا کرتے تھے میرے شاگردوں میں قیاس کے معاملہ میں سب سے آگے زفر ہیں جیسا کہ الجواھر میں ہے "زفر بن الھذیل بن قیس العنبری البصری تکرر ذکرہ فی الھدایۃ والخلاصۃ الإمام صاحب الإمام وکان یفضلہ ویقول ھو أقیس أصحابی"

(الجواھر المضیئہ، حرف الزاء، جلد 01، صفحہ 243، میر محمد، کتب خانہ، کراچی)

تاریخ التشریع الاسلامی میں ہے "ومن أشھر تلامیذ أبی حنیفۃ کذلک: زفر بن الھذیل، الذی کان من أصحاب الحدیث ثم غلب علیہ الرأی ومھر فی القیاس" ترجمہ: امام ابو حنیفہ کے سب سے زیادہ شہرت یافتہ تلامذہ میں سے امام زفر ہیں آپ محدث تھے پھر اس کے بعد آپ کی طبیعت پر فقہ کا غلبہ ہوا اور قیاس کرنے میں انتہائی ماہر تھے۔ (تاریخ التشریع الاسلامی، جلد 1، صفحہ 341، مکتبہ وھبہ)

امام وکیع کا امام زفر کے قیاس کے بارے میں مؤقف

مشہور محدث امام وکیع کہتے ہیں "کان زفر شدید الورع، حسن القیاس، قلیل الکتابۃ یحفظ ما یکتبہ" ترجمہ: زفر زبردست قسم کے متقی اور بہترین قیاس کرنے پر مہارت رکھتے تھے، لکھنے کی عادت کم تھی مگر جو لکھتے تھے وہ یاد بھی رکھتے تھے۔

(لمحات النظر، المکتبۃ الازھریۃ للتراث، بیروت)

امام زفر (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) قیاس کب کرتے تھے؟

اس کے بارے کسی اور کا قول نقل کرنے کی بجائے امام زفر کا اپنا ہی قول بیان کیا جاتا ہے چنانچہ خود امام زفر فرمایا کرتے تھے کہ ہم قیاس اسی وقت کرتے ہیں کہ جب

ہمارے سامنے قرآن وحدیث سے دلیل نہیں ہوتی جیسا کہ امام ابن مبارک سے ہے "وَعَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ سَمِعت زفر يَقُول نَحن لَا نَأْخُذ بِالرَّأْيِ مَا دَامَ أثر وَإِذا جَاءَ الْأَثر تركنَا الرأى" ترجمہ: ابن مبارک کہتے ہیں کہ میں نے امام زفر سے سنا کہ ہم قیاس اُسی وقت کرتے ہیں کہ جب قرآن وحدیث سے کسی دلیل کو اس کے بارے نہیں پاتے اور جب ہمیں قرآن وحدیث سے کوئی دلیل ملتی ہے تو قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں۔

(الجواهر المضية فی طبقات الحنفية، جلد 1، صفحه 534، میر محمد کتب خانه، کراتشی)

فضل بن دکین امام زفر کے علمی مقام کے معترف

فضل بن دکین کہتے ہیں کہ "وَعَنِ الْفضل بن دُكَيْن قَالَ لما مَاتَ الإِمَام لَزِمته لِأَنَّهُ كَانَ أفقه أَصْحَابه وأورعهم فَأخذت الْحَظ الأوفر مِنْهُ" ترجمہ: جب امام ابوحنیفہ کا انتقال ہوا تو میں نے امام زفر کی صحبت اختیار کی کیونکہ وہ سب سے زیادہ فقیہ اور سب سے زیادہ متقی و پرہیز گار تھے۔ میں نے بہت سارا فیض ان سے حاصل کیا۔

(الجواهر المضية، جلد 2، صفحه 535، میر محمد، کتب خانه، کراچی)

امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) بحیثیت صدر صاحب

امام اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بعد ان کی حیثیت اصحاب ابی حنیفہ اور ان کی مجالس میں صدر کی سی ہوتی جیسا کہ مغانی میں ہے "وعن محمد بن وهب: كان زفر أحد العشرة الأكابر الذين دونوا كتب أبي حنيفة، وكان زفر، رحمه الله، رأس حلقته" ترجمہ: محمد بن وہب سے ہے کہ زفر صاحب ان دس اکابر افراد میں سے ہیں کہ جنہوں نے کتب ابی حنیفہ مدون کیں اور اس حلقے کا مرکز یا بنیاد امام زفر ہی تھے۔

(مغانی الاخیار فی شرح اسامی رجال، باب الزاء، جلد 1، صفحه 331، دار الكتب العلمية، بیروت)

امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا مخالف قابل رحم ہوتا

سیر اعلام النبلاء میں ہے"وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ زِيَادِ اللُّؤْلُؤِيُّ: مَا رَأَيْتُ فَقِيهاً يُنَاظِرُ زُفَرَ إِلَّا رَحِمْتُهُ" حسن بن زیادہ کہتے ہیں کہ میں جس فقیہ کو امام زفر کے ساتھ مناظرہ کرتے دیکھتا تو مجھے اس پر ترس آتا۔ (یعنی اس بے چارے کو شاید امام زفر کی علمی شان معلوم نہیں، اس لئے اس نے امام زفر سے مناظرہ کرنے کی جرأت کی ہے۔)

(سیر اعلام النبلاء، جلد 7، صفحہ 144، دار الحدیث، القاہرة)

جس سمت آگئے ہیں سکے بٹھادیئے ہیں

ہر عاقل بخوبی جانتا ہے کہ جب دو افراد کی کسی موضوع پر گفتگو ہوتی ہے تو ایک جانب عموماً سبقت کر جاتی ہے جس کے مقابل دوسرے کو خاموش ہونا پڑتا ہے مگر اسے مطمئن کرنا کہ میں غلط ہوں اور آپ حق پر ہیں اور اس کا یقین کے ساتھ اس بات کو سمجھ کر مان لینا کہ واقعی میں غلطی پر ہوں کوئی عام بات نہیں کہ اس کے لئے اپنا دعوی اور پھر اس کے مطابق دلائل، سامنے والے کے دعوی و دلائل کی کمزوری اور پھر مزید دلائل سے اس کے مؤقف کو اس کی نظر میں باطل قرار دینے کے لئے فقط علم ہی نہیں بلکہ ذہانت و سمجھ داری، دوسرے کی عقل کے مطابق دلیل دینا اور اسے اپنے مؤقف سے رجوع کرنے پر آمادہ کیسے کرنا ہے ہر ایرے وغیرے کا کام نہیں بلکہ یہ اللہ عزوجل کی ایک خاص نعمت ہے جو وہ اپنے بندوں میں سے بعض کو عطا فرماتا ہے، اللہ عزوجل نے یہی مہارت و نعمت امام زفر کو عطا فرمائی تھی۔ اخبار ابی حنیفہ میں ہے"حَدَّثَنَا الْقَاضِي ابو عبد الله الْحُسَيْنُ بن عَلِيّ بن مُحَمَّد الصَّيْمَرِيّ بِبَغْدَاد فِي مَسْجِد دربِ الزرادين وَذَلِكَ فِي شهر رَمَضَان سنة أَرْبَع واربعمائة قَالَ ثنا ابو الْحسن الْعَبَّاس بن احْمَد الْهَاشِمِي قَالَ ثنا احْمَد بن مُحَمَّد المسكي قَالَ ثنا عَلِيّ بن مُحَمَّد النَّخعِيّ قَالَ ثنا مُحَمَّد بن عَلِيّ بن عَفَّان

قَالَ ثَنَا ولید بن حَمَّاد عَن الْحسن بن زِيَاد قَالَ مَا رَأَيت احدا يناظر زفر الا رَحمته قَالَ وَقَالَ زفر انى لست اناظر احدا حَتَّى يَقُول لقد أَخطأت وَلَكِن اناظره حَتَّى يجن قيل فكيف يجن قَالَ يَقُول بِمَا لم يقلهُ احدُ" ترجمہ: حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ میں نے جسے بھی امام زفر کے ساتھ مناظرہ کرتے دیکھا تو مجھے اس پر ترس ضرور آیا اور فرمایا: امام زفر نے کہا: میں جس کے ساتھ بھی فقہی مناظرہ کرتا ہوں تو صرف اس کے اتنا کہنے تک نہیں کرتا کہ وہ کہنے لگے: میں نے خطا کی بلکہ اس وقت تک مناظرہ کرتا ہوں جب تک وہ دیوانہ نہ ہو جائے، پوچھا گیا دیوانہ ہونے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: وہ ایسی بات کہنے لگے جو کسی نے بھی نہ کہی ہو۔ (یعنی ایسی بات جس کا باطل ہونا بالکل ظاہر ہو۔)

(اخبار ابی حنیفة واصحابه، جلد1، صفحه 110، عالم الکتب، بیروت)

امام زفر (رحمة الله تعالیٰ علیه) کے علم کی طرف لوگوں کا میلان

الطبقات السنیۃ میں ہے "وعن الحسن بن زياد، قال: كان المقدم في أصحاب أبي حنيفة في مجلسه زفر، و كان قلوبهم إليه أميل" ترجمہ: حسن بن زیاد سے ہے کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مجلس میں زفر بن ہذیل سب سے مقدم تھے اور ان سب کے قلوب آپ کی طرف مائل تھے۔

(الطبقات السنية في تراجم الحنفية، حرف الزاء، زفر، صفحه 284)

آپ سے تابعین کی والہانہ محبت و عقیدت

اخبار ابی حنیفہ میں ہے "اخبرنا عبد الله بن مُحَمَّد الأسدى قَالَ أنبا ابو بكر الدَّامغَاني الْفَقِيه قَالَ أنبأ الطَّحَاوِيّ قَالَ أنبأ سُلَيْمَان بن عمرَان قَالَ أَخبرني اسد قَالَ قدم زفر الْبَصْرَة فَدخل مَسْجِدهَا فانقضت إِلَيْهِ حلق اصحاب التَّابِعين" ترجمہ: ہمیں یہ بات عبد اللہ بن محمد اسدی سے پہنچی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر

دی ابوبکر نے اور انہیں بتایا امام طحاوی نے اور امام طحاوی کو سلیمان بن عمران نے اور انہیں اسد نے بتایا کہ جب امام زفر بصرہ کی مسجد میں داخل ہوئے تو تابعین کا ایک گروہ آپ کی طرف لپکا۔ (اخبار ابی حنیفة واصحابه، جلد 1، صفحه 113، عالم الکتب، بیروت)

فصل خامس: آپ کی سیرت کے مختلف پہلو

اس فصل میں امام زفر (رحمة الله تعالیٰ علیه) کی سیرت مطہرہ کو چند ایک پہلو سے ذکر جائے گا جس میں امام زفر کی احتیاطیں، کسی سائل کو سوال کا جواب دینے سے پہلے اس سے مختلف وضروری وضاحت لینا، امام زفر کی طبیعت، امام زفر کی صلاحیت، آپ (رحمة الله تعالیٰ علیه) کا تقوی، آپ تصوف میں کس کی اتباع کرتے؟ بصرہ آنے کی وجہ، آپ کی نصیحت، مفتیان دین کے لئے امام زفر کے قول پر فتوی دینے کا ضروری اصول، آپ کی حکمت عملیاں، اس کے ساتھ ساتھ علم کلام میں آپ کا طرز زندگی کیا تھا؟ اسے بیان کیا جائے گا۔ چنانچہ:۔

آپکی احتیاط اور صلاحیت کی ایک جھلک

بعض کتب میں کچھ یوں ہے جیسے وفیات الاعیان میں ہے "حکی المعافی بن زکریا فی کتاب "الجلیس والأنیس" عن عبد الرحمن ابن مغراء قال: جاء رجل إلی أبی حنیفة فقال: إنی شربت البارحة نبیذاً ولا أدری أطلقت امرأتی أم لا، قال: المرأة امرأتك حتی تستیقن أنك طلقتها۔ ثم أتی سفیان الثوری فقال: یا أبا عبد الله إنی شربت البارحة نبیذاً ولا أدری طلقت امرأتی أم لا، قال: اذهب فراجعها فإن کنت طلقتها فقد راجعتها، وإن لم تکن طلقتها فلم تضرك المراجعة شیئاً۔ ثم أتی شریك بن عبد الله فقال: یا أبا عبد الله إنی شربت البارحة

نبیذاً، ولا أدری طلقت امرأتی أم لا، قال:اذهب فطلقها ثم راجعهاثم أتی زفر بن الهذیل فقال:یا أبا الهذیل إنی شربت البارحة نبیذاً ولا أدری طلقت امرأتی أم لا، قال:هل سألت غیری قال:أبا حنیفة!قال:فما قال لك قال:المرأة امرأتك حتی تستیقن أنك قد طلقتها، قال:هو الصواب، قال:فهل سألت غیره قال:سفیان الثوری، قال:فما قال لك قال:اذهب فراجعها فإن کنت طلقتها فقد راجعتها، وإن لم تکن طلقتها فلم تضرك المراجعة شیئاً، قال:ما أحسن ما قال لك، فهل سألت غیره قال:شریك بن عبد الله، قال:فما قال لك قال:اذهب فطلقها ثم راجعها، قال:فضحك زفر وقال:لأضربن لك مثلاً.رجل مر بمثعب سیل فأصاب ثوبه، قال لك أبو حنیفة:ثوبك طاهر وصلاتك مجزئة حتی تستیقن أمر الماء،وقال لك سفیان:اغسله فإن یك نجساً فقد طهر، وإن یك طاهراً زاده نظافة، وقال لك شریك:اذهب فبل علیه ثم اغسله قال المعافی:وقد أحسن زفر فی فصله بین هؤلاء الثلاثة فیما أفتوا به فی هذه المسألة، وفیما ضربه لسائله من الأمثلة فأما قول أبی حنیفة فهو محض النظر وأمر الحق ولا یجوز أن یحکم علی امرء فی زوجته بطلاقها بعد صحة زوجیتها بظن عرض له وهو أبعد عند ذوی الأفهام من أضغاث الأحلام، وأما قول سفیان الثوری فإنه أشار بالاستظهار والتوثقة والأخذ بالحزم والحیطة وهذه طریقة أهل الورع وذوی الاستقصار والمشفقین علی نفوسه من أهل الدین، وفتیا أبی حنیفة فی هذا عین الحق وجل الفقه ـ وأما ما أفتی به شریك فتعجب زفر منه واقع فی موضعه ولا وجه فی الصحة لما أشار به ـ وقد أصاب زفر أیضاً فی الوجه

الذی ضربه له " ترجمہ: معافی بن زکریا کتاب "الجلیس والانیس" میں عبدالرحمٰن ابن مغراء سے حکایت کرتے ہیں کہ ایک شخص امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے نبیذ پی لی تھی اور مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے حالت نشہ میں بیوی کو طلاق دی ہے یا نہیں؟ (اسے شک تھا کہ اس نے نشہ میں طلاق دی ہے) امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ارشاد فرمایا: وہ بدستور تیری بیوی ہے حتی کہ تجھے طلاق کا یقین ہو جائے پھر یہ سائل سفیان ثوری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پاس فتوی لینے حاضر ہوا اور کچھ یوں سوال کیا کہ یا سیدی! میں نے نبیذ پی لی تھی اور مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے حالت نشہ میں بیوی کو طلاق دی ہے یا نہیں؟ سفیان ثوری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے ارشاد فرمایا: جاؤ اور رجوع کرلو کہ طلاق ہوئی ہوگی تو رجوع سے وہ دوبارہ بدستور تمہاری زوجیت میں آجائے گی اور اگر تم نے طلاق نہ دی ہوئی تو رجعت تجھے کچھ نقصان نہ دے گی پھر وہ شریک بن عبداللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پاس فتوی لینے آیا اور عرض کرنے لگا: اے ابوعبداللہ! میں نے نبیذ پی تھی اور مجھے یاد نہیں کہ حالت نشہ میں اپنی بیوی کو طلاق دی یا نہیں؟ انہوں نے ارشاد فرمایا: بیوی کے پاس جاؤ اور اسے ایک طلاق دو پھر رجوع کرلو پھر یہ شخص مزید فتوی لینے کے لئے امام زفر بن ہذیل (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر وہی بات کہنے لگا اے ابوہذیل! میں نے نبیذ پی لی اور اب مجھے یاد نہیں کہ نشہ کے عالم میں اپنی بیوی کو طلاق دی یا نہیں؟ امام زفر نے اس سے پوچھا: کیا تم نے میرے علاوہ کسی اور مفتی سے بھی یہ مسئلہ پوچھا؟ اس نے کہا کہ ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے پوچھا ہے۔ امام زفر نے پوچھا کہ امام ابوحنیفہ نے تجھے کیا جواب عطا فرمایا؟ اس نے کہا: امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ جب تک طلاق دینے کا یقین نہ

ہو جائے طلاق نہیں ہوتی لہٰذا وہ بدستور تیری بیوی ہے۔امام زفر بن ہذیل نے فرمایا: یہی جواب درست ہے پھر اس (شکی) سے پوچھا: امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالی عنہ) کے سوا کسی اور سے بھی پوچھا؟ اس نے کہا: حضرت امام سفیان ثوری سے پوچھا ہے۔ استفسار فرمایا: انہوں نے کیا جواب دیا؟ کہنے لگا کہ ان کا فرمانا یہ تھا کہ جاؤ اور رجوع کرلو، طلاق ہوئی ہوگی تو رجوع سے وہ دوبارہ تمہاری زوجیت میں آجائے گی اور اگر تم نے طلاق نہ دی ہوئی تو رجعت تجھے کچھ نقصان نہ دے گی۔امام زفر نے فرمایا: سفیان ثوری نے تجھے بہت اچھا جواب دیا پھر پوچھا کہ ان کے سوا کسی اور سے پوچھا؟ اس نے کہا کہ شریک بن عبداللہ سے پوچھا ہے، استفسار فرمایا: ان کا کیا فرمانا ہے؟ سائل نے کہا: انہوں نے فرمایا ہے: بیوی کو جا کر ایک طلاق دو پھر رجوع کرلو۔ کہتے ہیں کہ یہ جواب سن کر امام زفر کو ہنسی آگئی۔اس کے بعد امام زفر بن ہذیل (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا: میں تیرے وقوعہ کو ایک مثال کی صورت میں بیان کرتا ہوں اور وہ یہ کہ ایک شخص ایک نالی کے پاس سے گزرا جس کا پانی اس کے کپڑوں کو لگا۔یعنی تیرے ہی کپڑوں پر نالی کا پانی گرا تو تو نے امام ابوحنیفہ سے مسئلہ پوچھا: کپڑے پاک ہیں یا ناپاک؟ تو امام ابوحنیفہ نے ارشاد فرمایا: تیرے کپڑے پاک ہیں اور تیری نماز جو تو نے ان کپڑوں میں پڑھی وہ بھی صحیح ہے حتی کہ تجھے یقین ہو جائے کہ پانی ناپاک تھا اور جب یہ مسئلہ تو نے سفیان ثوری سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: کپڑے کو دھو ڈال کہ اگر پانی ناپاک ہوا تو کپڑا پاک ہو جائے گا اور اگر پاک ہی تھا تو یہ نظافت کے زمرے میں داخل ہوگا اور شریک سے پوچھا: تو انہوں نے کہا: جاؤ اس کپڑے پر پیشاب کرو پھر اسے دھو ڈالو۔

معافی کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں دیئے گئے تین فتاوی جات کی امام زفر (رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ) نے بہت پیاری تفصیل بیان فرمائی اور جو مثال ان فتاوی کو سمجھانے کے لئے ارشاد فرمائی تو اس میں امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا فتوی قیاسی ہے اور یہی حق ہے کیونکہ یہ جائز نہیں کہ نکاح صحیح کے بعد محض شک کی وجہ سے طلاق کا حکم دے کر زوجیت کو ختم کر دیا جائے۔ عقل والوں کے نزدیک یہ بات بعید از فہم اور مہمل باتوں میں سے ہے اور سفیان ثوری کا قول وہ احتیاط کے زمرے میں داخل ہے کہ انہوں نے مذکورہ معاملہ کو یقین کے درجے میں اتار کر اختیار کرنے کی تعلیم دی اور یہی طریقہ اہل ورع کا ہے کہ وہ شک و شبہات میں ہاتھ نہیں ڈالتے جبکہ امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا فتوی عین حق ہے اور جو فتوی شریک نے دیا امام زفر کو اس پر بڑا تعجب ہوا اور اس کے صحیح ہونے کی کوئی صورت نہیں اور امام زفر بن ہذیل نے سائل کو مسئلہ سمجھانے کے لئے جس انداز میں جو مثال بیان فرمائی وہ بھی خوب اور درست ہے۔

(وفیات الاعیان، زفر بن ہذیل، جلد2، صفحہ 318، دار صادر بیروت)

اس طرح کا واقعہ پیچھے بھی گزرا ہے لیکن دونوں میں فرق ہے۔ بعض نے یوں بھی بیان کیا ہے جیسا کہ اوپر درج ہے۔

یہاں سے چند ایک مدنی پھول معلوم ہوئے کہ سائل اگر آ کر اپنا مسئلہ بیان کرے تو اس کے سوال کو مکمل طور پر سنا جائے۔

(1) اس سے پوچھا جائے کہ مجھ سے علاوہ بھی کسی سے پوچھا ہے۔

(2) اگر کسی اور سے بھی پوچھا ہے تو جن کا جواب کسی جہت سے ٹھیک ہو سکتا ہے اس کی صحت کو بیان کرے۔

(3) اگر چند ایک سے سائل جواب لے چکا ہو اور سب کا جواب کسی نہ کسی جہت

سے درست ہو مگر انداز و الفاظ مختلف ہوں تو سائل کو ان کے جواب کی جہت سمجھائی جائے۔

(4) اور اگر ممکن ہو تو مثال صحیح سے اس کی صورت مسئولہ کا جواب دیا جائے۔

(5) اور اگر کسی نے غلط جواب دیا ہو اور سائل اگر اس جواب کی غلطی پوچھے تو ہی بتایا جائے ورنہ آج کل غلطی بتانے کی بھاری قیمت چکانی پڑتی ہے۔

پچھلے واقعہ میں سائل کو جواب دینے کا جو انداز امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اختیار کیا وہ یقیناً سائل کو مطمئن کرنے والا تشفی بخش ہے۔ اگر ہم امام زفر کے اس انداز کو اختیار کرلیں تو آج کل بعض لوگ چند ایک مفتیوں سے مسئلہ پوچھ کر بعد میں جو علماء و مفتیان دین کے بارے یہ فضا قائم کرتے ہیں کہ ہم کیا کریں؟ فلاں مولوی نے یوں کہا، فلاں نے اس طرح کا کہا اور فلاں ایسے ایسے کہتا ہے۔ تو علماء کے بارے میں اس فضاء کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ اللہ عزوجل جواب دینے والوں کی بھی فہم و علم میں برکت و ترقی دے اور سائلین کو بھی عقل سلیم عطا فرمائے۔

امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی طبیعت کیسی تھی؟

اللہ عزوجل جسے اس قدر صلاحیتوں سے نوازتا ہے تو اس کی طبیعت میں عاجزی و انکساری اور حق کو قبول کرنے جیسی گراں قدر نعمتیں بھی پیدا فرماتا ہے۔ غرور، تکبر، دوسروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا اپنی ہی بات کو حرف آخر سمجھنے جیسی تباہ کن آفتوں سے محفوظ فرماتا ہے۔ اللہ عزوجل نے آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی طبیعت میں حق کو قبول کرنے کا جذبہ و شوق اس قدر پیدا فرمایا تھا کہ وضوح حق کے بعد رجوع سے ذرا برابر بھی تامل نہ کرتے۔ چنانچہ محمد بن حبان بن احمد لکھتے ہیں: "مائل الی الحق وکان اذا لاح له الحق یرجع إلیه من غیر أن یتمادی فی باطله" ترجمہ: امام زفر کی طبیعت حق قبول کرنے والی تھی۔

جب بھی کبھی حق بات آپ پر ظاہر ہوتی تو بلا چون وچرا کیے ، باطل پر قائم رہنے کے بجائے فوراً حق کا دامن تھام لیتے۔

(مشاهير علماء الامصار، جلد01، صفحه269، دار الوفاء للطباعة والنشر والتوزيع، المنصورة)

حقیقت یہ ہے کہ خوف خدا رکھنے والوں کا ایک وصف ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ وہ حق کی جانب رجوع کرتے رہے ہیں اور حق اور صحیح بات جہاں بھی سامنے آ گئی خود کو اس کے سپرد کر دیا اور اس کو اپنی عزت اور انا کا مسئلہ نہیں بناتے۔ امام زفر (رضی اللہ تعالی عنہ) میں خوف خدا بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اسی وجہ سے آپ کی طبیعت حق قبول کرنے میں عار محسوس نہ کرتی۔ طبیعت شریف کے مائل الی الحق ہونے کے ثبوت پر ایک اور واقعہ کتب سیر و تاریخ میں ملتا ہے کہ "عبدالواحد بن زیاد کی امام زفر سے ملاقات ہوئی، میں نے کہا کہ تم لوگ کہتے ہوں کہ شبہات کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے مگر قصاص کے بارے آپ کہتے ہیں کہ شبہ کی وجہ سے بھی لیا جائے گا۔ امام زفر نے فرمایا: اس میں کیا ہے؟ میں نے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: کافر کے قصاص میں مسلمان کو قتل نہ کیا جائے گا۔ امام زفر نے فرمایا: میں تمہیں ابھی گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے مسئلے سے رجوع کیا۔

(سیر اعلام النبلاء، جلد7، صفحہ 145، دار الحدیث، القاهرة)

امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی حکمت عملی

یہ بات بہت مشہور ہے کہ اہل کوفہ و بصرہ ایک دوسرے کی سخت مخالفت کرتے تھے اسی سبب سے اہل بصرہ امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بھی سخت مخالفت کرتے۔ اللہ عزوجل نے امام زفر کو تدبر و حکمت عملی کی ایسی لازوال دولت عطا فرمائی کہ ان کے مابین نفرت کو امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے محبت میں بدل ڈالا چنانچہ الانتقاء میں ہے"

وَلِيَ قَضَاءَ الْبَصْرَةِ فَقَالَ لَهُ أَبُو حَنِيفَةَ قَدْ عَلِمْتَ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ أَهْلِ الْبَصْرَةِ مِنَ الْعَدَاوَةِ وَالْحَسَدِ وَالْمُنَافَسَةِ مَا أَظُنُّكَ تَسْلَمُ مِنْهُمْ فَلَمَّا قَدِمَ الْبَصْرَةَ قَاضِيًا اجْتَمَعَ إِلَيْهِ أَهْلُ الْعِلْمِ وَجَعَلُوا يُنَاظِرُونَهُ فِي الْفِقْهِ يَوْمًا بَعْدَ يَوْمٍ فَكَانَ إِذَا رَأَى مِنْهُمْ قَبُولا واستحسانا لما يجيء بِهِ قَالَ لَهُمْ هَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ فَكَانُوا يَقُولُونَ وَيُحْسِنُ أَبُو حَنِيفَةَ هَذَا فَيَقُولُ لَهُمْ نَعَمْ وَأَكْثَرَ مِنْ هَذَا فَلَمْ يَزَلْ بِهِمْ إِذَا رَأَى مِنْهُمْ قَبُولا لِمَا يَحْتَجُّ بِهِ عَلَيْهِم ورضى بِهِ وَتَسْلِيمًا لَهُ قَالَ لَهُمْ هَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ فَيَعْجَبُونَ مِنْ ذَلِكَ فَلَمْ تَزَلْ حَالُهُ مَعَهُمْ عَلَى هَذَا حَتَّى رَجَعَ كَثِيرٌ مِنْهُمْ عَنْ بُغْضِهِ إِلَى مَحَبَّتِهِ وَإِلَى الْقَوْلِ الْحَسَنِ فِيهِ بَعْدَ مَا كَانُوا عَلَيْهِ مِنَ الْقَوْلِ السَّيِّءِ فِيهِ ‘‘

ترجمہ: آپ بصرہ کے قاضی مقرر ہوئے تو امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان سے فرمایا: اے زفر! تمہیں معلوم ہے کہ اہل بصرہ ہم سے عداوت وحسد کرتے ہیں۔ مجھے نہیں لگتا کہ تم وہاں عافیت سے رہو۔ پس جب آپ بصرہ قاضی کے منصب سے تشریف لائے تو بڑے بڑے علامہ وفہامہ ان کے پاس تشریف لانے لگے اور آئے دن امام زفر سے فقہ میں مناظرے کرنے لگے، جب آپ محسوس کرتے کہ وہ آپ کی بات کو قبول کرنے پر آمادہ ہیں اور آپ کی بات کی خوبی سے آگاہ ہو چکے ہیں تو پھر انہیں بتاتے کہ یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا حتی کہ جب آپ نے دیکھ لیا کہ یہ لوگ میرے موقف کو قبول کرتے اور اس کی تحسین کرتے ہیں تو پھر بیان فرماتے کہ یہ قول ابی حنیفہ ہے حتی کہ لوگ امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے محبت کرنے لگے اور اپنے قول سے رجوع کر کے امام صاحب کے قول کو اپنانے لگے۔ (الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقہاء۔صفحہ 174، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

جس کے پاس جس قدر زیادہ علم ہوتا ہے اسی قدر اس میں خوف خدا کا غلبہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ حلال وحرام میں کامل احتیاط سے کام لیتا ہے، امام زفر اپنے وقت کے بہت بڑے مفتی تھے، آپ فتوی دینے میں جہاں خود کامل احتیاط یعنی غور وفکر اور وضوح حق اور دلائل شرع میں غور کرنے کے بعد فتوی دیتے، وہیں اپنے بعد کے آنے والے مفتیوں کو خبردار کیا کہ ہمارے کسی قول پر فتوی دینے سے پہلے تمہیں یہ جاننا ضروری ہے کہ ہم نے یہ بات کہاں سے کس دلیل سے کہی؟ بغیر اس پر مطلع ہوئے بعد کے مفتیان دین پر اپنے قول پر فتوی دینے پر پابندی عائد فرمائی چنانچہ طریق الهدایہ میں ہے "وروی عن عصام بن یوسف أنه قال: کنت فی مأتم فاجتمع فیه أربعة من أصحاب أبی حنیفة: زفر بن الهذیل، وأبو یوسف، وعافیة بن یزید، وأخر، فکلهم أجمعوا أنه لا یحل لأحد أن یفتی بقولنا ما لم یعلم من أین قلناه. انتهی، قلت: ومعنی قوله "من أین قلناه" أی ما لم یعلم دلیل قولنا وحجته" ترجمہ: عصام بن یوسف سے مروی کہتے ہیں میں ایک جگہ تعزیت کے لئے گیا، وہاں پر اصحاب ابی حنیفہ زفر بن ہذیل، ابو یوسف، عافیہ بن یزید اور دوسرے اصحاب موجود تھے۔ ان تمام کے تمام نے اس بات پر اجماع کیا کہ کسی کو بھی جائز نہیں کہ ہمارے کسی قول پر فتوی دے جب تک اسے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ ہمارے اس قول کی دلیل کیا ہے۔

(طریق الهدایہ، المبحث الرابع، جلد 1، صفحہ 237)

معاصرین سے محبت وعقیدت

معاصرت دلیل منافرت ہوا کرتی ہے جیسا کہ سیدی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے فرمایا مگر اس کے باوجود امام زفر اپنے معاصرین سے محبت وعقیدت کے مجسمہ

تھے۔لمحات النظر میں ہے"قال ابن ابی العوام حدثنی محمدبن احمدبن حمادقال سمعت محمدبن شجاع الثلجی اباعبدالله قال سمعت بعض البصریین یقول لماقدم زفرالبصرة لقوه فسألوه فأعجبوا به فبلغه انهم قالوا مارأینامثل زفرفی الفقه هوأعلم الناس،فقال زفروبلغه ذلك كيف لورأيتم أبايوسف؟یعنی امام زفر جب بصرہ آتے تولوگ ان سے ملاقات کے لئے حاضری دیتے اوران سے مسائل پوچھتے اور آپ کے دیئے ہوئے جوابات سے بہت خوش ہوتے،اہل بصرہ کہتے کہ ہم نے امام زفر سے بڑا کوئی فقیہ نہیں دیکھا،جب یہ خبر امام زفر تک پہنچی تو آپ نے فرمایا:انہوں نے امام ابو یوسف کو نہیں دیکھا اس لئے یہ بات کہتے ہیں۔یعنی یہ لوگ میرے بارے یہ کہتے ہیں اگر یہ امام ابو یوسف کو دیکھ لیں تو پھر کیا کہیں گے۔

اسی میں ہے"وحدث عن الطحطاوی عن ابن عمران عن محمدابن سلمة البلخی عن شدادقال سمعت زفریقول یعقوب یعنی أبایوسف أفقه من أتی۔وبهذا وذاك یكون زفرفضل أبایوسف علی نفسه رحم الله تلك النفوس الطاهرة ماكان لهوی النفس سلطان علیهم وكانت خدمتهم فی العلم باخلاص لله وفی الله فبارك لهم فی علومهم وماغرهم ثناء الناس علیهم بل وقفوا موقف اتهام النفس نفعناالله بعلومهم"یعنی امام زفر کا فرمان ہے کہ امام ابو یوسف ہر آنے والے فقیہ سے بڑے ہیں۔آپ(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) امام ابو یوسف کو اپنی ذات پر فضیلت دیا کرتے۔اللہ عزوجل ان نفوس قدسیہ پر اپنا رحم وکرم نازل فرمائے۔وہ نفس کے ہاتھوں کھلونا نہیں بنے،ان کی دین کی خدمت میں سو فیصد اخلاص تھا وہ اللہ کی خوشنودی ورضا کے لئے دین کی خدمت کرتے رہے،لوگوں کی ثناء وتعریف

انہیں دھوکہ میں نہ ڈال سکی۔ اللہ عزوجل ہمیں ان کے علوم سے نفع حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (لمحات النظر، صفحہ 9، المکتبة الازھریة للتراث، بیروت)

امام زفر (رحمة اللہ تعالیٰ علیہ) ایک صوفی کی حیثیت سے

حسن بن زیاد کہتے ہیں "کان زفر وداؤد الطائی متواخیین، فاماداؤد فترك الفقه واقبل علی العبادة واما زفر، فجمعهما" ترجمہ: امام زفر اور حضرت داؤد طائی (مشہور عابد وزاہد) دونوں نے ایک دوسرے سے بھائی کا رشتہ قائم کیا ہوا تھا۔ داؤد طائی نے آخر میں فقہ کو چھوڑا اور ہمہ تن عبادت کی جانب متوجہ ہو گئے اور امام زفر نے دونوں کو ایک ساتھ جمع کر لیا۔ (سیر اعلام النبلاء، جلد 7، صفحہ 144، دار الحدیث، القاھرة)

امام زفر (رحمة اللہ تعالیٰ علیہ) کا زھدوتقوی

اپنے زہد واتقاء واخلاق وکردار کے لحاظ سے بھی اپنے معاصرین میں ممتاز تھے، ان کی وفات کے بعد لوگوں میں یہ عام چرچا تھا کہ محض آخرت کی باز پرس کے خوف سے ان کا انتقال ہوا۔ (مناقب کردری، 189، جلد 2)

قفل مدینہ: نہ فضول گوئی کرتے اور نہ ہی پسند کرتے بلکہ آپ کے قفل مدینہ کا عالم یہ تھا کہ آپ کی صحبت میں موجود لوگوں پر ایک رعب ودبدبہ طاری رہتا کسی کی جرأت نہ ہوتی کہ وہ دنیاوی معاملات پر گفتگو کرتا اور اگر کبھی کسی سے یہ غلطی ہو جاتی ہے تو آپ اس مجلس سے اٹھ کر چل دیتے۔ آپ اللہ عزوجل سے بہت خائف رہتے تھے۔ الجواھر میں ہے "عَنْ اِبْرَاهِيم بن سُلَيمَان كَانَ اِذَا جالسناه لم نقدر اَنْ نذكر الدُّنيَا بَين يَدَيهِ واِذا ذكرها وَاحِد منا قَامَ عَنْ مَجْلِسه وَتَركه فِي مَوْضِعه وَكُنَّا نُحدث فِيمَا بَيْنَنَا أَنَّ الخَوفَ قَتَلَه" ترجمہ: ابراہیم بن سلیمان سے مروی ہے کہ جب ہم امام زفر کی مجلس

اختیار کرتے تو ہم میں سے کسی کو جرأت نہ ہوتی کہ کوئی ان کے سامنے دنیاوی بات کرے اور اگر کوئی دنیا کی بات کر دیتا تو تشریف لے جاتے اور ہم آپس میں یہ گفتگو کیا کرتے کہ زفر کو اللہ عزوجل کے خوف نے شہید کر ڈالا۔

(الجواهر المضية في طبقات الحنفية، جلد 1، صفحه 534، مير محمد كتب خانه، كراتشي)

حالانکہ ان کی زندگی بالکل بے داغ تھی، خود فرماتے تھے کہ میں نے اپنے بعد کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جس کی باز پرس کا مجھے خوف ہو۔ الطبقات السنیۃ میں ہے "وعن بشر بن القاسم: سمعت زفر يقول: لا أخلف بعد موتي شيئاً أخاف الحساب عليه" ترجمہ: بشر بن قاسم سے ہے کہتے ہیں کہ میں نے زفر بن ہذیل کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں اپنے مرنے کے بعد کوئی ایسی چیز چھوڑ کر نہیں جا رہا جس پر مجھے حساب کا خوف ہو۔

(الطبقات السنية في تراجم الحنفية، حرف الزاء، زفر، صفحه 284)

اخبار ابی حنیفہ میں ہے "وَكَانَ مِنْ اهل اصفهان وَمَاتَ اخوه فتزوج بعده بِامْرَأة اخيه فَلَمَّا احْتضرَ دخل عَلَيْهِ ابو يُوسُف وَغيره فَقَالُوا لَهُ الا توصي يَا ابا الْهُذيل فَقَالَ هَذَا الْمَتَاع الَّذِي ترَوْنَهُ لهَذِهِ الْمَرْأَة وَهَذِه الثَّلَاثَة آلَاف الدَّرْهَم هِيَ لولد اخي وَلَيْسَ لأحد عَليّ شَيْء وَلَا لي على أحد شَيْء وَكَانَ زفر شَدِيد الْعِبَادَة وَالِاجْتِهَاد" ترجمہ: آپ اہل اصفہان میں سے ہیں۔ جب آپ کے بھائی کی وفات ہوئی تو آپ نے اپنے بھائی کی بیوی سے نکاح کر لیا پھر جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ کے پاس امام ابو یوسف و دیگر بزرگ تشریف لائے اور کہنے لگے کہ زفر کوئی وصیت کرنا چاہو؟ آپ نے فرمایا: یہ ساز و سامان جسے تم دیکھ رہے ہو یہ اس عورت کا ہے اور تین ہزار دراہم ہیں جو کہ میرے بھائی کے بچے کے ہیں۔ میں کسی کا مقروض نہیں ہوں اور

نہ ہی میں نے کسی سے کچھ لینا ہے۔ امام زفر عبادت وریاضت پر بڑے کاربند تھے۔

(اخبارابی حنیفۃ واصحابہ، جلد1، صفحہ 111، عالم الکتب، بیروت)

یحییٰ بن اکثم فرماتے ہیں کہ میرے والد امام صاحب کے بعد امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی مجالس میں اس لیے زیادہ جانا پسند کرتے تھے کہ وہ علم کے ساتھ صاحب ورع وتقویٰ بھی تھے۔

(کردری: جلد2، صفحہ 182مناقب)

خود فرماتے تھے "میں نے دنیا میں رہنے کی کبھی بھی خواہش نہیں کی اور نہ میرا دل کبھی دنیا کے مزخرفات کی طرف مائل ہوا"

(مناقب کردری، جلد2، صفحہ 183)

امام زفر تصوف میں داؤد طائی کے نقش قدم پر

کتب سیر وتاریخ میں مراجعت کے بعد جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے سلوک کی منازل طے کرنے کے لیے داؤد طائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے دست حق پر بیعت کی اور آپ کے بصرہ جانے کی وجوہات میں ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ آپ داؤد طائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی زیارت کے لئے بصرہ تشریف لائے تھے۔ اخبار ابی حنیفہ میں ہے "اخبرنا احمد بن محمد الصیرفی قال ثنا علی بن عمرو الحریر یقال ثنا علی بن محمد النخعی قال ثنا ابو حازم القاضی قال ثنا بکر العمی عن ہلال بن یحیی قال کان زفر یتبع داود الطائی حتی ان داود لو قعد علی مزبلۃ جاء زفر حتی یقعد معہ علیہا قال وانما قدم زفر البصرۃ یزور داود الطائی رحمۃ اللہ علیہما" ترجمہ: امام زفر نے داؤد طائی کے ہاتھ پر بیعت کی حتی کہ داؤد اگر کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ پر بیٹھتے اور امام زفر تشریف لاتے تو انہی کے ساتھ بیٹھ جاتے۔ امام زفر بصرہ داؤد طائی کی زیارت کے لئے تشریف لائے تھے۔

(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، جلد1، صفحہ 10-109، عالم الکتب، بیروت)

کتب سیر و تاریخ میں بصرہ جانے کی چند ایک وجوہات بیان کی گئی ہیں:۔

()ترویج مذہب حنفی

()داؤد طائی کی زیارت کے قصد سے

()اپنی بہن کی وراثت کے سلسلے میں

پہلی دونوں وجوہات پیچھے تخریج کے ساتھ بیان ہوئی، تیسری وجہ کے بارے میں سیراعلام النبلاء میں ہے "قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ الْمُلَائِيّ: كَانَ ثِقَةً، مَأْمُوناً، وَقَعَ إِلَى الْبَصْرَةِ فِي مِيرَاثٍ لَهُ مِنْ أُخْتِهِ، فَتَشَبَّثَ بِهِ أَهْلُ الْبَصْرَةِ، فَلَمْ يَتْرُكُوهُ يَخْرُجُ مِنْ عِنْدِهِمْ" ترجمہ: ابو نعیم ملائی کہتے ہیں کہ آپ ثقہ اور قابل اطمینان تھے۔ اپنی بہن کی وراثت کے حصول کی خاطر بصرہ تشریف لے گئے، اہل بصرہ آپ کے ساتھ اس قدر مربوط ہوئے کہ انہیں وہاں سے نکلنے کا موقع ہی نہ دیا۔

(سیر اعلام النبلاء، جلد 7، صفحہ 145، دار الحدیث، القاہرۃ)

ان تینوں میں تطبیق ممکن ہے کہ بصرہ میں مذہب حنفی کی ترویج کے سلسلے میں کسی نہ کسی کی ضرورت تھی تو اس کے لئے امام زفر نے اپنے آپ کو پیش کر دیا ہوگا کہ اور اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ داؤد طائی جیسے نیک اور پرہیز گار بزرگ کی نیت بھی کر لی ہوگی اور ضمنا اپنی بہن کی وراثت کے سلسلہ سے متعلق جو امور ہوں گے انہیں بھی نپٹا لیا ہوگا۔ چنانچہ ایک مضمون نگار لکھتا ہے "حافظ ابن عبد البر اور عبد القادر قرشی نے لکھا ہے کہ امام زفر بصرہ کے قاضی بھی بنائے گئے تھے اور اہلِ بصرہ کو امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے مسلک سے جو کچھ اختلاف تھا اور جو غلط فہمی تھی وہ ان کے قاضی ہی ہونے کے بعد ختم ہوئی۔ الانتقاء میں ہے "وَلِيَ قَضَاءَ الْبَصْرَةِ فَقَالَ لَهُ أَبُو حَنِيفَةَ قَدْ عَلِمْتَ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ أَهْلِ الْبَصْرَةِ

مِنَ الْعَدَاوَةِ وَالْحَسَدِ وَالْمُنَافَسَةِ مَا أَظُنُّكَ تَسْلَمُ مِنْهُمْ فَلَمَّا قَدِمَ الْبَصْرَةَ قَاضِيًا اجْتَمَعَ إِلَيْهِ أَهْلُ الْعِلْمِ وَجَعَلُوا يُنَاظِرُونَهُ فِي الْفِقْهِ يَوْمًا بَعْدَ يَوْمٍ فَكَانَ إِذَا رَأَى مِنْهُمْ قَبُولًا واستحسانا لما يجيء بِهِ قَالَ لَهُمْ هَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ فَكَانُوا يَقُولُونَ وَيُحْسِنُ أَبُو حَنِيفَةَ هَذَا فَيَقُولُ لَهُمْ نَعَمْ وَأَكْثَرَ مِنْ هَذَا فَلَمْ يَزَلْ بِهِمْ إِذَا رَأَى مِنْهُمْ قَبُولًا لِمَا يَحْتَجُّ بِهِ عَلَيْهِمْ ورضى بِهِ وَتَسْلِيمًا لَهُ قَالَ لَهُمْ هَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ فَيَعْجَبُونَ مِنْ ذَلِكَ فَلَمْ تَزَلْ حَالُهُ مَعَهُمْ عَلَى هَذَا حَتَّى رَجَعَ كَثِيرٌ مِنْهُمْ عَنْ بُغْضِهِ إِلَى مَحَبَّتِهِ وَإِلَى الْقَوْلِ الْحَسَنِ فِيهِ بَعْدَ مَا كَانُوا عَلَيْهِ مِنَ الْقَوْلِ السَّيِّءِ فِيهِ" اس عبارت کا مقصود وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے اگر چہ عبارت میں کچھ زائد باتیں بھی ہیں۔اس کا ترجمہ شاید کسی اور مقام پر پڑھنے کو ملے گا۔

(الانتقاء،زفربن ھذیل،جلد1،صفحہ 173-4،دارالکتب العلمیۃ،بیروت)

مگر یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ وہ بصرہ یا کسی اور جگہ کے قاضی مقرر کیے گئے، عدم صحت کے وجوہ یہ ہیں:۔

(1) سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ سوار بن عبداللہ سترہ سال تک بصرہ کے قاضی رہے جیسا کہ المعارف ودیگر کتب تاریخ میں بالتصریح موجود ہے اوران کی قضاء کے تقرر اور وفات کا جو زمانہ ہے اس کے تقریبا دو برس بعد ہی امام زفر کا انتقال ہوا اور اس دوران جو امام زفر کے حالات زندگی ہیں ان میں کہیں بھی ایسا کچھ نظر نہیں آتا کہ آپ عہدہ قضا پر فائز ہوئے ہوں بلکہ کتب سیر وتاریخ میں راقم الحروف نے بالتصریح پڑھا ہے کہ سوار بن عبداللہ کی وفات کے بعد امام زفر کے سوا کسی اور کا نام عہدہ قضا سے متعلق ملتا ہے لہذا امام زفر کے بارے یہ قول کرنا کہ آپ بصرہ کے قاضی مقرر ہوئے سمجھ سے بالاتر ہے۔

بلکہ بعض روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ قاضی سوار کے بعد ان کے لڑکے عبداللہ اس عہدہ پر مامور ہوئے اگر یہ روایت صحیح ہے تو پھر امام زفر کے بارے میں عہدہ قضا قبول کرنے کی روایت بالکل ہی بے بنیاد ہے۔

(2) دوسری بات یہ کہ عہدہ قضا قبول نہ کرنے کے سلسلہ میں جو صریح روایتیں موجود ہیں اس کی موجودگی میں مذکورہ روایت بالکل ہی موضوع معلوم ہوتی ہے۔ امام کردری لکھتے ہیں "اکرہ زفر علی ان یلی القضاء فابی" ترجمہ: امام زفر کو مجبور کیا گیا کہ وہ عہدہ قضاء قبول کرلیں لیکن انہوں نے انکار کیا۔

حکومت کی پیش کش کو ٹھکرانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ امام کردری لکھتے ہیں "ھدم منزلہ واختفی مدۃ ثم خرج واصلح منزلہ ثم ھدمہ ثانیاً واختفی کذالک حتی عفی عنہ" ترجمہ: ان کا گھر گرادیا گیا اور وہ مدتوں روپوش رہے؛ پھر آکر انہوں نے اپنا مکان درست کرایا؛ پھر دوبارہ گرادیا گیا وہ مدتوں روپوش رہے؛ پھر ان کو معاف کیا گیا۔

(کردری، جلد2، صفحہ 209)

(لمحات النظر، صفحہ 12، المکتبۃ الازھریۃ للتراث، بیروت)

اب رہی یہ بات کہ جنہوں نے امام زفر کے قاضی مقرر کیے جانے کی بات کی جیسے حافظ ابن عبدالبر وغیرہ تو ہوا یوں کہ امام زفر کا وہاں جانا، علمی بحث ومباحثے کرنا، لوگوں کو فقہ حنفی کی طرف مائل کرکے فقہ حنفی کا لوہا منوانے کے ساتھ ساتھ اپنی علمی صلاحیتوں کے پیش نظر ہر دلعزیز بن جانا اور لوگوں کا آپ کی طرف میلان ورجحان اور محبت وفریفتگی جیسے معاملات کو دیکھ کر بعض نے کہہ دیا کہ آپ وہاں کے قاضی تھے اس لئے وہاں اپنے آپ کو منوانے میں جلد کامیاب ہوگئے حالانکہ ایسا کچھ نہ تھا بلکہ آپ ایک ہیرا تھے جسے اپنی چمک دکھانے کے لئے کسی روشنی کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اسے اندھیرے میں بھی رکھا جائے تو

وہ اجالے کی بنسبت زیادہ چمکتا نظر آتا ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے اولاعہدہ قضا کا قبول نہ کیا مگر بعد میں کرلیا ہو۔
واللہ اعلم بالصواب

امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی نصیحت، اقوال اور جوابات

سیر اعلام النبلاء میں ہے "قَالَ أَبُو عَاصِمٍ النَّبِيلُ: قَالَ زُفَر: مَنْ قَعَدَ قَبْلَ وَقْتِهِ، ذَلَّ" ترجمہ: وقت سے پہلے کسی چیز کا مطالبہ کرنا سوائے ذلت کے کچھ نہیں۔

(سیر اعلام النبلاء، جلد 7، صفحہ 145، دار الحدیث، القاھرۃ)

آپ کے اس قول کا مطلب لمحات النظر والے نے کچھ یوں بیان کیا "یعنی من جعل لنفسه مجلسا خاصا لنشر العلم قبل ان یتکامل فی العلم فضحته شواھد الامتحان وتکشف جھله باخطاءه فی اجوبة المسائل وکم من ناشیء یعتریه الغرور فیظن بنفسه الاستغناء عن استاذه فیستقل بمجلس فی العلم قبل اوانه ثم یعود الی رشده فیرجع الی ملازمة شیخه" ترجمہ: یعنی جو ضروری علم کی تکمیل سے قبل ہی حلقہ درس بنا کر بیٹھا اور لوگوں کو علم کی باتیں بتانے میں مشغول ہوا تو اس پر آزمائشوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور سوالات کے غلط جوابات دینے کی وجہ سے اس کی جہالت کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔ کتنے ہی ایسے افراد ہیں کہ جو دھوکے میں مبتلاء ہونے کی وجہ سے یہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ اب انہیں کسی استاد کی ضرورت نہیں اور وہ خود کو علم کی مجلس میں مستقل سمجھتے ہیں حالانکہ ابھی ان پر یہ وقت آیا نہیں ہوتا تو پھر ایک دن آتا ہے کہ وہ مجبور ہو کر دوبارہ اپنے شیخ کی بارگاہ میں رجوع کو ناگزیر سمجھتے ہیں۔

(لمحات النظر، صفحہ 14، المکتبۃ الازھریۃ للتراث، بیروت)

لمحات النظر میں ہے "عن زید بن اخزم عن ابی عاصم عن زفر فی رجل

باع من رجل جارية بالف درهم علی ان ینقده الثمن فیمابینه و بین ثلاثة ایام والافلابیع بینهما قال:البیع فاسد" ترجمہ: زید بن اخزم ابو عاصم سے وہ امام زفر سے اس شخص کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ جس نے کسی کو ہزار درہم کی لونڈی بیچی اور یہ شرط رکھی کہ وہ اسے تین دن کے اندر اندر ثمن (رقم) دے گا ورنہ یہ خرید و فروخت ختم ہو جائے گی۔ امام زفر نے فرمایا: اس طرح خرید و فروخت کرنا فاسد ہے۔

(لمحات النظر،صفحه 15،المكتبة الازهرية،للتراث،بيروت)

لمحات النظر میں ہے "وروی ابن ابی العوام عن الطحاوی عن ابی العباس الایلی عن زیدبن اخزم عن عبدالله ابن داؤد:سألت زفربن الهذیل عن قرض الخبزفقال لی:لایجوز الاوزنا" ترجمہ: ابن ابی عوام امام طحاوی سے وہ ابو العباس سے وہ زید بن اخزم سے وہ عبداللہ بن داؤد سے، میں نے امام زفر بن ہذیل سے روٹی قرض لینے کے بارے سوال کیا تو آپ (رحمة الله تعالیٰ علیه) نے مجھ سے فرمایا: روٹی وزن کے ساتھ قرض لینی دینی جائز ہے۔ (لمحات النظر،صفحه 15،المكتبة الازهرية،للتراث،بيروت)

بوجہ تعامل فی زمانہ گنتی کے ساتھ روٹی قرض میں لینا و دینا بھی جائز ہے۔

لمحات النظر میں ہے "وروی ابن ابی العوام عن محمدبن عبدالله بن سعیدالبصری عن اسحاق بن ابراهیم الشهیدی عن یحی بن یمان عن سفیان عن زفرعن قیس بن جترقال :مثل عمربن عبدالعزیزفی بنی امیة کمثل مؤمن آل فرعون " ترجمہ: ابن ابی عوام محمد بن عبداللہ بن سعید بصری سے وہ اسحاق بن ابراہیم شہیدی سے وہ یحیٰ بن یمان سے وہ سفیان زفر سے زفر قیس بن جتر سے کہتے ہیں: بنی امیہ میں عمر بن عبدالعزیز ایسے ہیں جیسے آل فرعون میں سے ایک مومن تھا۔ (آل فرعون کا

مومن مشہور ہے جس کا تذکرہ قرآن پاک میں بھی ہے۔)

(لمحات النظر،صفحہ 15،المکتبۃ الازھریۃ للتراث،بیروت)

لمحات النظر میں ہے" وروی ابن ابی العوام عن الطحاوی عن ابراھیم بن مرزوق عن محمد بن عبداللہ الانصاری عن الاشعث الحمرانی عن عبدالواحد بن صبرۃ قال کنت عندالقاسم بن محمدو سالم بن عبداللہ بن عمرو عندھما ایاس بن معاویۃ فسألھما رجل عن رجل قال لامرأتہ أنت طالق ان، فلم یدریامایجیبان بہ فقالا افتہ یااباواثلۃ فقال ایاس :ھذا رجل أرادأن یطلق امرأتہ فلم یفعل ۔قال الانصاری:فذکرت ذلک لزفرابن الھذیل فقال:أخطأ ایاس ھذا رجل طلق وأرادأن یستثنی فلم یفعل "ترجمہ:ابن ابی عوام امام طحاوی سے وہ ابراہیم بن مرزوق سے وہ محمد بن عبداللہ انصاری سے وہ اشعث حمرانی سے وہ عبدالواحد بن صبرہ سے کہتے ہیں کہ میں قاسم بن محمد اور سالم بن عبداللہ بن عمر کے پاس تھا اور ان دونوں حضرات کے پاس ایاس بن معاویہ موجود تھے ان دونوں سے ایک شخص نے ایسے بندے کے بارے سوال کیا جس نے اپنی بیوی سے کہا تھا: تو طلاق والی ہے اگر (یعنی جزا ذکر کردی اور شرط میں سے صرف اگر کا لفظ ذکر کیا)۔۔۔پس ان دونوں کو سمجھ نہ آئی کہ وہ کیا جواب دیں تو انہوں نے کہا: ابو واثلہ تم فتوی دو،پس ایاس نے کہا: اس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا مگر دی نہیں۔انصاری کہتے ہیں: میں نے یہ سارا ماجرا امام زفر کی بارگاہ میں عرض کیا تو آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا: ایاس نے فتوی دینے میں خطا کی۔یہ شخص اپنی بیوی کو طلاق دے چکا،اس نے استثناء کا قصد کیا تھا مگر استثناء کیا نہیں۔

(لمحات النظر،صفحہ 15،المکتبۃ الازھریۃ للتراث،بیروت)

لمحات النظر میں ہے" وروی ابن ابی العوام عن ابی بکر محمد بن

هارون بن حسان البرقی عن بکربن القاسم عن یحیٰی بن المغیرة القرشی عن سعیدبن اوس قال :سمعت زفریقول :فی رجل اسقط سجدة من رکعة فاستوا قائما قبل ان یفتح فاتحه الکتاب:ان یخرساجداثم یعودالی استئناف عمله" ترجمہ:ابن ابی عوام ابوبکر محمد بن ہارون بن حسان برقی سے وہ بکر بن قاسم سے بکر یحی بن مغیرہ قرشی سے اور یہ سعید بن اوس سے کہتے ہیں: میں نے امام زفر کو ایک ایسے شخص کے بارے فرماتے ہوئے سنا جس نے رکعت میں ایک ہی سجدہ کیا اور ابھی فاتحہ شروع نہ کی تھی تو اس کے بارے فرمایا: وہ سجدہ میں جائے پھر اپنی بقیہ نماز کو پوار کرنے کے لیے لوٹے۔

(لمحات النظر،صفحہ 15،المکتبة الازھریة للتراث،بیروت)

امام زفر(رحمة اللہ تعالیٰ علیہ) اور علم کلام

اس زمانہ میں فلسفہ کے اثر سے علماء میں بہت سے ایسے مباحث اور لفظی اختلافات پیدا ہو گئے تھے جن کی حیثیت دین میں تو کچھ نہیں تھی؛ مگر سوء اتفاق سے وہ اُس وقت دیگر مسائل کی طرح اہم ہو گئے تھے اور جو لوگ ان کلامی مسائل اور فلسفیانہ موشگافیوں سے اپنے دامن کو بچائے رکھنے کی کوشش کرتے تھے، ان کے دامن پر بھی لوگ دو چار چھینٹیں ڈال ہی دیتے تھے، امام اعظم اور ان کے تقریباً تمام اصحاب وتلامذہ ایسے غیر ضروری مسائل ومباحث سے گریز کرتے تھے؛ مگر پھر بھی لوگوں نے ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کر دیں جن سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس وقت قرآن کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کا مسئلہ عام طور سے موضوع بحث بنا ہوا تھا اور اس کے بارے میں عموماً لوگ ائمہ سے سوالات کرتے تھے، امام زفر گوان لایعنی باتوں سے بہت گریز کرتے تھے؛ مگر پھر بھی کبھی کبھی ان سے متعلق کلام کرنے پر مجبور ہونا پڑتا تھا، ایک روز کسی نے قرآن کے بارے میں پوچھا: انہوں

نے جواب دیا: القرآن کلام اللہ۔ ترجمہ: قرآن کلامِ الٰہی ہے۔ یہ نہائیت عاقلانہ جواب تھا؛ مگر سائل کا مقصد کچھ اور تھا، اس لیے اس نے فوراً ہی پھر پوچھا کہ کیا وہ مخلوق ہے؟ امام زفر نے ذرا تند مگر ہمدردانہ لہجے میں فرمایا کہ اگر تم ان دینی مسائل کے سوچنے اور غور کرنے میں مشغول ہوتے جن میں، میں مشغول ہوں تو وہ میرے لیے بھی مفید ہوتا اور تمہارے لیے بھی اور جن مسائل کی فکر میں تم پڑے ہوئے ہو وہ تمہارے لیے مضر ہیں، اللہ تعالیٰ کے لیے وہ چیزیں ثابت کرو جن سے وہ خوش ہو اور جن چیزوں کا تم کو خدا نے مکلّف نہیں بنایا ہے اس میں اپنی جان ناحق نہ کھپاو۔ لمحات النظر میں ہے "عن الحسن بن زیاد سمعت زفر بن الهذیل وسأله رجل فقال له: القرآن کلام الله۔ فقال له الرجل أمخلوق هو؟ فقال له زفر: لو شغلك فی مسألة أنافیها أرجو أن ینفعنی الله بعملها لشغلك ذلك عن ذلك الذی فکرت فیه، والذی فکرت فیه، والذی فکرت فیه بلاشك یضرك، سلم الله عزوجل ما رضی به منك ولا تکلف نفسك مالا تکلف"

(لمحات النظر، صفحہ 17، المکتبة الازهریة للتراث، بیروت)

ایک بار حسن بن زیاد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے کسی نے کہا کہ امام زفر نے علم کلام میں غور و خوض کیا تھا؟ حسن نے کہا: سبحان اللہ! کیا سطحی بات تم نے کی، ہمارے اصحاب کے بارے میں سوال کرتے ہو کہ انہوں نے علم کلام میں غور کیا تھا یا نہیں؟ وہ اس سے بڑی چیز کے حامل تھے، وہ علم و فضل کی کان تھے، ہمارے اصحاب تو "کانوا اعلم بحدود اللہ" ترجمہ: وہ حدود اللہ سے خوب واقف تھے۔ مقصد یہ تھا کہ ان کا مشغلہ یہ نہیں تھا کہ وہ ان مسائل میں جو نہ تو دنیا کی زندگی میں مفید ہوں اور نہ آخرت میں اپنا وقت ضائع کریں؛ بلکہ وہ حدود اللہ کی پاسبانی اور نگہبانی میں اپنی زندگی خرچ کرتے تھے، جو صرف ان ہی کے لیے

نہیں بلکہ پوری مخلوق خدا کے لیے دونوں جہاں میں مفید ہیں۔تحریم النظرفی کتب الکلام میں ہے"وقال:عن الحسن بن زیاد اللؤلؤی، قال لَهُ رَجُلٌ فِي زُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ أَكَانَ يَنظُرُ فِي الْكَلَامِ؟ فَقَالَ: سُبْحَانَ اللهِ مَا أَحْمَقَكَ، مَا أَدْرَكْتُ مَشْيَخَتَنَا زُفَرَ وَأَبَا يُوسُفَ وَأَبَا حَنِيفَةَ وَمَنْ جَالَسْنَا وَأَخَذْنَا (عَنْهُمْ هَمُّهُمْ) غَيْرُ الْفِقْهِ وَالِاقْتِدَاءِ بِمَنْ تَقَدَّمَهُمْ" ترجمہ:ایک شخص نے حسن بن زیاد لولوی سے زفر بن ہذیل کے بارے سوال کیا کہ کیا وہ علم کلام میں بھی نظر کرتے تھے؟ تو ارشاد فرمایا: سبحان اللہ! تو عجیب بیوقوف ہے، ہمارے بزرگوں یعنی زفر، ابو یوسف اور ابو حنیفہ اور ہم نے جن کی مجلس اختیار کی، میں نے انہیں فقہ اور بڑے بزرگوں کی اقتداء کے سوا کسی اور شے کو اہمیت دیتے ہوئے نہ پایا۔

(تحریم النظرفی کتب الکلام، جلد1،صفحہ 46،عالم الکتب، السعودیة، الریاض)

امام زفر کی شان میں لکھے گئے اشعار

ترجمہ: بعض نے امام زفر(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی مدح سرائی میں اشعار بھی کہے ،ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:۔

إن القِيَاسَ جَلا مِرآتَهُ زُفَرُ ...فَمُنكِرُوهُ لما قدْنا لهم زَفَروا

بے شک امام زفر نے قیاس کے دھندلے آئینے کو روشن کیا، پس جب وہ قیاس کے منکروں سے مقابلہ میں آئے تو منکروں نے بھی سر تسلیم خم کر دیا۔

قَوسُ القِياسِ به كانت مُوَتَّرَةً ...ما عاشَ فالآنَ لا قوسٌ ولا وَتَرٌ

جب تک وہ زندہ رہے تب تک قیاس کی کمان پر تانت چڑھا رہتا تھا اور اب نہ کمان ہے اور نہ ہی تانت۔

لَقَدْ حَوَى فِي قِيَاسِ الْفِقْهِ مَرْتَبَةً ...عليه (قد) حَسِرَتْ مِنْ دُونِهَا الْفِكَرُ

آپ فقہ میں قیاس کے اس مقام پر فائز تھے کہ جس کے بغیر نظر وفکر کف افسوس ملتی رہ جاتی ہے۔

قِيَاسُه قَدْ صَفَا فِي بَحْرِ خَاطِرِهِ ...وحَاسِدُوه لِشُؤمِ الحقدِ قد كَدِرُوا

خیالات کے سمندر میں آپ کا قیاس اجلا اور صاف ستھرا ہوتا تھا اور آپ کے حاسد کینہ کی نحوست کی وجہ سے آپ سے ناراض رہتے تھے۔

غَدَا لِكَسْرِ قِيَاسِ النَّاسِ جَابِرَهُ ...وهُمْ بِحِقْدِهِمْ مِنْ جَبْرِهِ انْكَسَرُوا

آپ لوگوں کے ٹوٹے پھوٹے قیاس کو درست کرنے والے تھے اور لوگ آپ کی اس درستی سے بغض رکھنے کی وجہ سے خود ٹوٹ گئے۔

مَنْ لَا يُسَاوِيهِ فِي أَوقَاتِهِ أَحَدٌ ...هَلْ يَسْتَوِي الذَّهَبُ الْإِبْرِيزُ وَالْحَجَرُ

ختم سخن اس پر کہ آپ کے زمانے میں کوئی آپ کا ہم پلہ نہ تھا کیا ابریز اور پتھر خالص سونے کے برابر ہو سکتے ہیں؟

(الطبقات السنية في تراجم الحنفية، حرف الزاء، زفر، صفحه 284)

لفظ "الرائی" کی تحقیق

تقریباً تمام مترجمین نے کتاب التراجم میں اور مورخین نے کتب تاریخ میں امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے حالات میں ذکر کیا ہے "كان صاحب الحديث ثم غلب عليه الرای" ترجمہ: امام زفر صاحب حدیث تھے پھر بعد میں ان پر رائے غالب آئی۔ آج کل بعض شرپسند عناصر "رائے" کا غلط معنی ومفہوم وتشریح بیان کر کے عوام الناس میں تشویش پیدا کرتے ہیں اور عوام سے کہتے پھرتے ہیں کہ فقہاء احناف اپنی رائے سے

دین کے مسئلے بیان کرتے اوراس میں احادیث نبویہ کی مخالف کرتے ہیں۔اس کی حقیقت کو بیان کرنے سے قبل لفظ ''رائے'' کے معنی بیان کئے جاتے ہیں تاکہ قاری کی تفہیم میں تسہیل کا سبب بنے۔چنانچہ

لفظ ''رائے'' کے مختلف معنی بیان کئے جاتے ہیں۔جن میں سے چندایک یہ ہیں:

(1)اعتقاد۔لسان العرب میں ہے۔چنانچہ لکھتے ہیں ''والرَّأيُ: الاعتِقادُ''

ترجمہ:رائے کا معنی اعتقاد ہے۔(لسان العرب،فصل الراء،جلد14،صفحہ300،دارصادر،بیروت)

(2)اصحاب فکرودانش یعنی انتہائی غوروفکراوردانشمندی کے ساتھ مسائل کا حل تلاش کرنے والے۔التفسیر القرآنی میں ہے''وفیھم أھل الحل والعقد أی أصحاب الرأی والنظر فکل ذی رأی ونظر، ھو من أھل الحل والعقد'' ترجمہ: اہل حل وعقد سے مراداہل رائے اورنظر والے ہیں پس جورائے ونظر کا اہل ہے وہ اہل حل وعقد ہے۔ (التفسیر القرآنی،فی تفسیر سورۃ الشوری،جلد13،صفحہ67،دارالفکرالعربی،بیروت)

(3-4)اجتہاداورقیاس۔ایک تفسیر میں لکھا ہے کہ ''یطلق الرأی علی الاعتقاد، وعلی الاجتھاد، وعلی القیاس، ومنه: أصحاب الرأی:أی أصحاب القیاس'' ترجمہ:رائے کا اطلاق اعتقاد،اجتہاد،اورقیاس پر ہوتا ہےاوراسی سے اصحاب رائے ہوتا ہے۔یعنی اصحاب قیاس۔

(التفسیر والمفسرون،التفسیر بالرأی،جلد1،صفحہ183،مکتبہ وھبہ،قاھرہ)

لغت کی مشہورومعروف کتاب ''المنجد'' میں ''رای'' کے مادہ کے تحت اس کے کچھ یوں معنی بیان کئے کہ:

رای:بصارت یابصیرت سے دیکھنا۔

ارأی، ارناء: عقل ورائے والا ہونا۔

تراء ینافی الامر: ہم نے معاملہ میں غور کیا۔

الرای: رائے، اعتقاد، تم کہتے ہو" رائی کذا: میرا اعتقاد ایسا ہے، تدبیر کی رسائی۔

رئی القوم۔ قوم کا سردار جس کی رائے سے سب اتفاق کریں۔

(المنجد، رای، صفحہ 270، خزینہ علم و ادب، الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور)

(5) کتب میں بعض مقامات پر" الرأی " خاص فقہ حنفی کے قیاس کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ تاویل مختلف الحدیث کے حاشیہ میں ہے" غلب عَلَيهِ الرَّأيُ وَهُوَ قِيَاسِ الْحَنفِيَّة، وَكَانَ يَقُول نحن لَا نَأْخُذ بِالرَّأيِ مَا وجد أثر، وَإِذا جَاءَ الْأَثر تركنَا" ترجمہ: ان پر رائے غالب آ گئی اور رائے سے مراد حنفی مذہب کے مطابق قیاس کرنا ہے۔ امام زفر فرمایا کرتے تھے کہ حدیث کے ہوتے ہوئے ہم رائے قائم نہیں کرتے بلکہ جب حدیث ہم تک پہنچ جاتی ہے تو رائے کو ترک کر دیتے ہیں۔

(حاشیہ تاویل مختلف الحدیث، صفحہ 108، المکتب الاسلامی، مؤسسۃ الاشراق)

معلوم ہوا کہ " رائی " کے مختلف معنی ہیں اگر کسی متکلم کے ساتھ استعمال ہوگا تو اس کی مراد یہ ہوگی کہ اس کا عقیدہ یہ ہے۔ اگر کسی سمجھ دار کے ساتھ استعمال ہوگا تو مراد ہوگی کہ بڑا عقل والا ہے۔ اور اگر کسی مشورہ دینے والے کے ساتھ یہ لفظ استعمال ہوگا تو اس کا معنی ہوگا اچھا مشورہ دینے میں مہارت رکھنے والا۔ اور اسی طرح جب کسی فقیہ کے ساتھ یہ استعمال ہوگا تو اس کی مراد ہوگی قیاس کرنے والا اور جب کسی محدث کے مقابل کسی دوسرے فرد کے لئے اس کا استعمال ہو تو پھر یہ فقہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ کتب تراجم و تاریخ حتی کہ شروح حدیث میں جگہ جگہ یہ الفاظ موجود ہوتے ہیں " اصحاب الحدیث اصحاب الرائی " یعنی محدثین کے لئے اصحاب حدیث اور فقہاء کے لئے اصحاب رائے

کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ فقط عام قاری کو سمجھانے کے لئے تحریر ہے ورنہ اس کے بعض معانی ایک دوسرے کو لازم وملزوم ہیں۔

بہرکیف عمومی طور پر فقیہ کے نام کے ساتھ ''رای'' کو فقہ کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے اسی لئے ابن قتیبہ نے ''المعارف'' میں فقہاء کا تعارف ''اصحاب الرائی'' کے نام سے کرایا ہے جس میں امام مالک اور دوسرے فقہاء مثلا امام اوزاعی، ابن ابی لیلی، امام ابوحنیفہ، امام ابی یوسف وامام محمد وغیرہ کو بھی شامل کیا ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں ''لا یکون الرجل فقیہا حتی یکون بصیرا فی الرائی''

ترجمہ: آدمی اس وقت تک فقیہ نہیں ہوتا جب تک وہ بصیر الرائے نہیں ہوتا۔ اور اس کے علاوہ بے شمار دوسرے اقوال ایسے ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ رائی کا فقہ کے معنی میں بھی استعمال عام رہا ہے اور ''اھل الرائی'' اور ''اصحاب الرائی'' سے کتب سیر و تاریخ میں مراد فقہاء ہیں نہ کہ وہ لوگ جو اپنی رائے کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے تو یہ اس کی قلت معرفت وتدبر یا فقہ سے نفرت، دوری، یا جہالت، یا بزرگان دین واولیاء کرام سے بغض کا نتیجہ ہے۔ اللہ عزوجل ہمیں ایسے بے دینوں سے دور رکھے۔

اصحاب رائے کی اصطلاح کا معنی او روجہ تسمیہ

اصحاب رائے کا معنی فقہاء کرام ہیں جیسا کہ بیان ہو چکا۔ اب اصحاب رائے کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ یعنی فقہاء کرام کو اصحاب رائے کا نام کیوں دیا گیا اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ درحقیقت علمائے اسلاف میں دو گروہ تھے ایک اہل رائے تھا اور ایک اہل حدیث تھا۔ اہل رائے گروہ عراق کے مدرسہ سے تھے اور اہل حدیث حجاز کے۔ اہل رائے کا یہ عمل تھا کہ جس در پیش مسئلہ کے متعلق قرآن یا حدیث یا صحابہ کرام سے اس کا جواب نہ ملتا تو قرآن و

حدیث کی روشنی میں اجتہاد وقیاس کرتے اور اس کا حل نکالتے اور کہہ دیتے کہ اس مسئلہ میں میری رائے یہ ہے۔ جبکہ اہل حدیث (محدثین) کا گروہ اگر اس مسئلہ کا حل قرآن وحدیث سے نہ ملتا تو خاموش رہتے یا بہت کم اجتہاد کرتے۔ تاریخ التشریع الإسلامی میں ہے"
نشأة أهل الرأى وأهل الحديث: عرفنا من قبل أن تفرق الصحابة فى الأمصار أحدث حركة علمية فى كل مصر تفاوتت فى منهجها بتفاوت هؤلاء الصحابة، وتأثر تلاميذهم بهم، وقد تمايز فى هذا التفاوت منهجان: أحدهما: منهج "أهل الرأى" أو مدرسة الكوفة بالعراق۔ والثانى: منهج "أهل الحديث" أو مدرسة المدينة بالحجاز" ترجمہ: اہل رائے اور اہل حدیث کا آغاز جیسا کہ ہم نے پہلے جانا کہ صحابہ کرام مختلف شہروں میں گئے اور وہاں مختلف مسائل درپیش ہوئے۔ ہر صحابہ کا انداز استدلال مختلف تھا۔ یہی انداز ان کے شاگردوں میں بھی منتقل ہوا۔ اسی تفاوت کے سبب دو گروہ وجود میں آئے ایک اہل رائے جو مدرسہ کوفہ سے تعلق رکھتے تھے اور ایک اہل حدیث (محدثین) جو مدرسہ مدینہ حجاز سے تعلق رکھتے تھے۔

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دور میں کثیر صحابہ کرام تھے جو فقہاء تھے، جب کوئی نیا مسئلہ درپیش ہوتا وہ اسے باہم مشاورت واجتہاد سے حل فرماتے تھے۔ ان میں حضرت ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مقام ومرتبہ بہت بلند تھا۔ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کی رائے کو بہت اہمیت دیتے تھے"وقد عرفت من قبل أن عمر بن الخطاب رضى الله عنه أرسل عبد الله بن مسعود إلى أهل الكوفة ليعلمهم، وكانت حركته واسعة، ونهج تلاميذه من بعده نهجه، فاعتبرت مدرسة ابن

مسعود بالعراق نواة لمدرسة الرأي" ترجمہ: آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت ابن مسعود کو کوفہ تعلیم دینے کے لئے بھیجا۔ حضرت ابن مسعود کی فقاہت بہت وسیع تھی اور ان کے شاگردوں میں بھی یہی طریقہ منتقل ہوا تو اس مدرسہ کو عراق میں ابن مسعود کے نام سے جانا گیا اور یہ مدرسہ اہل رائے کی بنیاد تھی۔

(2) اہل حدیث: ان کا تعلق حجاز کے ساتھ تھا جو حضرت ابن عمر و دیگر صحابہ کرام و اسلاف کے پیروکار تھے۔" ومذهب مدرسة أهل الحديث: أنهم إذا سئلوا عن شيء، فإن عرفوا فيه آية أو حديثا أفتوا، وإلا توقفوا" ان سے جب کسی مسئلہ میں پوچھا جاتا تو اگر یہ اس کے متعلق قرآن یا حدیث سے کچھ جانتے تو فتوی دیتے ورنہ توقف فرماتے۔ (تاریخ التشریع الإسلامی، صفحہ289۔۔۔، مکتبۃ وھبۃ، الطبعۃ: الخامسۃ)

اہل رائے اور اہل حدیث دونوں گروہ حق پر تھے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے طریقہ پر تھے۔ اہل رائے اجتہاد و قیاس اس وقت کرتے تھے جب ان کے پاس قرآن وحدیث اور صحابہ کرام سے دلیل نہ ملتی تھی۔ اس وقت ان کا اجتہاد کرنا صحابہ کرام کی سنت پر عمل تھا۔ الفقہ و المتفقہ میں حضرت ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی الخطیب البغدادی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) حضرت علی بن خشرم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حوالے سے لکھتے ہیں" كنا في مجلس سفيان بن عيينة فقال يا أصحاب الحديث تعلموا فقه الحديث لا يقهركم أهل الرأي ما قال أبو حنيفة شيئا إلا ونحن نروي فيه حديثا أو حديثين" ترجمہ: ہم سفیان بن عیینہ کی مجلس میں بیٹھتے تھے کہ انہوں نے فرمایا اے اصحاب الحدیث حدیث سے فقہی احکام نکالنا سیکھو۔ ابن مسئلہ میں اہل رائے تم پر غالب نہ آجائیں۔ امام ابوحنیفہ نے جو بھی مسئلہ بیان کیا ہے ہم دیکھتے ہیں اس مسئلہ کے

پیچھے ایک یا دو حدیثیں ضرور ہیں۔

(الفقیہ و المتفقہ،جلد1،صفحہ549،دار ابن الجوزی -السعودیۃ،الطبعۃ :الثانیۃ، 1421ھ)

"أصحاب الرأی:أصحاب المذہب الحنفی جملۃ فقہاء العراق الذین کانوا من مدرسۃ ابن مسعود کإبراھیم النخعی وحماد بن أبی سلیمان، وأبی حنیفۃ، ومحمد بن أبی لیلی وغیرھم" ترجمہ: اصحاب رائے سے مراد فقہ حنفی کے فقہاء ہیں جن کا تعلق عراق سے ابن مسعود کے مدرسہ سے تھا۔ جیسا کہ ابراہیم نخعی، حماد بن ابی سلمہ ،ابوحنیفہ اور محمد بن ابی لیلہ اور دیگر حضرات۔

(معجم لغۃ الفقہاء،جلد1،صفحہ 70،دار النفائس للطباعۃ والنشر والتوزیع)

النہایہ فی غریب الحدیث والاثر میں ہے"والمحدِّثون یُسَمون أصْحَابَ القِیاسِ أصحابَ الرَّأْیِ، یَعْنُون أنَّھُم یأخُذون برَأیِھم فِیمَا یُشْکِل مِنَ الْحَدِیثِ، أوْ مَا لَمْ یاتِ فِیہِ حَدِیثٌ وَلَا أثَرٌ" ترجمہ: محدثین قیاس کرنے والے فقہاء کو اصحاب رائے کا نام دیتے تھے۔ یعنی جس کے حدیث ہونے میں اشکال ہو یا جس معاملہ سے متعلق کوئی حدیث واثر نہ ہوتا اسے رائے سے یعنی قیاس سے بتاتے۔

(النہایہ،باب الراء مع الباء،جلد2،صفحہ 179،المکتبۃ العلمیۃ،بیروت)

الکلیات میں ہے"أصْحَاب الرَّأْی:ھم أَصْحَاب الْقیَاس، لأنھم یَقُولُونَ برأیھم فِیمَا لم یجدوا فِیہِ حَدِیثا أَو أثرا" ترجمہ: اصحاب رائے سے مراد وہ ہیں جو قیاس کرنے کے اہل ہیں کیونکہ جس مسئلے میں کوئی حدیث نہیں ہوتی اسے وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنی رائے سے کہتے ہیں۔

(الکلیات،فصل الألف والصاد،صفحہ 131،مؤسسۃ الرسالۃ،بیروت)

پھر خود امام زفر فرماتے ہیں: ہم کسی مسئلہ میں رائے یعنی قیاس اسی وقت کرتے

ہیں جب ہم اس میں کوئی آیت وحدیث نہیں پاتے۔ نیز یہ بھی یاد رہے رائے کا معنی جس طرح فقہ کے لئے استعمال ہوتا تھا اسی طرح خاص قیاس کے لئے بھی استعمال ہوتا تھا۔

رائے کی اقسام

ہر قول وفعل کے عمومی طور پر دورخ ہوتے ہیں۔ ایک اچھا اور دوسرا برا۔ اچھا وہ جو قرآن وحدیث واسلاف اور عقل سلیم وفطرت کے موافق ہو جبکہ دوسری وہ جو قرآن وحدیث، طریقہ اسلاف کے خلاف ہو۔ لہٰذا رائے کی دو قسمیں ہیں:۔

(1) پسندیدہ رائے۔ پسندیدہ رائے وہ جو قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہو بلکہ قرآن وسنت کے عین مطابق ہو۔ التفسیر والمفسرون میں ہے "الرأی الذی یغلب علی صاحبه من غیر دلیل یقوم علیه، أما الذی یشده البرهان، ویشهد له الدلیل، فالقول به جائز" ترجمہ: مذموم رائے وہ ہوتی ہے جو بغیر دلیل کے قائم کی جائے اور جو رائے دلیل کے ساتھ قائم کی جائے اسے بیان کرنا بھی جائز ہے۔

(التفسیر والمفسرون، التفسیر بالرأی، جلد 1، صفحہ 185، مکتبہ وھبہ، قاھرۃ)

بعض دلائل پسندیدہ رائے سے متعلق مزید نیچے درج کیے جائیں گے۔

(2) ناپسندیدہ، مذموم

بعض جاہل قسم کے انسان بلکہ حیوان "رائے" جس کا مطلب فقہ اور قیاس ہے اس کی مخالفت کرتے ہیں اور اپنی جہالت کا پرچم لہراتے ہوئے بلا سوچے سمجھے یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا "ایاکم واصحاب الرای فانهم اعداء الذین اعیتهم السنة ان یحفظوها فقالوا برأیهم فضلوا واضلوا" ترجمہ: تم اصحاب رائے سے بچو کہ یہ دین کے دشمن ہیں، انہوں نے سنت کی

حفاظت کی بجائے سنت کے طریقہ کو چھوڑ دیا، تو انہوں نے اپنی رائے سے کہا خود بھی گمراہ ہوئے اوروں کو بھی گمراہ کیا۔

خلیفہ المسلمین عمر فاروق اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی حدیث کا مطلب

اس حدیث کی مراد یہ ہے کہ قرآن وسنت کی تصریح ہونے کے باوجود آیت وحدیث کو چھوڑ کر اپنی عقل کے گھوڑے دوڑانا اور قرآن وسنت کے مقابل اپنی عقل کو ترجیح دیتے ہوئے اسی پر عمل کرنا۔ ورنہ تو قرآن وسنت سے مسائل کا استنباط تو بالکل درست ہے بلکہ اپنی رائے (اجتہاد) کے ذریعے قرآن وسنت سے مسائل اخذ کرنے کی ترغیب کتب معتمدہ موجود ہے بلکہ بعض صورتوں میں تو علماء پر فرض ہے۔ چنانچہ بخاری کی شرح ابن بطال میں ہے "فقد بين هذا القول من عمر أنه أمر باتهام الرأى فيما خالف أحكام رسول الله (صلى الله عليه وسلم) وسنته، وذلك أنه قال: (إنهم أعداء السنن أعيتهم أن يحفظوها) وأخبر أنه لما أعياهم حفظ سنن رسول الله قالوا بآرائهم وخالفوها، جهلا منهم بأحكام رسول الله وسننه وذلك هو الجرأة على الله بما لم يأذن به في دينه، والتقدم بين يدى رسول الله، فأما اجتهاد الرأى فى استنباط الحق من كتاب الله وسنة رسوله فذلك الذى أوجب الله على العلماء فرضا، وعمل به المسلمون بمحضر من رسول الله (صلى الله عليه وسلم) فلم يعنفهم ولا نهاهم عنه؛ ـــ روى ذلك عن ابن مسعود، وابن عباس، وروى أبو معاوية، عن الأعمش، عن عمارة، عن عبد الرحمن بن يزيد، قال ابن مسعود: (ومن عرض له منكم قضاء بما فى كتاب الله، فإن جاء أمرا ليس فى كتاب الله فليقض بما قضى به نبيه (صلى الله عليه وسلم) ، فإن جاءه أمر

ليس في سنة نبيه فليقض بما قضى به الصالحون، فإن جاء ه ما ليس في ذلك، فليجتهد رأيه" ترجمہ: عمر(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے جو رائے کی مذمت وارد ہوئی ہے یہ وہ ہے جو رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے احکام اور ان کی سنت کے خلاف ہو۔ اور آپ کا یہ فرمان کہ یہ لوگ سنت کے دشمن ہیں۔ حدیث یاد کرنے سے عاجز ہیں۔ یعنی آپ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ حدیث رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو یاد کرنے سے تھک چکے ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنی رائے قائم کرتے ہیں اور بوجہ جہالت سنت اور حکم نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا خلاف کرتے ہیں۔ اور یہ بے باکی ہے وہ بات دین میں کہنا جو اس میں ہے نہیں سوائے جرأت کے اور رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بیان کی ہوئی حدود سے آگے نکلنے کے سوا کچھ نہیں۔ باقی رہا اپنی رائے اجتہاد سے قرآن وسنت سے مسائل کا استنباط کرنا تو اللہ عزوجل نے اسے علماء پر فرض قرار دیا ہے۔ اپنی رائے، اجتہاد سے قرآن سے استنباط کیے ہوئے مسائل پر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی موجودگی میں صحابہ نے اس پر عمل کیا، آپ نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور نہ اپنی رائے سے قرآن سے مسائل اخذ کرنے سے منع فرمایا۔ ابن مسعود، ابن عباس، سے مروی ہے اور ابو معاویہ اعمش سے یہ عمارہ سے اور عمارہ عبدالرحمٰن بن یزید سے کہ ابن مسعود نے فرمایا: جسے کوئی معاملہ درپیش ہو تو وہ کتاب اللہ کے مطابق عمل کرے، اور اگر معاملہ ایسا ہے کہ کتاب اللہ میں موجود نہیں تو نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے فیصلے کے مطابق عمل کرے۔ اور اگر سنت رسول میں بھی اس کی کوئی وضاحت نہ ہو تو صالحین کے طریقہ کو اختیار کرے اور اگر ان کے طریقے سے بھی کوئی رہنمائی نہ ملے تو اپنی رائے قائم کرے۔

(شرح بخاری لابن بطال، کتاب التعبیر، باب ما یذکر من ذم الرای، جلد10، صفحہ354، الریاض)

پھر بخاری کی شرح ابن حجر کی فتح الباری میں ہے"فظاهر في أنه أراد ذم من قال بالرأي مع وجود النص من الحديث" ترجمہ: عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حدیث ہونے کے باوجود اپنی رائے پر عمل کرنا۔

(فتح الباری ،باب ما یذکر من ذم الرای، جلد13 ،صفحہ 289،دارالمعرفۃ،بیروت)

بخاری کی تیسری شرح عمدۃ القاری میں ہے"قلت: فِي صِحَّته نظر، وَلَئِن سلمنَا فَإِنَّهُ أَرَادَ بِهِ الرَّأْي مَعَ وجود النَّص" ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے بھی نہیں اس میں کلام ہے اور اگر اسے صحیح ہی تصور کرلیں تو اس سے مراد اس رائے کی ممانعت ہے جو نص کی موجودگی میں ہو۔

(عمدۃ القاری،باب ما یذکر من ذم الرای،جلد25،صفحہ 43،دارالمعرفۃ،بیروت)

الفصول فی الاصول میں ہے"وَيَدُلُّ عَلَى أَنَّ عُمَرَ -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ- إنَّمَا أَرَادَ مَنْ قَالَ بِالرَّأْيِ قَبْلَ حِفْظِ الْأُصُولِ مِنْ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِجْمَاعِ" ترجمہ: یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مراد یہ ہے کہ جو قرآن وحدیث اور اجماع کے اصول سمجھے و یاد کیے بغیر اپنے رائے قائم کرے۔

(الفصول فی الاصول،جلد4،صفحہ 68،بَابُ ذِكْرِ الدَّلَالَةِ عَلَى إثْبَاتِ الِاجْتِهَادِ ، الکویتیۃ)

المبسوط لسرخسی میں ہے"فإنه لا يستقيم أن يكون صاحب رأي ليس له علم بالسنة والأحاديث فمثله يضل الناس كما ورد به الأثر إياكم وأصحاب" ترجمہ: جسے قرآن وحدیث کا علم نہیں اس کی رائے درست نہیں ہوسکتی۔ یہی لوگ ہیں کہ جو لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے (عمر بن خطاب) سے اثر وارد ہوا ہے۔ (المبسوط لسرخسی، کتاب ادب القاضی، جلد16،صفحہ 109،دارالمعرفۃ،بیروت)

امام سرخسی فرماتے ہیں"وأما عمر رضي الله عنه فالقول عنه بالرأي أشهر

من الشمس وبه يتبين أن مراده بذم الرأى عند مخالفة النص أو الإعراض عن النص فيما فيه نص والاشتغال بالرأى الذى فيه موافقة هوى النفس" ترجمہ: حضرت عمر کا قیاس کے متعلق فرمانا سورج سے بھی زیادہ روشن ہے کہ اس سے مراد باطل قیاس ہے جو نص کے مخالف ہو یا اس سے مراد نفس کی اتباع میں نص سے اعراض کرنا ہے۔

(أصول السرخسي، جلد2، صفحہ132، دار المعرفة، بیروت)

بعض احادیث واسلاف سے جو اہل رائے کی مذمت وارد ہے اس سے ہرگز فقہائے کرام کا یہ گروہ مراد نہیں بلکہ اس سے مراد وہ جاہل و بے دین ہیں جو بغیر علم کے اپنی رائے سے عقائد وفقہ میں فتوے دیتے ہیں جیسا کہ موجودہ دور کے جہلاء ہیں۔ العدة فی أصول الفقه میں قاضی أبو یعلی، محمد بن الحسین بن محمد بن خلف ابن الفراء (المتوفی: 458ھ) لکھتے ہیں" عن الإمام أحمد أنه لا يروى الحديث عن أصحاب الرأى، ثم بين المؤلف مراد الإمام أحمد بقوله: وهذا محمول على أهل الرأى من المتكلمين، كالقدرية ونحوهم" ترجمہ: حضرت امام احمد بن حنبل (رضی اللہ تعالی عنہ) سے جو قول مروی ہے کہ اصحاب الرائے سے حدیث روایت نہ کرو۔ مؤلف نے اس کا مطلب بیان کیا ہے اور ان کی یہ بات ان اہل رائے پر محمول ہے جو بدعقیدہ ہیں جیسے قدریہ فرقہ وغیرہ۔

(العدة فی أصول الفقه، جلد1، صفحہ56)

ان ابا بكر هو خليفة المسلمين وهؤلاء هم كبار الصحابة وهم اصحاب الرأى" ترجمہ: خلیفۃ المسلمین ابوبکر اور عمر وعثمان وعلی سب کبار صحابہ ہیں اور یہی اہل رائے ہیں۔ (تاریخ القرآن الکریم، الباب الثانی، الفصل الاول، جلد1، صفحہ30، مکۃ المکرمۃ)

لگے ہاتھوں اس بے بنیاد اعتراض کا جواب بھی دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ:

اگر فقہاء احناف احادیث کے عامل تھے تو پھر انھوں نے کتنی ایک احادیث پر عمل کیوں نہ کیا؟

اس سوال کے جواب میں جامع نور میں علامہ اسید الحق صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا تھا وہ یہاں نقل کیا جاتا ہے؛ چنانچہ لکھتے ہیں "گزشتہ چند دہائیوں سے عالم اسلام میں ایک ایسا طبقہ ابھر کر سامنے آیا ہے جو عمل بالحدیث کا دعویدار ہے، اس طبقہ کے افراد اپنے علاوہ باقی تمام مسلمانوں کو تارک حدیث قرار دیتے ہیں، برصغیر ہند و پاک میں چونکہ احناف کی اکثریت ہے اس لیے اس طبقہ کے مجتہدین، مصنفین اور واعظین کی کرم فرمائیاں مقلدین احناف، فقہاء احناف اور ائمہ احناف پر زیادہ ہوتی ہیں، اس طبقہ کا ہر خاص و عام آپ کو یہ کہتا ہوا نظر آئے گا کہ امام ابو حنیفہ نے فلاں فلاں مسائل میں حدیث نبوی کی مخالفت کی ہے، احناف کی طرف سے ہر چند ان کو سمجھایا جاتا ہے کہ امام اعظم نے اگر اس مسئلہ میں فلاں حدیث کو ترک کیا ہے تو اس کے فلاں فلاں اسباب ہیں مگر یہ طبقہ کسی طور مطمئن ہونے کو تیار نہیں ہے۔ اس طبقہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یوں تو یہ کسی بھی امام یا فقیہ کی تقلید کو حرام یا شرک قرار دیتا ہے مگر (اقراراً نہ سہی) عملاً بے شمار مسائل میں شیخ ابن تیمیہ کی اندھی تقلید کرتا ہوا نظر آتا ہے، یہاں میں یہ وضاحت کر دوں کہ شیخ ابن تیمیہ کی بعض خلاف جمہور آراء کی وجہ سے ہمارے اسلاف نے ان کو اہل سنت میں شمار نہیں کیا ہے۔ شیخ ابن تیمیہ نے بہت سی کتب تصنیف کی ہیں، اس وقت ان کا ایک مختصر رسالہ "رفع الملام عن الائمة الاعلام" میرے پیش نظر ہے اس رسالہ میں شیخ موصوف نے ائمہ پر ترک حدیث کے الزام کا تحقیقی جائزہ لیا ہے۔ میں یہاں اس رسالہ سے بعض اہم نکات ہدیہ قارئین کرنا چاہتا ہوں، اس گزارش کے ساتھ کہ ائمہ پر ترک حدیث کا الزام لگانے والے

حنفیوں کی مانیں نہ سہی مگر کم از کم اپنے امام اور شیخ الاسلام والمسلمین کی تو مانیں، شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: "اللہ اور رسول کی محبت کے بعد ہر مسلمان پر مومنین اور خاص کر علما کی محبت واجب ہے اس لئے کہ وہ انبیاء کے وارث ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے نجوم ہدایت بنایا ہے کہ ان سے تاریکیوں میں نور حاصل کیا جاتا ہے، ان علما کے ہدایت یافتہ اور صاحب درایت ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔۔۔ جان لو کہ وہ ائمہ جن کو امت میں قبول عام حاصل ہے ان میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو قصداً اور عمداً رسول گرامی کی سنت کی مخالفت کرے اس لیے کہ ان سب کا اتفاق ہے کہ رسول خدا کی اتباع ہر حال میں واجب ہے، اور ان کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اللہ کے رسول کے سوا ہر انسان کے قول میں اخذ و ترک کا اختیار ہے، لیکن اگر ان ائمہ میں سے کسی امام کا کوئی قول ایسا ملے جس کے خلاف حدیث صحیح موجود ہو تو یقیناً اس حدیث کو ترک کرنے کا کوئی نہ کوئی عذر اور سبب ان کے پاس ضرور ہوگا، ترک حدیث کے بنیادی اعذار اور اسباب تین ہیں:

(1) وہ امام اس کو حدیث رسول تسلیم نہیں کرتے۔

(2) وہ تسلیم نہیں کرتے کہ حضور نے اس قول سے یہ مسئلہ مراد لیا ہے۔

(3) وہ امام اس حدیث کو منسوخ مانتے ہیں۔

ان تین اعذار سے متعدد اسباب متفرع ہوتے ہیں۔ (اس کے بعد شیخ ابن تیمیہ نے دس اسباب کا ذکر کیا ہے جن کی بنیاد پر کوئی امام و مجتہد حدیث کو ترک کرتا ہے، ان دسوں اسباب کا خلاصہ پیش خدمت ہے:۔

پہلا سبب:۔ اس امام تک وہ حدیث پہنچی ہی نہ ہو، اور جس کے پاس حدیث پہنچی ہی نہیں وہ اس کے حکم کو جاننے کا مکلف ہی نہیں ہے، جب اس تک حدیث نہیں پہنچی تو اب

وہ اس مسئلہ میں اپنی رائے کی بنیاد یا تو قرآن کریم کے ظاہر پر رکھے گا یا کسی دوسری حدیث کے مطابق، یا پھر قیاس واستصحاب پر، تو ظاہر ہے کہ اس کی رائے کبھی اس (پہلی) حدیث کے مطابق ہوگی اور کبھی مخالف، ائمہ سلف کے جو اقوال بعض احادیث کے خلاف پائے جاتے ہیں ان میں غالب اور اکثری سبب یہی ہے۔((اس کے بعد شیخ نے سلف کے چند واقعات نقل کیے ہیں جن میں بعض صحابہ یا تابعین تک حدیث نہیں پہنچی تھی اور انہوں نے مسئلہ کی بنیاد کسی دوسری دلیل پر رکھی تھی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی" الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف" میں اسباب اختلاف کے ذیل میں اس سبب کا ذکر کیا ہے، اس پر مجھے چند باتیں عرض کرنا ہے:۔

اولاً تو یہ کہ اس سبب کو اکثری سبب قرار دینا ہمیں تسلیم نہیں ہے، بعض عجلت پسند لوگ جب بھی کسی امام کا کوئی قول کسی ظاہر حدیث کے خلاف دیکھتے ہیں تو ترک حدیث کے باقی نو اسباب فراموش کر کے فوراً کہہ دیتے ہیں کہ ان کو فلاں حدیث نہیں پہنچی۔

دوسرا یہ کہ یہ عذر ان مسائل میں تو تسلیم کیا جا سکتا ہے جن کا وقوع شاذ و نادر ہو، شیخ نے اس سلسلہ میں مثالاً جو واقعات نقل کیے ہیں ان میں سے اکثر اسی قبیل کے ہیں مگر جو مسائل روزمرہ وقوع پذیر ہوتے ہیں ان میں یہ عذر درست نہیں ہے۔ مثال کے طور پر رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد رفع یدین کیا جائیگا یا نہیں؟ آمین زور سے پڑھی جائے یا ہلکی آواز میں؟ مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ اذان واقامت کے کلمات کتنے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ یہ سارے مسائل ایسے نہیں ہیں جو عمر میں ایک یا دو مرتبہ پیش آتے ہوں اور یہ فرض کر لیا جائے کہ بعض صحابہ یا تابعین یا مجتہدین کو اس سلسلہ میں حدیث نہیں پہنچی ہوگی بلکہ یہ تو ان مسائل میں سے ہیں جن سے ہر مسلمان کا واسطہ دن رات میں کئی کئی مرتبہ پڑتا ہے

۔لہٰذا یہ بات بعید از قیاس اور عقلاً نا قابل قبول ہے کہ ان مسائل میں بعض صحابہ یا تابعین یا بعض ائمہ کو سنت نبوی کی خبر نہ ہو سکی، مثلاً کوئی یہ کہے کہ رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کرنے کی جو روایت سیدنا ابن عمر سے مروی ہے وہ امام اعظم ابوحنیفہ تک نہیں پہنچی اس لیے آپ نے عدم رفع کو اختیار فرمایا یہ بات نہایت سطحی ہے، کیونکہ نماز میں رفع یدین کرنا کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو عمر بھر میں صرف ایک دو بار کی جاتی یا رات کی تاریکی میں کی جاتی بلکہ یہ تو ایسی چیز ہے جو ہر مسلمان علیٰ رووس الاشہادون میں متعدد مرتبہ کرتا ہے، لہٰذا یہ بات بعید از قیاس ہے کہ اس سلسلہ کی روایت امام اعظم تک نہ پہنچی ہو، یقیناً وہ روایت آپ تک پہنچی مگر اس کے باوجود آپ نے اس پر عمل نہیں کیا، اس کو ترک کرنے کا سبب آگے آرہا ہے ۔اسی طرح وہ مسائل جو خود صحابہ کرام کے درمیان مختلف فیہ تھے اور جن کا تعلق روزمرہ کے اعمال سے ہے ان میں بھی یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ ایک فریق کو اس سلسلہ میں حدیث نہیں پہنچی ۔ یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ بالفرض اگر کسی امام کے پاس واقعی حدیث نہیں پہنچی اور انہوں نے مسئلہ کی بنیاد کسی اور دلیل پر رکھی مگر جیسے ہی ان کے تلامذہ اور مقلدین کو یہ یقین قطعی ہوا کہ اس مسئلہ میں فلاں حدیث صحیح موجود ہے تو انہوں نے اپنے امام کے قول کو ترک کر کے حدیث پر عمل کرنے میں ذرا دیر نہیں لگائی مثال کے طور پر امام اعظم نے شوال کے چھ روزوں کو مکروہ فرمایا ہے مگر جب صحیح حدیث سے ان روزوں کا رکھنا ثابت ہو گیا تو بعد کے فقہاء احناف نے ان روزوں کو سنت اور مستحب تسلیم کر لیا، امام اعظم نے مزارعت کو ناجائز فرمایا ہے مگر جب صاحبین اور بعد کے فقہاء کو مزارعت کے جواز کی صریح اور صحیح حدیث پہنچی تو انہوں نے امام اعظم کے قول کو ترک کر کے حدیث پر عمل کیا، امام اعظم نے عقیقہ کو محض مباح فرمایا تھا مگر جب صحیح حدیث سے اس کا سنت ہونا ثابت ہو

گیا تو فقہاء احناف نے حدیث پاک کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ حدیث نہ پہنچنے کا عذر اولاً تو بہت کم ہے اس کو اکثری سبب نہیں کہا جا سکتا، اور اگر کہیں ہے بھی تو صرف ان مسائل میں جن کا وقوع شاذ و نادر ہے۔

دوسرا سبب:۔ ترک حدیث کا دوسرا سبب بیان کرتے ہوئے شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ کسی امام کے پاس حدیث تو پہنچی مگر وہ حدیث ان کے نزدیک ثابت نہیں تھی، یعنی اس حدیث کی اسناد میں کوئی راوی ان امام کے نزدیک مجہول تھا یا متہم بالکذب تھا یا سئی الحفظ تھا۔ اس سبب کی مزید تفصیل بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ سبب بھی بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔

تیسرا سبب:۔ امام نے اپنے اجتہاد سے کسی حدیث کو ضعیف سمجھا، اور دوسرے نے اس میں اس سے اختلاف کیا، اس سے قطع نظر کہ اس حدیث کا کوئی دوسرا بھی طریقہ روایت تھا، اب چاہے پہلے والا صواب پر ہو یا دوسرا والا، یا پھر دونوں صواب پر ہوں۔ اس کے بعد شیخ ابن تیمیہ نے اس پر روشنی ڈالی ہے کہ کسی حدیث کی تصحیح اور تضعیف میں اختلاف کیوں ہوتا ہے۔

چوتھا سبب:۔ ترک حدیث کا چوتھا سبب یہ ہے کہ ایک امام کسی عادل اور حافظ کی روایت کردہ خبر واحد کے قبول کے لیے ایسی شرطوں کی رعایت کرتا ہو جن کی رعایت دوسرے امام کے نزدیک ضروری نہ ہو، مثلاً بعض ائمہ نے شرط لگائی کہ خبر واحد کو پہلے کتاب و سنت پر پیش کیا جائیگا، یا جیسے بعض نے یہ شرط لگائی کہ جب حدیث دیگر اصول کے مخالف ہو تو راوی کا فقیہ ہونا ضروری ہے، یا پھر جیسے بعض ائمہ کا یہ شرط لگانا کہ جب حدیث کسی ایسے معاملہ سے متعلق ہو جس میں عموم بلوی ہو تو حدیث کی شہرت اور ظہور ضروری ہے۔

ترک حدیث کا دوسرا، تیسرا اور چوتھا سبب اصولی طور پر ایک ہی قسم کے ہیں، لہٰذا میں ایک ساتھ ان پر تبصرہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں ایک اہم بات یہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں محدثین نے احادیث کو جانچنے اور رجال حدیث کی جرح وتعدیل کے جو اصول وقوانین مقرر فرمائے ان کی روشنی میں بہت سی وہ احادیث جو ائمہ متقدمین کے نزدیک ثابت اور صحیح تھیں وہ متاخرین کے یہاں غیر ثابت اور ضعیف ہو گئیں، اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ائمہ متقدمین کے پاس جو روایت ہوا کرتی تھی اس میں صحابی تک صرف ایک، دو یا تین واسطے ہوا کرتے تھے، صحابی کی عدالت اور ثقاہت شکوک و شبہات سے بالاتر ہے، اور آخری راوی سے خود وہ امام روایت سنا کرتا تھا لہٰذا اس راوی کی ثقاہت بھی اس امام کے نزدیک مسلم ہوا کرتی تھی اب صرف درمیان کے ایک یا زیادہ سے زیادہ دو راویوں کے بارے میں تحقیق درکار ہوتی تھی، اس کے برخلاف متاخر محدثین تک روایت آتے آتے اس کی سند میں چار، پانچ، چھ اور بسا اوقات آٹھ آٹھ راوی ہو جایا کرتے تھے، ظاہر ہے کہ اتنے بہت سے راویوں کی تحقیق وتفتیش ایک مشکل مسئلہ تھا، اسی لیے بے شمار روایات متقدمین کے یہاں صحیح ہیں جب کہ متاخرین تک آتے آتے وہ روایات ضعیف یا ناقابل احتجاج ہو گئیں، اسی طرح متاخرین نے ارسال وانقطاع کی وجہ سے بے شمار احادیث رد کر دیں جب کہ متقدمین مراسیل ومنقطع کو عموماً حجت سمجھتے تھے، اس سلسلہ میں امام مالک اور امام محمد کی تصریحات موجود ہیں، اس وضاحت سے اس اعتراض کا جواب بھی مل جاتا ہے کہ احناف نے فلاں فلاں ضعیف احادیث کو اختیار کیا ہے، جواب واضح ہے کہ یہ احادیث متاخرین کے نزدیک ضعیف ہیں لیکن جس وقت امام اعظم ابوحنیفہ یا آپ کے شاگرد امام محمد بن حسن شیبانی نے اس حدیث پر مسئلہ کی بنیاد رکھی تھی تو یہ حدیث ان

کے نزدیک ثابت اور صحیح تھی۔ شیخ ابن تیمیہ کے بیان کردہ تیسرے سبب سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کسی حدیث کی تصحیح یا تضعیف ایک اجتہادی امر ہے، یعنی یہ ممکن ہے کہ ایک حدیث کسی امام کے نزدیک صحیح ہو اور وہی حدیث کسی دوسرے امام کے نزدیک ضعیف ہو، جب یہ ایک اجتہادی چیز ہے تو ظاہر ہے کہ ایک مجتہد کا اجتہاد دوسرے کے لیے حجت نہیں ہوگا، بخاری اور مسلم کے بے شمار رجال ایسے ہیں جن کی ثقاہت وعدالت پر دوسرے ائمہ نے کلام کیا ہے، مگر دوسرے ائمہ کا یہ کلام امام بخاری اور امام مسلم پر حجت نہیں ہے کیوں کہ ان دونوں جلیل القدر اماموں نے انہیں راویوں سے روایت لی ہے جو ان کے نزدیک ثقہ اور قابل اعتماد ہیں، اب وہ راوی اگر کسی دوسرے امام کے نزدیک غیر ثقہ ہیں تو ہوا کریں اس سے بخاری ومسلم پر کچھ فرق نہیں پڑیگا، دوسری بات یہ کہ اگر بخاری ومسلم نے کسی روایت سے استدلال کیا ہے یا اس کو اپنی صحیح میں درج کیا ہے تو یہ ان کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے، اب اس بات کو اس طرح سمجھیں کہ اگر ہمارے ائمہ یعنی امام اعظم ابوحنیفہ، امام محمد یا امام ابو یوسف نے کسی روایت سے استدلال وتمسک کیا ہے تو اولاً تو وہ حدیث ان کے نزدیک صحیح اور قابل احتجاج ہوگی، کیوں کہ ان حضرات کا اس حدیث سے تمسک کرنا ہی ان کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے، دوسری بات یہ کہ اب بعد کے ائمہ کے اجتہاد کے مطابق خواہ وہ حدیث ضعیف یا نا قابل احتجاج ہی کیوں نہ ہو ان کا یہ اجتہاد امام اعظم یا امام محمد کے اجتہاد پر اثر انداز نہیں ہوگا، اور نہ ان متاخرین کا اجتہاد متقدمین پر حجت ہوگا۔

پانچواں سبب۔ شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ ترک حدیث کا پانچواں سبب یہ ہے کہ امام کو حدیث پہنچی ہو اور وہ ان کے نزدیک ثابت بھی ہو، مگر وہ اس کو بھول گئے ہوں۔ اس

کے بعد شیخ ابن تیمیہ نے حضرت عمر فاروق کے دو اور حضرت سیدنا علی مرتضی (رضی اللہ تعالی عنہما) کے بھولنے کا ایک واقعہ مثالاً نقل کیا ہے، اس کے بعد لکھتے ہیں کہ سلف و خلف میں ترک حدیث کا یہ سبب بھی کثرت سے پایا جاتا ہے۔ اس پر عرض ہے کہ کسی موقع پر وقتی طور سے کسی بات کا ذہن سے نکل جانا کوئی بعید نہیں ہے، ویسے بھی خطا و نسیان انسان کا خاصہ ہے، ہاں البتہ یہ بات ضرور بعید از قیاس ہے کہ کوئی مجتہد اجتہاد کے وقت کوئی حدیث بھول جائے اور اس حدیث کے خلاف فتویٰ دیدے، عوام اس کے اس اجتہاد پر عمل کرنا شروع کر دیں اور خود وہ مجتہد بھی اسی رائے پر عمل کرے، اس کے باوجود ساری زندگی اس کو وہ حدیث یاد نہ آئے، عقل سلیم یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ یہ بھول بھی ان مسائل میں ہوسکتی ہے جو شاذ و نادر واقع ہوں، لیکن وہ مسائل جو روزمرہ کے معمولات سے ہوں ان میں مجتہد کے نسیان کا دعویٰ کرنا نہ صرف یہ کہ بلا دلیل ہے بلکہ عقلاً بھی نا قابل قبول ہے۔

چھٹا سبب:۔ امام کو دلالت حدیث کی معرفت ہی نہ ہو سکے، یا تو اس لیے کہ جو لفظ حدیث میں وارد ہوا ہے وہ اس امام کے نزدیک غریب اور اجنبی ہے (اس کی کچھ مثالیں دینے کے بعد لکھتے ہے) اور کبھی اس لیے کہ اس امام کی لغت و عرف میں اس لفظ کے جو معنی تھے وہ حضور اکرم کی لغت کے خلاف تھے امام نے اس کو اپنی لغت و عرف پر محمول کیا (اس کی ایک مثال دیکر آگے لکھتے ہیں) اور کبھی اس لیے کہ حدیث کا لفظ مشترک یا مجمل یا حقیقت ومجاز دونوں کا محتمل تھا، پس امام نے اس لفظ کو ایسے معنیٰ پر محمول کر لیا جو اس کے ذہن کے قریب ترین تھا حالانکہ وہاں حدیث کے لفظ سے دوسرا معنیٰ مراد تھا۔

الفاظ حدیث کے معانی اور مفاہیم کے تعین اور ان کی تشریح و تفسیر میں ائمہ

مجتہدین اور علماء کے درمیان اختلاف رائے تو کوئی حیرت کی بات نہیں ہاں البتہ اگر حیرت ہے تو اس بات پر کہ بقول شیخ ابن تیمیہ مجتہد کو دلالت حدیث کی معرفت ہی نہ ہو۔ میری حیرت کی وجہ یہ کہ لغت و عرف اور دلالات الفاظ کی معرفت مجتہد ہونے کے شرائط میں سب سے اہم شرط ہے، جو شخص لغت، کلام عرب اور دلالات الفاظ ہی سے واقف نہ ہو وہ مجتہد ہی کیونکر ہوگا؟

ساتواں سبب۔: مجتہد یہ سمجھے کہ اس حدیث میں اس مسئلہ کی دلالت نہیں ہے، اس سبب اور اس سے پہلے والے سبب میں فرق یہ ہے کہ پہلے والے سبب میں وہ یہی نہیں جانتا کہ یہ لفظ اس مفہوم پر دلالت کرتا ہے یا نہیں؟ لیکن اس ساتویں سبب میں دلالت لفظ کی جہت سے تو واقف ہے مگر اس دلالت کو وہ درست نہیں سمجھتا، کیوں کہ اس کے پاس جو اصول ہیں وہ اس دلالت کو رد کر رہے ہیں۔

آٹھواں سبب۔: امام لفظ حدیث کی دلالت سے تو واقف ہو مگر اس کے پاس ایسی دلیل موجود ہو جو اس دلالت کے معارض ہو اور یہ ثابت کر رہی ہو کہ یہ دلالت مراد نہیں ہے۔ پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ یہ بھی بہت وسیع باب ہے اس لیے کہ اقوال و الفاظ کی دلالتوں کا تعارض اور ان میں بعض کو بعض پر ترجیح یہ ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔

نواں سبب:۔ حدیث ترک کرنے کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ امام یہ اعتقاد کرے کہ حدیث کے معارض ایسی دلیل موجود ہے جو اس حدیث کے ضعف یا نسخ اور اگر قابل تاویل ہو تو تاویل پر دلالت کر رہی ہے، لیکن وہ دلیل ایسی ہو جو بالاتفاق اس حدیث کا معارض بننے کی صلاحیت رکھتی ہو مثلاً کوئی آیت ہو یا حدیث ہو یا پھر اجماع ہو۔

دسواں سبب۔: کسی امام کے حدیث ترک کرنے کا دسواں اور آخری سبب یہ ہے

کہ حدیث کے معارض کوئی ایسی چیز ہو جو اس حدیث کے ضعیف ہونے یا منسوخ ہونے یا موول ہونے پر دلالت کر رہی ہو، لیکن وہ چیز یا اس کی جنس دوسرے امام کے نزدیک معارض نہ ہو یا پھر درحقیقت وہ معارض راجح نہ ہو۔

ترک حدیث کے یہ دس اسباب بیان کرنے کے بعد شیخ ابن تیمیہ نے جو حقیقت پسندانہ، اور بصیرت افروز سطور لکھی ہیں وہ ان تمام لوگوں کو چشم عبرت سے بغور پڑھنا چاہیے جو اٹھتے بیٹھتے اپنی نادانی اور کم علمی کے باعث ائمہ مجتہدین پر ترک حدیث اور مخالفت سنت کا الزام لگاتے ہیں، شیخ لکھتے ہیں کہ یہ دس اسباب تو بالکل ظاہر ہیں، اور ممکن ہے کہ بہت سی احادیث کو ترک کرنے میں عالم (مجتہد) کے پاس کوئی ایسی دلیل اور حجت ہو جس پر ہم مطلع نہ ہو سکے ہوں، اس لیے کہ علم کے مدارک بہت وسیع ہیں، اور علما کے باطن میں جو کچھ ہے ہم اس سب پر مطلع نہیں ہیں، اور عالم (مجتہد) کبھی اپنی دلیل ظاہر کرتا ہے، کبھی ظاہر نہیں کرتا، اور اگر وہ اپنی دلیل ظاہر کرتا ہے تو وہ دلیل کبھی ہم تک پہنچتی ہے اور کبھی نہیں پہنچتی، اور اگر اس کی دلیل ہم تک پہنچ جائے تو کبھی ہم اس کے موضع احتجاج اور وجہ استدلال کو جان لیتے ہیں، کبھی نہیں جان پاتے۔ (جامِ نور، اپریل)

❁ـــ باب مرویات امام زُفر ـــ❁

حدیث امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مذہب ہوا کرتی تھی

سیر اعلام النبلاء میں ہے "قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بنُ مَهْدِی: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بنُ زِيَادٍ، قَالَ: لَقِيتُ زُفَرَ رَحِمَهُ اللهُ فَقُلْتُ لَهُ: صِرْتُمْ حَدِيثاً فِي النَّاسِ وَضُحْكَةً، قَالَ: وَمَا ذَاكَ قُلْتُ: تقولون: ادرء وا الحدود بالشبهات، ثم جِئْتُم إِلَى أَعْظَمِ الْحُدُودِ، فَقُلْتُم: تُقَامُ بِالشُّبُهَاتِ، قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قُلْت: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ فَقُلْتُم: يُقْتَلُ بِهِ يَعْنِي بِالذِّمِّيِّ، قَالَ: فَإِنِّي أُشْهِدُكَ السَّاعَةَ أَنِّي قَدْ رَجَعْتُ عَنْهُ" ترجمہ: عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا: ہم سے حدیث بیان کی عبدالواحد بن زیاد نے کہتے ہیں: میری امام زفر سے ملاقات ہوئی، میں نے ان سے کہا: تم لوگوں میں گفتگو کا موضوع اور مذاق بن کے رہ گئے ہو، امام زفر نے اس کی وجہ پوچھی تو میں نے کہا: تم لوگ کہتے ہو کہ شبہات کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے لیکن پھر تم نے خود ہی ایک بڑی حد کو شبہ کی وجہ سے نافذ کر دیا، امام زفر نے فرمایا وہ کون سی حد ہے؟ میں نے کہا: رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: کافر کے قصاص میں مسلمان کو قتل نہ کیا جائے جبکہ آپ کہتے ہیں کہ کافر یعنی ذمی کے قصاص میں مسلمان کو قتل کیا جائے گا، امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا: میں تمہیں ابھی گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے مسئلے سے رجوع کیا" قُلْتُ: هٰكَذَا يَكُونُ الْعَالِمُ وَقَّافاً مَعَ النَّصِّ" ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ عالم کی یہی شان ہے کہ وہ قرآن وحدیث سے دلیل ملنے کے بعد آگے کوئی قدم نہیں اٹھاتا۔

(سیر اعلام النبلاء، جلد 7، صفحہ 145، دار الحدیث، القاہرۃ)

یہ واقعہ الفقہ والمتفقہ میں بھی موجود ہے جسے خطیب بغدادی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے بیان کیا چنانچہ آپ اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں "قُلْتُ: كَانَ زُفَرُ بْنُ الْهُذَيْلِ مِنْ أَفَاضِلِ أَصْحَابِ أَبِي حَنِيفَةَ فَلَمَّا حَاجَّهُ عَبْدُ الْوَاحِدِ فِي مُنَاظَرَتِهِ وَفَتَّ فِي عَضُدِهِ بِحُجَّتِهِ أَشْهَدَهُ عَلَى رَجْعَتِهِ خِيفَةً مِنْ مُدَّعٍ يَدَّعِي ثَبَاتَهُ عَلَى قَوْلِهِ الَّذِي سَبَقَ مِنْهُ بَعْدَ أَنْ تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ زَلَّةٌ وَخَطَأٌ وَكَذَلِكَ يَجِبُ عَلَى كُلِّ مَنِ احْتُجَّ عَلَيْهِ بِالْحَقِّ أَنْ يَقْبَلَهُ وَيُسَلِّمَ لَهُ وَلَا يَحْمِلُهُ اللَّجَاجُ وَالْجَدَلُ عَلَى التَّقَحُّمِ فِي الْبَاطِلِ مَعَ عِلْمِهِ بِهِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾ ترجمہ: میں کہتا ہوں: زفر بن ہذیل ابوحنیفہ کے شاگروں میں بڑی فضیلت کے حامل ہیں، جس وقت عبدالواحد نے انہیں دلیل دی اوران کے قول کی کمزوری بیان کردی تو فوراً عبدالواحد کو اپنے موقف سے رجوع پر گواہ بنالیا۔ اس خوف سے کہ کہیں ان لوگوں میں شمار نہ ہوجائیں جو اپنے قول کی غلطی ظاہر ہونے کے بعد بھی اس پر اڑے رہتے ہیں۔ اپنے موقف کے خلاف صحیح دلیل ملنے پر ضروری ہے کہ ہر ایک اپنے موقف سے رجوع کرے اوراس کی دلیل کو تسلیم کرے اورحق واضح ہونے کے باوجود باطل معاملہ میں اٹکل پچو وجدل سے باز رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (ترجمہ کنزالایمان) بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا بھیجہ نکال دیتا ہے تو جبھی وہ مٹ کر رہ جاتا ہے۔

(الفقہ والمتفقہ، باب ادب الجدال، فصل: السکوت، جلد2، صفحہ 112، دارابن جوزی، السعودیہ)

نوٹ: فقہ حنفی میں مفتی بہ قول یہی ہے کہ ذمی کے بدلے مسلمان کو قتل کیا جائے گا کیونکہ قتل عمد میں قصاص اس وقت واجب ہوتا ہے کہ جب ایسے کا قتل کیا جائے جس کے خون کی محافظت ہمیشہ کے لئے ہو جیسے مسلم یا ذمی کہ اسلام نے ان کی محافظت کا حکم دیا ہے

۔مفتی امجد علی اعظمی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) شامی، درمختار، بحرالرائق اور عالمگیری کے حوالہ سے لکھتے ہیں "آزاد کو آزاد کے بدلے میں قتل کیا جائے گا اور غلام کے بدلے میں بھی قتل کیا جائے گا اور غلام کو غلام کے بدلے میں اور آزاد کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ مرد کو عورت کے بدلے میں اور عورت کو مرد کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ **مسلم کو ذمی کے بدلے میں قتل کیا جائے گا**۔ حربی اور مستامن کے بدلے میں نہ مسلم سے قصاص لیا جائے گا نہ ذمی سے، اسی طرح مستامن سے مستامن کے مقابل میں قصاص نہیں۔ ذمی نے ذمی کو قتل کیا، قصاص لیا جائے گا اور قتل کے بعد قاتل مسلمان ہو گیا جب بھی قصاص ہے۔

(بہار شریعت، جنایات کا بیان، جلد3، حصہ 18، صفحہ 781، مکتبۃ المدینۃ، کراچی)

فصل اول: امام زفر جرح، تعدیل کے میدان میں

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی توثیق زیادہ تر محدثین سے منقول ہے لیکن بعض نے ان پر جرح بھی کی ہے اور اس میں غلو سے کام لیا ہے اور ان پر نقد بھی کیا ہے چنانچہ ابن سعد نے طبقات میں کہا "لم یکن فی الحدیث بشیء" ترجمہ: زفر علم حدیث کے میدان کچھ نہ تھے۔

وہ حدیث میں کچھ بھی نہ تھے، یہ راوی کے ضعف کا بیان ہے۔ اور ابوالفتح الازدی نے کہا ہے "زفر غیر مرضی المذهب و الرائی" ترجمہ: زفر مذہب اور رائے کے معاملہ میں ناپسندیدہ ہیں۔ (لسان المیزان، جلد3، صفحہ 502)

ابن سعد کی امام زفر پر بے بنیاد جرح کا جواب

جہاں تک ابن سعد کی بات ہے تو جرح و تعدیل میں ان کا وہ مقام و مرتبہ نہیں کہ ان کے بیان پر بالکلیہ اعتبار و وثوق کیا جائے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ

ابن سعد اکثر و بیشتر مقامات پر اپنے استاد واقدی کی تقلید کرتے ہیں اور ان کا نام لئے بغیر ان کا قول ذکر کر دیتے ہیں اور واقدی کو اہل مدینہ کی طرح اہل کوفہ سے انحراف تھا۔ لہٰذا اہل کوفہ کا ذکر خیر ان کے یہاں شاذ و نادر ہی ہوتا۔ دیکھئے! حافظ ابن حجر کیا کہتے ہیں "محارب بن دثار أحد الأئمة الأثبات تابعي جليل وثقه أحمد وبن معين وأبو حاتم والنسائي والعجلي وآخرون وقال بن سعد لا يحتجون به قلت بل احتج به الأئمة كلهم وقال أبو زرعة مأمون ولكن بن سعد يقلد الواقدي والواقدي على طريقة أهل المدينة في الانحراف على أهل العراق فاعلم ذلك ترشد إن شاء الله" ترجمہ: محارب بن دثار (معتبر ائمہ میں سے ہیں جلیل القدر تابعی ہیں، امام احمد، ابن معین، ابو حاتم، نسائی، عجلی اور دیگر ائمہ نے ان کی توثیق کی ہے جبکہ ابن سعد نے کہا ہے کہ محدثین ان کو لائق احتجاج نہیں سمجھتے، میں (ابن حجر) کہتا ہوں: ان سے تمام ائمہ نے احتجاج کیا ہے اور ابو زرعہ نے ان کو مامون کہا ہے۔ لیکن ابن سعد واقدی کی تقلید کرتے ہیں اور واقدی کے اندر دیگر اہل مدینہ کی طرح اہل عراق سے انحراف ہے۔

(فتح الباري لابن حجر، المقدمة، جلد 1، صفحه 443، دار المعرفة، بيروت)

حافظ ذہبی کا امام زفر کے بارے فیصلہ

علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں فرمایا "قَالَ ابْنُ سَعْدٍ: مَاتَ زُفَرُ سَنَةَ ثَمَانٍ وَخَمْسِيْنَ وَمِائَةٍ، وَلَمْ يَكُنْ فِي الحَدِيْثِ بِشَيْءٍ. قُلْتُ: قَدْ حَكَمَ لَهُ إِمَامُ الصَّنْعَةِ بِأَنَّهُ ثِقَةٌ، مَأْمُوْنٌ" ابن سعد نے کہا کہ زفر کا انتقال سنہ 158 ہجری میں ہوا اور وہ حدیث میں کچھ نہیں تھے۔ میں (ذہبی) کہتا ہوں کہ اس فن کے امام نے فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ ثقہ، مامون ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء، جلد 7، صفحہ 145، دار الحدیث - القاهرة)

حافظ ذہبی میزان الاعتدال 2/71 میں کہتے ہیں "زفر بن الھذیل العنبری احد الفقھاء والعباد صدوق وثقہ ابن معین وغیر واحد" زفر بن ہذیل ان چند فقہاء اور عابدوں میں سے ایک تھے جن کی ابن معین اور دوسروں نے توثیق کی ہے۔

حافظ ابن عبدالبر کا امام زفر کے بارے فیصلہ

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) انتہائی پرہیزگار، بہترین قیاس کرنے والے، کم لکھنے والے تھے اور جو لکھتے تھے اسے یاد رکھتے تھے۔ حافظ ابن عبدالبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں "کان زفر ذا عقل ودین وفھم وورع، وکان ثقۃ فی الحدیث" ترجمہ: زفر صاحب عقل وفہم اور متقی وپرہیزگار تھے، اور حدیث میں ثقہ تھے۔ (الجواھر المضیئة (208)

(لمحات النظر، صفحہ 9، المکتبة الأزھریة للتراث، بیروت)

حافظ ابن حجر کا امام زفر کے بارے فیصلہ

بعینہ یہی لفظ حافظ ابن حجر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لسان المیزان میں بھی ادا کیے ہیں۔ صرف اس فرق کے ساتھ کہ وثقہ ابن معین وغیر واحد کی جگہ وثقہ غیر واحد وابن معین کا لفظ ہے۔ (لسان المیزان 3/502)

علم حدیث کے امام "یحییٰ بن معین" کا فیصلہ

حافظ ذہبی نے کا بیان ہے کہ ابن سعد کی امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر یہ تنقید اور جرح قطعاً قابل اعتبار نہیں ہے جب کہ اس فن کے امام یحییٰ بن معین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کو ثقہ اور مامون قرار دے دیا ہے۔ سیر اعلام النبلاء میں ہے "وَذَکَرَہُ یَحْیَی بنُ مَعِینٍ، فَقَالَ: ثِقَةٌ مَأْمُونٌ" ترجمہ: یحییٰ بن معین نے ان کا تذکرہ کیا اور کہا کہ زفر ثقہ اور قابل اطمینان ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء، جلد 7 صفحہ 144، دار الحدیث، القاھرة)

ابن سعد کی واقدی سے مرویات اور محدثین کا فیصلہ

المختصر یہ کہ ابن سعد کی واقدی سے جو اس طرح کی مرویات ہیں وہ لائق اعتماد نہیں بخاری کی شرح فتح الباری میں ہے "ورواية ابن سعدٍ له عن الواقدي، وهو لا يعتمد "ترجمہ: ابن سعد کی (اپنے استاد) واقدی سے بیان کردہ روایت پر اعتماد نہ کیا جائے۔

(فتح الباری لابن رجب، جلد8، صفحہ 245، مکتبۃ الغرباء الأثریۃ -المدینۃ النبویۃ)

ازدی کی زفر پر کی گئی ناقابل التفات جرح کا جواب

اور جہاں تک ابوالفتح الازدی کا معاملہ ہے تو یہ بات واضح رہے کہ بعض دیگر محدثین نے خود ان پر جرح کیا ہے اور ان کو ضعیف قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں متعدد مواقع پر ازدی کے رواۃ پر حکم لگانے پر تنقید کرتے ہیں اور سخت انداز ولہجہ میں نقد کرتے ہیں۔ چند مثالیں دیکھئے "في ترجمة أبان بن إسحاق المدني: قال ابن معين وغيره: ليس به بأس، وقال أبو الفتح الأزدي: متروك. قلت: لا يترك، فقد وثقه أحمد والعجلي، وأبو الفتح يسرف في الجرح، وله مصنف كبير إلى الغاية في المجروحين، جمع فأوعى، وجرح خلقا بنفسه لم يسبقه أحد إلى التكلم فيهم، وهو المتكلم فيه، وسأذكره في المحمدين" ترجمہ: ابان بن اسحاق مدنی کو ابوالفتح الازدی نے متروک کہا ہے۔ میں ذہبی کہتا ہوں: وہ قابل ترک نہیں، ان کو امام احمد، عجلی نے ثقہ قرار دیا ہے اور ابوالفتح جرح میں زیادتی کرتے ہیں اور ان کی مجروحین کے تعلق سے ایک بڑی تصنیف ہے اس میں انہوں نے مجروح راویوں کو جمع کیا ہے اور بہت سے ایسے راویوں پر جرح کی ہے جن پر ازدی سے پہلے کسی نے کلام نہیں کیا، جب کہ خود ازدی متکلم فیہ ہیں جیسا کہ میں محمدین میں ذکر

کروں گا۔ (میزان الاعتدال، حرف الف، جلد1، صفحہ 5، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان)

میزان الاعتدال میں ہے "قلت: لا یلتفت إلی قول الأزدی، فإن فی لسانہ فی الجرح رھقاً" ازدی کے قول کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی کیونکہ جرح کے باب میں ان کی زبان سے خلاف واقعہ بات نکل جاتی ہے۔

(میزان الاعتدال، جلد1، صفحہ 61، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان)

امام زفر پر ضعف کا حکم لگانے والا، کاش اپنا ضعف جان لیتا

سیر اعلام النبلاء میں ہے "وقد ضعفہ الأزدی: وھذہ مجازفۃ، لیت الأزدی عرف ضعف نفسہ" ترجمہ: (حارث بن محمد بن ابی اسامہ کے ترجمہ میں حافظ ذہبی نے کہا) ان کو ازدی نے ضعیف قرار دیا ہے اور یہ اٹکل سے لگایا گیا حکم ہے۔ کاش! ازدی اپنے ضعف کو جان لیتے۔ (سیر اعلام النبلاء، جلد13، صفحہ 389، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

❀..فصل دوم: امام زفر کی توثیق کے متعلق اقوال..❀

یحی بن معین (رضی اللہ تعالی عنہ)

جب کہ اس کے مقابلہ میں جنہوں نے امام زفر کو ثقہ قرار دیا ہے وہ یحیی بن معین (رضی اللہ تعالی عنہ) ہیں جو فن جرح وتعدیل کے امام ہیں۔ چنانچہ ابن معین (رضی اللہ تعالی عنہ) فرماتے ہیں "زفر صاحب الرائی ثقۃ مامون" ترجمہ: زفر صاحب رائی، ثقہ اور مامون ہیں۔ (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری، جلد3، صفحہ 503، مکۃ المکرمۃ)

ابو نعیم فضیل بن دکین (رضی اللہ تعالی عنہ)

ابو نعیم فضل بن دکین کہتے ہیں "قال قرء علی العباس بن محمد الدوری قال سمعت أبا نعیم الفضل بن دکین وذکر زفر فقال: کان ثقۃ مامونا

۔"ترجمہ: زفر ثقہ اور اعتماد کے لائق ہیں۔

(ابن أبي حاتم، جلد3، صفحه 609، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

لمحات النظر میں ہے"قال يحي بن معين: سمعت ابانعيم يقول: زفر بن هذيل من خيار الناس وأراني أبونعيم منزل زفر بالكوفة في جبانة كندة في وسط الجبان وجعل ابونعيم يثني عليه" ترجمہ: یحیٰ بن معین کہتے ہیں کہ میں نے ابونعیم کو کہتے ہوئے سنا کہ زفر بن ہذیل (رضي الله تعالىٰ عنه) بہترین لوگوں میں سے ہیں۔

(لمحات النظر، صفحه 9، المكتبة الازهرية للتراث، بيروت)

احناف کے مخالفین کا امام زفر کے بارے مؤقف

حافظ ابن حبان کا احناف اور بطورِ خاص امام ابوحنیفہ (رضي الله تعالىٰ عنه) کے خلاف تعنت مشہور ہے۔ اس کے باوجود وہ امام زفر (رضي الله تعالىٰ عنه) کے بارے میں کہتے ہیں: "زفر بن الْهُذَيْل بن قيس من بلعنبر كنيته أَبُو الْهُذَيْل الْكُوفِي وَكَانَ من أَصْحَاب أبي حنيفَة يروي عَن يحيى بن سعيد الْأَنْصَارِيّ روى عَنهُ شَدَّاد بن حَكِيم الْبَلْخِي وَأهل الْكُوفَة وَكَانَ زفر متقنا حَافِظًا قَلِيل الْخَطَأ لم يسْلك مَسْلَك صَاحبه فِي قلَّة التيقظ فِي الرِّوَايَات وَكَانَ أقيس أَصْحَابه وَأَكْثَرهم رُجُوعا إِلَى الْحق إِذا لَاحَ لَهُ وَمَات بِالْبَصْرَةِ" ترجمہ: زفر بن ہذیل کوفی جو امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے ہیں، انہوں نے یحیٰ بن سعید الانصاری سے روایت کی ہیں اور ان سے شداد بن حکیم البلخی اور دیگر اہل کوفہ نے۔ زفر حدیث میں متقن، حافظ اور قلیل الخطاء اور ابوحنیفہ کی طرح حدیثوں کے معاملے میں بے پرواہی برتنے والے نہ تھے۔ ابوحنیفہ کے شاگردوں میں سب سے زیادہ بہترین قیاس کرنے والے تھے، وضوحِ حق کے بعد سب

سے جلد رجوع الی الحق کرنے والے تھے۔ ان کی وفات بصرہ میں ہوئی تھی۔

(کتاب الثقات، جلد6، 339، دائرۃ المعارف العثمانیۃ بحیدر آباد الدکن الھند)

نوٹ: کوئی ہرگز یہ نہ سمجھے کہ امام اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حدیثوں کے معاملے میں بے پرواہی برتتے تھے بلکہ ابن حبان صاحب امام اعظم کے سخت مخالف تھے، ورنہ علم حدیث میں جو امام ابو حنیفہ کا مقام ہے، ابن حبان اس سے کوسوں دور ہیں۔

امام نسائی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

امام نسائی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ کہتے ہیں "زفر بن الھذیل ثقۃ" ترجمہ: زفر بن ہذیل ثقہ ہیں۔

(الرسالۃ المتصلۃ بالضعفاء والمتروکین للنسائی، صفحہ 266)

ابو عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

الجواھر میں ہے "قَالَ اَبُو عمر کَانَ زفر ذَا عقل وَدین وَفھم وورع وَکَانَ ثِقَۃً فِی الْحَدِیث" ترجمہ: ابو عمر نے کہا: امام زفر صاحب عقل والے، سمجھدار، دیندار اور زبردست قسم کے پرہیزگار تھے اور حدیث میں ثقہ تھے۔

(الجواھر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، جلد 1، صفحہ 244، میر محمد کتب خانہ، کراتشی)

امام نووی شافعی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

مشہور شافعی فقیہ اور محدث حافظ امام نووی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھذیب الاسماء واللغات 1/197 میں لکھتے ہیں: "کان جامعا بین العلم والعبادۃ وکان صاحب حدیث" ترجمہ: علم و عمل امام زفر میں جمع تھے اور وہ محدث تھے۔

حافظ ذہبی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حافظ ذہبی کہتے ہیں: قُلْتُ: ھُوَ مِنْ بُحُوْرِ الْفِقْہِ، وَاَذْکِیَاءِ الْوَقْتِ۔ تَفَقَّہَ

بِأَبِي حَنِيفَةَ، وَهُوَ أَكْبَرُ تَلَامِذَتِهِ، وَكَانَ مِمَّنْ جَمَعَ بَيْنَ الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ، وَكَانَ يَدْرِي الْحَدِيثَ وَيُتْقِنُهُ" ترجمہ: میں کہتا ہوں: زفر فقہ کے سمندر اور اپنے وقت کے ذہین ترین تھے۔ فقہ میں امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اعلیٰ درجہ کے تلامذہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ علم وعمل کے جامع تھے۔ اور وہ حدیث کو نہ صرف جانتے تھے بلکہ اس میں پختگی اور اتقان انہیں حاصل تھا۔ (سیر اعلام النبلاء، جلد 7، صفحہ 144، دار الحدیث، القاہرہ)

امام دار قطنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

موسوعہ اقوال ابی الحسن میں ہے "قال البرقانی: سألت الدَّارَقُطْنِيَّ عن زفر بن الهذيل، صاحب أبي حنيفة، فقال: ثقة" ترجمہ: برقانی کہتے ہیں کہ میں نے دار قطنی سے امام اعظم کے شاگرد زفر بن ہذیل کے بارے پوچھا کہ وہ کیسے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ ثقہ تھے۔ (موسوعہ اقوال ابی الحسن، زفر، جلد 1، صفحہ 264)

واہ! کیا بات ہے امام زفر کی

حافظ ابونعیم الاصبہانی کہتے ہیں "كنت اعرض الحديث على زفر، فيقول: هذا ناسخ، هذا منسوخ، هذا يوخذ به، هذا يرفض" ترجمہ: میں امام زفر پر احادیث پیش کیا کرتا تھا اور وہ فرماتے تھے: یہ ناسخ ہے یہ منسوخ ہے۔ یہ قابل عمل ہے اور یہ متروک ہے۔ (سیر اعلام النبلاء، جلد 7، صفحہ 145، دار الحدیث، القاہرہ)

اسی میں چند الفاظ دیگر سے ہے "وَقَالَ أَبُو نُعَيْمٍ: كُنْتُ أَمُرُّ عَلَى زُفَرَ، فَيَقُولُ: تَعَالَ حَتَّى أُغَرْبِلَ لَكَ مَا سَمِعْتَ" ترجمہ: ابونعیم کہتے ہیں کہ میں زفر کے پاس آیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا، اے ابونعیم! ادھر آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ جو حدیثیں تمہارے پاس ہیں ان کی فن حدیث کے لحاظ سے کیا حیثیت ہے؟ یعنی صحیح ہیں یا ضعیف۔

(سیر اعلام النبلاء، جلد 7، صفحہ 144، دار الحدیث، القاہرۃ)

امام زفر سے مرویات کی تعداد کی کمی کی وجہ

سیر اعلام النبلاء میں ہے "حَدَّثَ عَنْهُ: حَسَّانُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الكَرْمَانِيُّ، وَأَكْثَمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، والد يحيى ابن أكثم، وَعَبْدُ الوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، وَأَبُو نُعَيْمٍ المُلَائِيُّ، وَالنُّعْمَانُ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ التَّيْمِيُّ، وَالحَكَمُ بْنُ أَيُّوبَ، وَمَالِكُ بْنُ فُدَيْكٍ، وَعَامَّتُهُم مِنْ رُفَقَائِهِ وَأَقْرَانِهِ، لِأَنَّهُ مَاتَ قَبْلَ أَوَانِ الرِّوَايَةِ۔" ترجمہ: حسان بن ابراہیم کرمانی، اکثم بن محمد، والد یحیٰ بن اکثم، عبدالواحد بن زیاد، ابونعیم ملائی، نعمان بن عبدالسلام تیمی، حکم بن ایوب، مالک بن فدیک اور ان کے زمانے کے رفقاء نے ان سے روایت کی۔ ان سے روایت کرنے والوں کی تعداد کی کمی کی وجہ یہ ہے کہ مروی عنہ بننے پہلے ہی دنیا سے رحلت فرما گئے۔ (سیر اعلام النبلاء، جلد 7، صفحہ 145، دار الحدیث، القاہرۃ)

اب یہاں امام زفر سے جو احادیث مروی ہیں انہیں نقل کیا جاتا ہے۔

فصل سوم: امام زفر سے مروی احادیث

کتاب الایمان

☆☆☆باب الایمان بالقدر☆☆☆

القضاء والقدر للبیہقی میں ہے ”حَدَّثَنَا زُفَرُ بْنُ الْهُذَيْلِ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ نَفْسٍ إِلَّا وَقَدْ كَتَبَ اللَّهُ مَدْخَلَهَا وَمَخْرَجَهَا وَمَا هِيَ لَاقِيَةٌ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: فَفِيمَ الْعَمَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ، مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ يُيَسَّرُهُ لِعَمَلِ أَهْلِهَا، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ يُيَسَّرُهُ لِعَمَلِ أَهْلِهَا“ ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی زفر بن ہذیل نے وہ ابوحنیفہ سے، یہ عبدالعزیز بن رفیع سے یہ مصعب بن سعد سے یہ اپنے باپ سے اور یہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے راوی کہ فرمایا نبی مکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے کہ کوئی جان ایسی نہیں کہ جس کے جنتی یا جہنمی ہونے کے بارے اللہ (عزوجل) نے لکھ نہ دیا ہو اور جو لکھا وہی اسے مل کر رہے گا۔ ایک انصاری نے عرض کی: یا رسول اللہ! پھر عمل کی کیا ضرورت ہے؟ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرمایا: عمل کرو، ہر ایک کے لئے (اس کے لکھے ہوئے کے مطابق) آسانی مہیا کر دی جاتی ہے۔ جسے جنتی لکھ دیا گیا تو اس کے لئے جنتیوں والے اعمال کرنے کے ذرائع بھی بنا دیے اور جس کا جہنمی ہونا لکھ دیا گیا اس کے لئے جہنمی ہونے والے اعمال کے ذرائع آسان کر دیے۔

(القضاء والقدر للبیہقی، باب ذکر البیان ان لیس احد من بنی آدم الخ، جلد 1، صفحہ 134، الریاض)

مسند ابی حنیفہ روایت ابی نعیم میں ہے" عَنْ زُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، ح وَثنا عَبْدُ اللَّهِ الْحَضْرَمِيُّ، ثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَيُّوبَ، ثَنَا مُصْعَبُ بْنُ الْمِقْدَامِ، عَنْ دَاوُدَ الطَّائِيِّ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، ح وَثنا ابْنُ الْمُقْرِءِ، ثنا أَبُو عَرُوبَةَ، وَأَبُو مَعْشَرٍ قَالَا: ثنا عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، ح وَحَدَّثَنَا الْقَاضِي عُمَرُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عُمَرَ، ثنا أَبُو عَلِيِّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَاتِمٍ، عَنِ السَّرِيِّ بْنِ نُوحٍ، ثنا مُوسَى بْنُ نَصْرٍ، ثنا بَشَّارُ بْنُ قِيرَاطٍ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، ح وَثنا أَبُو بَكْرِ بْنُ الْمُقْرِءِ، ثنا أَبُو سَعِيدٍ الْجَنَدِيُّ، ثنا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ الْقَاضِي، ثنا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِءِ، ثنا أَبُو حَنِيفَةَ، كُلُّهُمْ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعْمَرٍ، قَالَ: دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ جَالِسٌ فَقُلْتُ لِصَاحِبِي: انْطَلِقْ بِنَا إِلَيْهِ، فَجَلَسْنَا مَعَهُ، فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَا مُنْقَلِبٌ فِي هَذِهِ الْأَرَضِينَ، وَنَلْقَى قَوْمًا يَقُولُونَ: لَا قَدَرَ، فَغَضِبَ غَضَبًا شَدِيدًا فَقَالَ: آتِهِمْ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ مِنْهُمْ بَرِيءٌ، وَإِنَّهُمْ مِنِّي بُرَاءٌ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَلَوْ أَجِدُ أَعْوَانًا لَجَاهَدْتُهُمْ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا قَالَ: بَيْنَا أَنَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، إِذْ دَخَلَ عَلَيْهِ شَابٌّ حَسَنُ الْوَجْهِ، طَيِّبُ الرِّيحِ، حَسَنُ الثِّيَابِ، حَسَنُ الْهَيْئَةِ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ، قَالَ: فَرَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامَ وَرَدَدْنَا، ثُمَّ قَالَ: أَدْنُو يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَدَنَا حَتَّى أَلْصَقَ رُكْبَتَيْهِ بِرُكْبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: مَا الْإِيمَانُ؟ قَالَ: الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ مِنَ اللَّهِ، قَالَ: صَدَقْتَ، فَعَجِبْنَا مِنْ قَوْلِهِ: صَدَقْتَ مَعَ تَوْقِيرِهِ إِيَّاهُ كَأَنَّهُ يَعْلَمُ، ثُمَّ قَالَ: مَا شَرَائِعُ الْإِسْلَامِ؟ قَالَ: إِقَامُ

الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَحَجُّ الْبَيْتِ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ، وَالِاغْتِسَالُ مِنَ الْجَنَابَةِ ، قَالَ: صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا مِنْ قَوْلِهِ: صَدَقْتَ، قَالَ: مَا الْإِحْسَانُ؟ قَالَ: أَنْ تَعْمَلَ لِلَّهِ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ، قَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ: صَدَقْتَ، ثُمَّ قَامَ فَانْطَلَقَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيَّ بِالرَّجُلِ ، قَالَ: فَطَلَبْنَاهُ وَهُوَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا فَكَأَنَّمَا الْتَقَمَتْهُ الْأَرْضُ، فَمَا وَجَدْنَاهُ، وَلَا رَأَيْنَا شَيْئًا، فَأَخْبَرْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : هَذَا جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ لِيُعَلِّمَكُمْ مَعَالِمَ دِينِكُمْ، مَا جَاءَ نَبِيٌّ فِي صُورَةٍ إِلَّا وَأَنَا أَعْرِفُ فِيهَا، إِلَّا الْيَوْمَ فِي هَذِهِ الصُّورَةِ" هَذَا سِيَاقُ زُفَرَ، وَالْبَاقُونَ نَحْوَهُ" یعنی یحیی بن معمر کہتے ہیں: میں مسجد میں داخل ہوا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں عبداللہ ابن عمر تشریف فرما ہیں۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا: آؤ میرے ساتھ، عبداللہ ابن عمر کے پاس چلیں، ہم گئے اور ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ میں نے ان سے عرض کی: اے ابوعبدالرحمٰن! میں ان علاقوں میں آتا جاتا رہتا ہوں، میں ان علاقوں میں ایک ایسی قوم سے ملا ہوں جو تقدیر کا انکار کرتی ہے۔ آپ یہ بات سن کر سخت غضبناک ہوئے اور فرمایا: تو ان کے پاس جا اور انہیں میرا پیغام دے کہ عبداللہ ابن عمران سے بری ہے اور وہ مجھ سے بری ہیں۔ اور یہ تین مرتبہ فرمایا: (یعنی قطع تعلقی کا اعلان کردیا۔) اگر میرے پاس جنگجو ہوتے تو میں ان کے خلاف جنگ کرتا۔ پھر وہ ہمیں یہ حدیث سنانے لگے کہ: ایک دن ہم نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک خوبصورت نوجوان ہمارے سامنے نمودار ہوئے جو بہت اچھی خوشبو والے، بہترین لباس زیب تن کیے ہوئے اور اچھی ہیئت والے تھے۔ انہوں نے آکر عرض کی: السلام علیک یانبی اللہ! رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اور ہم نے ان

کے سلام کا جواب دیا۔ پھر عرض کرنے لگا کہ یارسول اللہ! کیا میں آپ کے قریب آسکتا ہوں؟ نبی مکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے انہیں اپنے قرب میں آنے کی اجازت عطا فرمائی۔ (وہ اتنے قرب اقدس میں آئے) یہاں تک کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پاس بیٹھے اور اپنے گھٹنے حضور کے گھٹنوں شریف سے مَس کر دیئے۔ اور عرض کیا: مجھے ایمان کے متعلق بتائیے، نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا ''اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ وَمَلَائِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْقَدَرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ'' اللہ اور اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور اچھی بُری تقدیر کو مانو، یہ سن کر اس سائل نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا؛ ہمیں اس کی اس بات سے بڑا تعجب ہوا۔ انہوں نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تصدیق، آپ کی تعظیم وتوقیر کا لحاظ کرتے ہوئے اس انداز سے کی کہ گویا انہیں بھی معلوم تھا کہ ایمان کیا چیز ہے؟

پھر اس نے پوچھا: یارسول اللہ! اسلام کے قلعے کیا ہیں؟ آپ نے جواباً فرمایا: نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، کعبہ کا حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور جنابت سے غسل کرنا۔ اس نے کہا: آپ نے سچ کہا۔ ہمیں اس کے قول ''صَدَقْتَ'' سے تعجب ہوا۔ پھر اس نے عرض کیا: مجھے احسان کے متعلق بتائیے۔ فرمایا: اللہ کی عبادت ایسے کرو کہ گویا اُسے دیکھ رہے ہو اگر یہ نہ ہو سکے تو خیال کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس نے عرض کیا: قیامت کی خبر دیجیے، فرمایا: جس سے پوچھ رہے ہو وہ قیامت کے بارے میں سائل سے زیادہ خبردار نہیں۔ اس نے پھر آپ کی تصدیق کی۔ پھر وہ سائل کھڑا ہوا اور چل دیا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اسے واپس بلاؤ۔ ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ وہ ہمارے سامنے ہی تھے کہ بعد میں تلاش کے باوجود نہ ملے، ایسے غائب ہوئے جیسے

زمین نے نگل لیا ہو۔ حضور نے فرمایا: یہ حضرت جبریل تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ جبریل جب بھی جس شکل میں بھی میرے پاس آتے، میں نے انہیں پہچان لیا مگر آج جس صورت میں آئے انہیں نہ پہچان سکا۔ حدیث کا یہ سیاق امام زفر سے ہے۔ باقی بھی اس طرح کے ہیں۔'' مسند ابی حنیفہ روایت ابی نعیم، جلد 1، صفحہ 3-152، مکتبۃ الکوثر، الریاض)

مسند ابی حنیفہ میں ہے ''ثنا زُفَرُ بنُ الْهُذَيلِ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ سُرَاقَةَ بنَ مَالِكٍ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، حَدِّثْنَا عَنْ دِينِنَا كَأَنَّنَا وُلِدْنَا لَهُ، أَوْ نَعْمَلُ بِشَيْءٍ قَدْ جَرَتْ بِهِ الْمَقَادِيرُ، وَجَفَّتْ بِهِ الْأَقْلَامُ، أَمْ لِشَيْءٍ نَسْتَقْبِلُ؟ قَالَ: بَلْ لِمَا جَرَتْ بِهِ الْمَقَادِيرُ، وَجَفَّتْ بِهِ الْأَقْلَامُ، قَالَ: فَفِيمَ الْعَمَلُ؟ قَالَ: اعْمَلْ؛ فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ، ثُمَّ قَرَأَ ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَتَيْنِ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، نَحْوَهُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، ثنا أَبُو عَرُوبَةَ، وَأَبُو مَعْشَرٍ، قَالَا: ثنا عَمْرٌو، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، نَحْوَهُ ح وَثنا الْقَاضِي أَبُو أَحْمَدَ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ رُسْتَهْ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، ثنا الْحَكَمُ بْنُ أَيُّوبَ، ثنا زُفَرُ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ'' ترجمہ: ہم نے حدیث سنی زفر بن ہذیل سے زفر نے ابوحنیفہ سے انہوں نے ابوزبیر سے اور ابوزبیر نے جابر سے کہ سراقہ بن مالک نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہمیں دین کا یہ مسئلہ سمجھائیں کہ ہم اسی کے لئے ہی پیدا ہوئے ہیں، یا ہم وہی کرتے ہیں جو تقدیر میں ہے اور قلم سے لکھا جا چکا ہے یا کسی اور چیز کے لئے جس کا ہم آئندہ سامنا کریں گے؟ تو رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: نہیں! بلکہ ہم تقدیر اور قلم کے لکھے ہوئے کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اس نے عرض کی: پھر عمل کی کیا ضرورت ہے؟ رسول اللہ (صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: تم عمل کرتے جاؤ، ہر ایک جس کے لئے پیدا ہوا ہے اس کے لئے اس جیسے عمل کرنے آسان کر دیئے جاتے ہیں پھر قرآن مجید کی یہ پڑھی ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَتَيْنِ" (ترجمہ کنز الایمان) تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی اور سب سے اچھی کو سچ مانا۔

(مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم، جلد 1، صفحہ 30، مکتبۃ الکوثر، الریاض)

☆☆☆باب رؤیۃ اللہ ثابت☆☆☆

رؤیۃ اللہ للدارقطنی میں ہے" عَنْ زُفَرٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ وَقَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ فَافْعَلُوا ثُمَّ قَرَأَ ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا﴾ ترجمہ: زفر یہ روایت اسماعیل بن ابی خالد سے، اسماعیل، قیس سے اور قیس، جریر سے روایت کرتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ آپ نے چودھویں کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا: بے شک تم جس طرح چاند کو دیکھتے ہوئے چندھیائی محسوس نہیں کرتے اسی طرح عنقریب تم اپنے رب (عزوجل) کو دیکھو گے۔ (یعنی جس طرح چودھویں رات کا چاند تسلی و آسانی سے صاف و شفاف طور پر نظر آتا ہے، اسی طرح ایک مسلمان اللہ (عزوجل) کو دیکھے گا۔ چندھیانے کے معنی کو یوں سمجھیں کہ جیسے رات کے وقت کسی گاڑی کی لائٹ کی طرف دیکھیں تو تیز لائٹ کی وجہ سے آنکھیں کچھ بند کچھ کھلی اور کبھی ساری بند کرنی پڑتی ہیں اس کو چندھیانا کہتے

ہیں) پس اگر تم سے یہ ہو سکے کہ کبھی بھی صبح وشام کی نماز قضا نہ ہو تو ایسا ضرور کرو۔ (ترجمہ کنزالایمان) اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے۔ (رؤية الله للدارقطنی، جلد 1، صفحہ 242، مكتبة المنار، الزرقاء -الأردن)

☆☆☆باب الاعتصام بالسنة☆☆☆

مسند ابی حنیفہ میں ہے "عَنْ زُفَرَ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، ح وَثنا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، ثَنَا أَبُو يَحْيَى زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى الْبَلْخِيُّ قَاضِي دِمَشْقَ، ثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ الْفَضْلِ، ثَنَا شَدَّادُ بْنُ حَكِيمٍ، عَنْ زُفَرَ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، ح وَثنا ابْنُ الْمُقْرِءِ، ثَنَا أَبُو بِشْرٍ الدَّوْلَابِيُّ، ثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَيُّوبَ، ثَنَا أَبُو يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ، ثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، كُلُّهُمْ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ لَهُ رَجُلٌ: رَأَيْتُكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ تَصْنَعُ أَرْبَعًا قَالَ: وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: رَأَيْتُكَ حِينَ أَرَدْتَ أَنْ تُحْرِمَ رَكِبْتَ رَاحِلَتَكَ، وَاسْتَقْبَلْتَ الْقِبْلَةَ، وَأَجْرَيْتَ حِينَ انْبَعَثَتْ بَعِيرُكَ، وَرَأَيْتُكَ إِذَا طُفْتَ الْبَيْتَ لَمْ تُجَاوِزِ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ حَتَّى تَسْتَلِمَهُ، وَرَأَيْتُكَ تُلَوِّنُ لِحْيَتَكَ بِالصُّفْرَةِ، وَرَأَيْتُكَ تَتَوَضَّأُ فِي النِّعَالِ السِّبْتِيَّةِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ ذَلِكَ" ترجمہ: زفر ابوحنیفہ سے، یہ عبیداللہ بن عمر سے (ح) عبیداللہ نے یہ حدیث سنی محمد بن ابراہیم سے۔ انہوں نے ابو یحیٰ زکریا بن یحییٰ بلخی قاضی دمشق سے، انہوں نے سنی صمد بن فضل سے، انہوں نے شداد بن حکیم سے، شداد نے زفر سے، زفر نے ابوحنیفہ سے (ح) ہم نے سنی ابن مقرء سے انہوں نے ابو بشر دولابی سے انہوں نے شعیب بن ایوب سے انہوں نے ابو یحیٰ حمانی سے انہوں نے سنی ابوحنیفہ سے اور انہوں نے عبیداللہ بن عمر سے اور ان سب نے سعید بن ابی

سعید سے اور سعید نے عبداللہ بن عمر سے، کہتے ہیں کہ ان سے کسی شخص نے سوال کیا: میں نے آپ کو چار طرح کے کام کرتے ہوئے دیکھا ہے (اس کی وجہ کیا ہے؟) ابن عمر نے فرمایا: کون سے چار کام؟ وہ بولا: میں دیکھتا ہوں کہ جب آپ احرام باندھنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اپنی سواری پر سوار ہوتے ہیں، رخ قبلہ کا کرتے ہیں، اور جب آپ کی سواری چلنے لگتی تو آپ احرام کی پابندیوں کو جاری کرتے، یعنی احرام کی نیت کرتے ہیں" اور جب طواف کعبہ کرتے ہیں تو رکن یمانی کا استلام کئے بغیر آگے نہیں گزرتے اور اپنی داڑھی کو زرد کرتے ہیں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ آپ کھال کے موزے میں وضو کرتے ہیں (شاید کھال کے موزے میں وضو کرنے سے مراد یہ ہوگا کہ وضو میں موزے پر مسح کرتے ہیں) جواباً ارشاد فرمایا: میں اس وجہ سے یہ چار کام کرتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

(مسند ابی حنیفہ روایت ابی نعیم، باب العین، جلد 1، صفحہ 179، مکتبۃ الکوثر، الریاض)

کتاب الطھارۃ

☆☆☆باب الوضوء☆☆☆

علل دارقطنی میں ہے "عَنْ زُفَرَ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ أَرْطَأَةَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَمْرٍو ذِي مُرٍّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى وُضُوءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَنْظُرْ، قَالَ: فَغَسَلَ يَدَيْهِ، ثُمَّ أَخَذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ أَخَذَ كَفًّا آخَرَ فَفَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ أَخَذَ كَفًّا آخَرَ فَفَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ غَسْلًا" ترجمہ: زفر، حجاج بن ارطاۃ سے، حجاج، خالد بن علقمہ سے، اور خالد،

عمرو سے، جبکہ عمرو حضرت علی ابن ابی طالب سے کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: جو رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے وضو کے طریقہ کو دیکھنا چاہے تو وہ دیکھ لے۔ فرمایا: پس آپ نے اپنے ہاتھ دھوئے، ہاتھ کی ہتھیلی میں پانی لیا اور کلی کی، ناک میں پانی ڈالا پھر ایک ہتھیلی پانی کی لی پھر اسی طرح کیا، پھر ہتھیلی میں پانی لیا اور ایسا ہی کیا، پھر اپنے چہرہ مبارک کو تین مرتبہ دھویا پھر ہاتھوں سمیت اپنی کہنیوں کو دھویا پھر سر کا مسح کیا پھر پاؤں کو اچھی طرح دھویا۔ (علل دارقطنی، جلد4، صفحہ 53، دار طیبہ، الریاض)

علل دارقطنی میں ہے" عن زفر بن الهذيل، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شعيب، عن زينب، عن عائشة رضى الله عنها، قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم يقبل وهو على وضوء ولا يتوضأ" ترجمہ: روایت ہے زفر بن ہذیل سے وہ حجاج سے وہ عمرو سے، عمرو، زینب سے اور زینب حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے راوی، فرماتی ہیں: رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بوسہ لیتے اس حال میں کہ آپ باوضو ہوتے لیکن بوسہ لینے کے بعد دوبارہ وضو نہ فرماتے۔

(علل دارقطنی، جلد15، صفحہ 162، دار طیبہ، الریاض)

☆☆☆باب الغسل☆☆☆

المعجم الاوسط میں ہے "نا زفر بن الهذيل قال: نا يزيد بن أبي زياد، عن عبد الرحمن بن أبي ليلى، عن علي قال: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن المذي قال: فيه الوضوء وسألته عن المني قال: فيه الغسل" ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی زفر بن ہذیل نے۔ کہتے ہیں کہ ہمیں بیان کی یزید بن ابی زیاد نے، یزید نے روایت کی ابن ابی لیلیٰ سے اور انہوں نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے، کہتے ہیں

میں نے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے مذی کے بارے سوال کیا تو نبی پاک (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ منی کے بارے سوال کیا تو فرمایا: اس سے غسل (فرض ہو جاتا) ہے۔

(معجم اوسط، من اسمہ محمد، جلد6، صفحہ 133، دار الحرمین، القاهرة)

منجالس من أمالي أبي عبد الله بن منده میں ہے "حدثنا شداد بن حكيم، حدثنا زفر بن الهذيل، عن أبي سعد البقال، عن أنس بن مالك، أن امرأة سألت النبي صلى الله عليه وسلم، المرأة ترى في منامها ما يرى الرجل؟ قال: إذا كان منها ما يكون من الرجل اغتسلت" ترجمہ: ہمیں حدیث بیان کی شداد بن حکیم نے انہیں زفر بن ہذیل نے، یہ روایت کرتے ہیں ابو سعد بقال سے یہ انس بن مالک سے کہ ایک عورت نے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے سوال کیا کہ عورت اپنی خواب میں وہ دیکھے جو مرد دیکھتا ہے تو کیا حکم ہے؟ (یعنی غسل فرض ہوگا یا نہیں؟) نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: اگر وہ دیکھے جو مرد دیکھتا ہے تو غسل کرے گی۔

(مجالس من أمالي أبي عبد الله بن منده، مجلس آخر في ذي القعدة، جلد1، صفحہ 181)

☆☆☆باب جواز المسح على الخفين☆☆☆

المعجم الكبير لطبرانی میں ہے "عَنْ زُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيِّ، عَنْ خُزَيْمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ: لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَلَيَالِيهِنَّ" ترجمہ: زفر بن ہذیل سے وہ ابو حنیفہ سے وہ حماد سے وہ ابراہیم سے وہ ابو عبد اللہ سے وہ خزیمہ سے اور خزیمہ حضور سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے موزوں پر مسح کے بارے حکم شرعی ارشاد فرمایا: مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں (مسح کی مدت) ہیں۔

(معجم کبیر لطبرانی،ابو عبداللہ جدلی،جلد4،صفحہ96،مکتبۃ ابن تیمیۃ۔القاھرۃ)

☆☆☆باب الحیض والنفاس والاستحاضۃ☆☆☆

المعجم الکبیر لطبرانی میں ہے”عَنْ زُفَرِ بْنِ الْهُذَيْلِ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أُسْتَحَاضُ وَلَا يَنْقَطِعُ عَنِّي الدَّمُ، قَالَ: دَعِي الصَّلَاةَ أَيَّامَ حَيْضَتِكِ، فَإِذَا ذَهَبَ أَيَّامُ حَيْضَتِكِ فَاغْتَسِلِي وَتَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ“ترجمہ:زفر بن ہذیل ابوحنیفہ سے وہ ہشام بن عروہ سے ہشام اپنے والد سے جبکہ ہشام کے والد حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نے عرض کی:یارسول اللہ!(صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم) مجھے استحاضہ کی بیماری ہے،خون ہے کہ رکنے کا نام نہیں لیتا،تو شارع(علیہ السلام) نے ارشاد فرمایا:جو خاص حیض کے دن ہیں ان میں نماز چھوڑ دو اور جب حیض کے دن ختم ہو جائیں تو غسل کرو اور ہر نماز سے پہلے وضو کیا کرو۔

(معجم کبیر لطبرانی،جلد24،صفحہ360،امکتبۃ ابن تیمیۃ۔القاھرۃ)

❁۔۔۔کتاب الصلوۃ۔۔۔❁

☆☆☆باب الامامۃ☆☆☆

مسند ابی حنیفہ میں ہے”عَنْ زُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ ح، وَثنا مُحَمَّدُ بْنُ حَيَّانَ، ثنا سَلْمُ بْنُ عِصَامٍ، عَنْ عَمِّهِ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ زُفَرَ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ ح، وَثنا أَبُو بَكْرِ بْنُ الْمُقْرِئِ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ مَكْحُولٌ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ غَالِبٍ الْأَنْطَاكِيُّ، ثنا سَعِيدٌ، أنا أَبُو حَنِيفَةَ، ح وَثنا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، ثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عِمْرَانَ، ثنا الْقَاسِمُ بْنُ الْحَكَمِ، ثنا أَبُو حَنِيفَةَ، قَالُوا: كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ صَوْتَ صَبِيٍّ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُسْرِعَ أُمَّهُ لَهُ، فَأَيُّكُمْ أَمَّ النَّاسَ فَلْيُصَلِّ صَلَاةً خَفِيفَةً كَامِلَةً، فَإِنَّ خَلْفَهُ الضَّعِيفَ وَالْمَرِيضَ وَذَوِي الْحَاجَةِ" ترجمہ: مروی ہے زفر بن ہذیل سے وہ ابوحنیفہ سے (ح) ہم سے بیان کیا محمد بن حیان نے، انہوں نے سنی سلم سے سلم نے اپنے چچا سے اور ان کے چچا نے حکم بن ایوب سے انہوں نے زفر سے اور یہ ابوحنیفہ سے راوی (ح)۔۔۔الخ۔ ابوہریرۃ سے راوی حضور نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو آپ نے پسند کیا کہ اس کی ماں کی خاطر نماز جلدی ادا کروں، پس تم میں سے جو کوئی لوگوں کی امامت کرے تو ہلکی و کامل نماز پڑھائے کیونکہ اس کی اقتداء میں بوڑھے، بیمار اور ضروری کام پر جانے والے ہیں۔

(مسند ابی حنیفہ روایت ابی نعیم، صفحہ 265، مکتبۃ الکوثر، الریاض)

تلخیص المتشابہ میں ہے" حَدَّثَنَا أَبُو الْهُذَيْلِ زُفَرُ بْنُ الْهُذَيْلِ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مُعَاذُ، إِذَا كُنْتَ إِمَامًا فَخَفِّفْ عَلَى النَّاسِ، فَإِنَّهُ يَقُومُ وَرَاءَكَ الْكَبِيرُ، وَالضَّعِيفُ، وَذُو الْحَاجَةِ، وَإِذَا صَلَّيْتَ وَحْدَكَ فَطَوِّلْ مَا شِئْتَ" ترجمہ: ہم نے حدیث سنی زفر بن ہذیل سے انہوں نے محمد بن عمرو سے انہوں نے روایت کی ابی سلمہ سے اور ابی سلمہ نے ابوہریرہ سے، کہتے ہیں: رسول اللہ نے فرمایا: اے معاذ! جب تجھے نماز کا امام بنایا جائے تو لوگوں پر نرمی کرو کیونکہ تمہارے پیچھے نماز پڑھنے والوں میں کبیر وضعیف اور ضروری کام پر جانے والے افراد ہوتے ہیں۔ ہاں! اگر تنہا پڑھو تو جتنی چاہے لمبی کرو۔

(تلخیص المتشابہ فی الرسم، جلد 1، صفحہ 378، طلاس للدراسات والترجمۃ والنشر، دمشق)

☆☆☆باب التشہد☆☆☆

المعجم الکبیر لطبرانی میں ہے" عَنْ زُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ

عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: كَانُوا يَقُولُونَ: السَّلَامُ عَلَى اللهِ، السَّلَامُ عَلَى جِبْرِيلَ، السَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لَا تَقُولُوا السَّلَامُ عَلَى اللهِ؛ فَإِنَّ اللهَ هُوَ السَّلَامُ، وَلَكِنْ قُولُوا: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ" ترجمہ: زفر بن ہذیل ابوحنیفہ سے وہ حماد سے وہ شقیق بن سلمہ سے اور شقیق، ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے، کہتے ہیں کہ صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کہا کرتے تھے "السَّلَامُ عَلَى اللهِ، السَّلَامُ عَلَى جِبْرِيلَ، السَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللهِ" اللہ پر سلام ہو، جبریل پر سلام ہو اور اللہ کے رسول پر سلام ہو، تو رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: تم یوں نہ کہو کہ اللہ پر سلام ہو کیونکہ وہ تو خود ہی سلام ہے، یوں کہا کرو کہ "التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ" تمام تحیتیں اور درود اور پاکیزگیاں اللہ کے لئے ہیں، اے نبی! آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمت اور اس کی برکات کا نزول ہو۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔

(معجم کبیر لطبرانی، جلد 10، صفحہ 42، المکتبۃ ابن تیمیۃ-القاہرہ)

☆☆☆باب السترة☆☆☆

مجالس من امالی ابی عبداللہ بن مندہ میں ہے "ثنا زفر بن الهذيل، عن

مسعر بن كدام، عن عون بن أبي جحيفة، عن أبيه، قال: صلى النبي صلى الله عليه وسلم بالأبطح وبين يديه عنزة أو شبه العنزة والطريق من ورائها والمارة" ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی زفر نے، انہوں نے مسعر بن کدام سے یہ عون بن ابی جحیفہ سے اور یہ اپنے والد سے کہتے ہیں: حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مقام ابطح میں نماز پڑھی اور آپ کے سامنے نیزہ یا نیزہ نما چیز تھی جس کے آگے سے لوگ گزر تے تھے۔

(مجالس من أمالي أبي عبد الله بن منده، مجلس آخر في شعبان، جلد 1، صفحہ 37)

☆☆☆باب الجمعة☆☆☆

مسند ابی حنیفہ میں ہے "ثَنَا زُفَرُ بْنُ الْهُذَيْلِ، ثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ: مَنْ أَتَى الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ" ترجمہ: ہمیں حدیث سنائی زفر بن ہذیل نے، زفر نے سنی ابو حنیفہ سے۔۔۔۔ نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو جمعہ کے لئے آئے تو وہ آنے سے پہلے غسل کر لے۔ (مسند ابی حنیفہ روایت ابی نعیم، صفحہ 240، مکتبۃ الکوثر، الریاض)

علل دارقطنی میں ہے "عَنْ زُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ، عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنِ الزهري، عن سعيد بن المسيب، عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قَالَ: مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَلْيُضِفْ إِلَيْهَا أُخْرَى، أَوْ لِيُصَلِّ رَكْعَةً أُخْرَى" ترجمہ: روایت ہے زفر بن ہذیل سے اور وہ حجاج سے، حجاج، زہری سے، زہری، سعید بن مسیّب سے، سعید، ابو ہریرہ سے اور یہ نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے، فرمایا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے کہ جس نے جمعہ کی ایک رکعت پائی تو وہ اس کے ساتھ دوسری بھی ملائے یا (فرمایا) ایک اور رکعت پڑھ لے۔

(علل دارقطنی، جلد 9، صفحہ 224، دار طیبۃ، الریاض)

علل دارقطنی میں ہے"عَنْ زُفَرَ، عَنِ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عن عائشة قالت:فرضت الصلاة أول ما فرضت ركعتين إلا المغرب فإنها وتر فلما قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المدينة زيد ركعتين، فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي أربعا" ترجمہ:روایت ہے زفر سے یہ داؤد بن ابی ہند سے اور داؤد شعبی سے، شعبی ،اماں عائشہ(رضی اللہ تعالیٰ عنہا)سے،فرمایا حضرت عائشہ نے:اولا دو رکعت نماز فرض ہوئی تھی سوائے مغرب کے کیونکہ وہ وتر ہے۔پھر جب رسول اللہ(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مدینہ تشریف لائے تو دو رکعتوں کا مزید اضافہ کر دیا گیا اور رسول اللہ(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) چار رکعت پڑھنے لگے۔

(علل دارقطنی،جلد14،صفحہ 278،دارطیبۃ،الریاض)

☆☆☆باب صلوۃ المسافر☆☆☆

علل دارقطنی میں ہے"عَنْ زُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عن عروة، عن عائشة، قالت:فرضت الصلاة أول ما فرضت ركعتين، ثم زيد في صلاة المقيم ركعتين، وتركت صلاة المسافر"ترجمہ:زفر بن ہذیل یحیی بن سعید سے،یحیی عروہ سے عروہ عائشہ(رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے راوی:حضرت عائشہ نے فرمایا:پہلے جب نماز فرض ہوئی تو دو رکعت ہوئی بعد میں مقیم کے واسطے دو رکعت کا اضافہ کیا گیا جبکہ مسافر کے لئے دو ہی رہنے دیں۔

(علل دارقطنی،جلد14،صفحہ 278،دارطیبۃ،الریاض)

تاریخ اصبہان میں ہے"عَنْ زُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُمَارَةَ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ:أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَامَ بِخَيْبَرَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا وَلَيْلَةً، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ" ترجمہ:امام زفر حسن بن عمارہ سے،وہ مقسم سے،وہ ابن

عباس سے روای: رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خیبر میں چالیس دن اور راتیں مقیم رہے اور آپ نے اس دوران دو رکعت ہی نماز ادا فرمائی۔

(تاریخ اصبہان، باب الالف، جلد1، صفحہ 228، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

❁ــــ کتاب الاذان ــــ❁

المعجم الاوسط میں ہے "نا الْحَكَمُ بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ زُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ مَرَّ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ حَزِينٌ، وَكَانَ الرَّجُلُ ذَا طَعَامٍ يُجْتَمَعُ إِلَيْهِ، وَدَخَلَ مَسْجِدَهُ يُصَلِّي، فَبَيْنَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ نَعَسَ، فَأَتَاهُ آتٍ فِي النَّوْمِ، فَقَالَ: عَلِمْتُ مَا حَزِنْتَ لَهُ، فَذَكَرَ قِصَّةَ الْأَذَانِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ أَخْبَرَنَا بِمِثْلِ ذَلِكَ أَبُو بَكْرٍ، فَمُرُوا بِلَالًا أَنْ يُؤَذِّنَ بِذَاكَ" ترجمہ: ہمیں حدیث پہنچی حکم بن ایوب سے حکم نے روایت کی زفر بن ہذیل سے زفر نے ابو حنیفہ سے انہوں نے علقمہ بن مرثد سے علقمہ نے ابن بریدہ سے انہوں نے اپنے والد سے: ایک انصاری پریشانی کی حالت میں رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پاس سے ہو کر گزرا حالانکہ وہ شخص مالدار تھا، اور وہ شخص حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی مسجد میں داخل ہوا، نماز پڑھی، پس اس دوران وہ پریشانی میں اونگھنے لگا، پس اس کے سوتے ہوئے ہی ایک شخص اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں تیرے غمگین ہونے کی وجہ جانتا ہوں پھر اس نے اذان کا قصہ بیان کیا۔ پس نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: ابو بکر نے بھی اس طرح کی خبر دی ہے۔ تم بلال سے کہو: وہ ان الفاظ سے اذان کہے۔

(معجم اوسط، من اسمہ احمد، جلد2، صفحہ 293، دار الحرمین، القاہرۃ)

كتاب الصيام

معجم صغیرلطبرانی میں ہے"حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ زُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنِ الْهَيْثَمِ بْنِ الْحَبِيبِ الصَّيْرَفِيِّ، عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصِيبُ مِنْ وَجْهِهَا وَهُوَ صَائِمٌ تُرِيدُ الْقُبْلَةَ" ترجمہ:ہمیں حدیث سنائی حکم بن ایوب نے انہوں نے روایت کی زفر بن ہذیل سے اورزفر ابوحنیفہ سے انہوں نے ہیثم بن حنیب صیرفی سے انہوں نے عامر شعبی سے عامر مسروق سے اور مسروق اماں عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے مروی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے چہرہ کا بوسہ لیتے حالانکہ آپ روزے سے ہوتے۔

(معجم صغیرلطبرانی،من اسمہ احمد،جلد1،صفحہ117،المكتب الإسلامي ،بیروت،عمان)

مجالس من أمالي أبي عبد الله بن منده میں ہے"حدثنا زفر بن الهذيل، عن مطرف بن طريف، عن عامر الشعبي، عن مسروق، عن عائشة، قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يظل صائما ويقبل وجهي أين شاء حتى يفطر" ترجمہ:ہم سے حدیث بیان کی زفر بن ہذیل نے انہوں نے روایت کی مطرف بن طریف سے مطرف نے روایت کی عامر شعبی سے عامر مسروق سے مسروق عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے مروی،فرماتی ہیں:رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دن میں روزہ رکھتے اورمیرے چہرے کا بوسہ لیتے جہاں سے چاہتے حتی کہ افطار کرتے۔

(مجالس من أمالي أبي عبد الله بن منده،مجلس آخر في الجزء الثالث،جلد1،صفحہ90)

علل دارقطنی میں ہے"حدثنا شداد بن حكيم عن زفر،عن أبي حنيفة عن عطاء بن يسار كذا قال سعيد بن المسيب أن رجلا أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله أفطرت في رمضان متعمدا الحديث" ترجمہ:ہم نے کی

شداد بن حکیم سے شداد نے روایت کی زفر سے زفر نے ابوحنیفہ سے یہ عطاء بن یسار سے، سعید بن میسب نے اس طرح کا فرمایا: ایک شخص نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ! میں نے رمضان میں جان بوجھ کر روزہ توڑا ہے۔ اور پھر آگے پوری حدیث بیان کی۔ (کتاب میں یہاں تک ہی ہے۔)

(علل دارقطنی، جلد 10، صفحہ 245، دارطیبہ، الریاض)

تاریخ اصبہان میں ہے "عَنْ زُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ التَّيْمِيِّ، عَنْ جِبَالِ بْنِ رُفَيْدَةَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ (الحجرات 1) قَالَ: لَا تَصُومُوا قَبْلَ أَنْ يَصُومَ نَبِيُّكُمْ وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ، ثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ، ثنا النُّعْمَانُ، عَنْ زُفَرَ، مِثْلَهُ بِطُولِهِ" ترجمہ: روایت ہے زفر بن ہذیل سے وہ یحیٰ بن عبداللہ تیمی سے وہ جبال بن رفیدہ سے وہ مسروق سے اور مسروق حضرت عائشہ سے اللہ (عزوجل) کے اس قول ﴿لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ (ترجمہ کنزالایمان) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو، کے مطلب کے بارے میں آپ فرماتی ہیں: اللہ کے فرمان کی تفسیر یہ ہے کہ اپنے نبی کے روزہ رکھنے سے پہلے روزہ نہ رکھو۔ (تاریخ اصبہان، باب الراء، جلد 1، صفحہ 373، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

تاریخ اصبہان میں ہے "عَنْ زُفَرَ، عَنْ يَحْيَى التَّيْمِيِّ، عَنْ جِبَالِ بْنِ رُفَيْدَةَ، عَنْ مَسْرُوقِ بْنِ الْأَجْدَعِ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ، فَقَالَتْ: يَا جَارِيَةُ، خُوضِي لَنَا سَوِيقًا، فَجَاءَتْ، فَقَالَتْ لَهُمْ: ذُوقُوا، فَإِنْ رَابَكُمْ شَيْءٌ فَمُرُوا الْأَمَةَ فَلْتَرُدَّكُمْ، فَإِنِّي لَوْ كُنْتُ مُفْطِرَةً ذُقْتُ لَكُمْ، قَالَ: وَنَحْنُ صِيَامٌ، قَالَتْ: وَمَا

صَوْمُكُمْ هَذَا؟ قَالُوا: إِنْ كَانَ مِنْ رَمَضَانَ أَدْرَكْنَاهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ تَطَوَّعْنَاهُ، فَقَالَتْ: إِنَّمَا الصَّوْمُ صَوْمُ النَّاسِ، وَالْفِطْرُ فِطْرُ النَّاسِ، وَالذَّبْحُ ذَبْحُ النَّاسِ، وَإِنِّي صُمْتُ هَذَا الشَّهْرَ فَأَدْرَكْتُمْ رَمَضَانَ، وَإِنَّ أُنَاسًا كَانُوا يَتَقَدَّمُونَ حَتَّى نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ ترجمہ: روایت ہے امام زفر بن ہذیل سے وہ یحیٰ تمیمی سے وہ حبال بن رفیدہ سے وہ مسروق بن اجدع سے، کہتے ہیں: ہم حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی خدمت سراپا اقدس میں حاضر ہوئے حضرت عائشہ نے اپنی کنیز سے فرمایا کہ میرے بیٹوں کیلئے شربت بنا کر لاؤ، وہ لائی تو آپ نے فرمایا: اسے پیو، اگر تمہیں مزید چاہیے تو کنیز کو کہہ دیجئے وہ مزید دے گی، اگر میں روزہ دار نہ ہوتی تو خود تمہیں دیتی، راوی کہتے ہیں: ہم روزہ دار تھے، تو حضرت عائشہ نے فرمایا: تم نے آج کون سا روزہ رکھا ہے؟ انہوں نے کہا: اگر رمضان کا چاند نظر آ گیا تو رمضان کا ہو جائے گا ورنہ یہ نفل ہوگا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: جب لوگ رمضان کے روزے رکھنا شروع کریں تو رمضان کا روزہ رکھو اور جب لوگ روزے ختم کر کے عید الفطر کریں تو تم بھی روزے ختم کر کے عید الفطر کرو، اور جب لوگ عید الاضحیٰ کے دن قربانی کریں تب تم قربانی کرو، میں نے تو اس ماہ (یعنی شعبان) کا روزہ رکھا ہے اور تم نے رمضان کا روزہ رکھ لیا، لوگ اسی طرح (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے) پہل کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾

(تاریخ اصبہان، باب الیاء، جلد2، صفحہ325، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

تاریخ بغداد میں ہے "نَبَأَنَا شَدَّادُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ زُفَرَ عَنْ مِسْعَرٍ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ. قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يُؤْتَى بِالإِنَاءِ، فَأَبْدَأُ فَأَشْرَبُ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ يَشْرَبُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلّم ويضع فاه موضع فيّ" ترجمہ: شداد بن حکیم زفر سے یہ مسعر سے یہ مقدام بن شریح سے اور یہ اپنے والد سے جو حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں، فرمایا حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے: رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں پینے کا برتن لایا جاتا، میں پینا شروع کرتی حالانکہ میں حیض سے ہوتی پھر رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پیتے اور میرے منہ رکھنے کی جگہ پر منہ رکھتے۔

(تاریخ بغداد، باب محمد، جلد1، صفحہ 320، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

کتاب الحج

علل دارقطنی میں ہے "حدثنا شداد بن حكيم، عن زفر، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عائشة قالت: كنت أنظر إلى وبيص الطيب في مفرق رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يلبي" ترجمہ: ہم نے حدیث سنی شداد بن حکیم سے شداد زفر سے زفر نے اعمش سے اور اعمش نے ابراہیم سے انہوں نے اسود سے اور اسود نے اماں عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تلبیہ کہتے وقت میں رسول اللہ کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھتی تھی۔

(علل دارقطنی، جلد15، صفحہ77، دارطیبہ، الریاض)

مجالس من أمالي أبي عبد الله بن منده میں ہے "أنا شداد بن حكيم أنا زفر بن الهذيل عن حجاج بن أرطاة عن ابن أبي نجيح عن مجاهد عن ابن أبي ليلى عن كعب بن عجرة أنه كان مع النبي صلى الله عليه وسلم زمن الحديبية وأنه تساقط هوام رأسه على وجهه قال: فرآه النبي صلى الله عليه وسلم، فأمره أن يحلق رأسه ويكفر فنزلت هذه الآية (فمن كان منكم مريضا أو به أذى من

رأسه)" ترجمہ: ہمیں خبر دی شداد بن حکیم نے انہیں زفر بن ہذیل نے انہیں حجاج بن ارطاۃ نے انہیں ابن ابی نجیح نے انہیں مجاہد نے انہیں ابن ابی لیلی نے انہیں کعب بن عجرہ نے کہ وہ حدیبیہ کے وقت نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھ تھے کہ ان کے سر سے چہرے پر جوں گری، کہتے ہیں: اسے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے دیکھ لیا تو حکم دیا: اپنی حلق کروا ڈالو اور کفارہ دے دو۔ پس یہ آیت نازل ہوئی ﴿فمن كان منكم مريضا أو به أذى من رأسه﴾ (ترجمہ کنزالایمان) پھر جو تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہے (تو بدلے دے روزے یا خیرات یا قربانی)

(مجالس من أمالي أبي عبد الله بن منده، مجلس آخر، جلد 1، صفحہ 223)

باب العمرة

تاریخ اصبہان میں ہے "عَنْ زُفَرَ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ سُرَاقَةَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ عُمْرَتَنَا هَذِهِ لِعَامِنَا هَذَا أَمْ لِلْأَبَدِ؟ قَالَ: لَا، بَلْ لِلْأَبَدِ الْحَدِيثَ" ترجمہ: روایت ہے امام زفر سے وہ ابوحنیفہ سے اور ابوحنیفہ ابی زبیر سے اور وہ جابر سے کہ سراقہ بن مالک نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیا یہ عمرہ اسی سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: نہیں! بلکہ ہمیشہ کے لئے ہے۔

(تاریخ اصبہان، باب الخاء، جلد 1، صفحہ 350، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

باب لاتسافر امراة ثلاثة ايام الخ

مسند ابی حنیفہ میں ہے "عَنْ زُفَرَ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، وَثنا أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ حَيَّانَ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ حَمَّادٍ، ثنا الْحَسَنُ بْنُ عَلَّانَ، ثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَزِيعٍ،

ثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، ح وَثنا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحِيمِ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ نُوحٍ، ثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الْعَبَّاسِ، ثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلَّانَ، ثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَزِيعٍ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، ح وَثنا ابْنُ الْمُقْرِءِ، ثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَنَدِيُّ، ثَنَا عَلِيُّ بْنُ زِيَادٍ، ثَنَا أَبُو قُرَّةَ، ثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، ح وَثنا أَبُو بَكْرٍ الْمُقْرِءُ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ السَّلَامِ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَالِبٍ، ثَنَا سَعِيدُ بْنُ سَلَمَةَ، ثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، ح وَثنا الطَّلْحِيُّ، ثَنَا جَعْفَرُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عِمْرَانَ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، ثَنَا مُصْعَبُ بْنُ الْمِقْدَامِ، ثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، كُلُّهُمْ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ قَزَعَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَعَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ: يَوْمِ الْفِطْرِ، وَيَوْمِ النَّحْرِ، وَقَالَ: لَا تُسَافِرِ امْرَأَةٌ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا إِلَّا مَعَ زَوْجِهَا، أَوْ ذِي مَحْرَمٍ هَذَا لَفْظُ أَبِي يُوسُفَ، وَزُفَرَ" ترجمہ: رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فجر کے بعد حتی کہ سورج طلوع نہ ہو لے اور عصر کے جب تک غروب شمس نہ ہو جائے نماز سے منع فرمایا۔ اور دونوں عیدوں کے دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ اور فرمایا: کوئی عورت تین دن یا اس سے زائد مسافت کے لئے بغیر شوہر یا محرم کے ہرگز نہ نکلے۔ یہ لفظ ابو یوسف اور زفر کے ہیں۔

(مسند ابی حنیفہ روایت ابی نعیم، باب العین، جلد 1، صفحہ 162، مکتبۃ الکوثر، الریاض)

کتاب الزکاۃ

علل دارقطنی میں ہے "عَنْ زُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ، عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَفَوْتُ عَنْ صَدَقَةِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ، وَفِي الْوَرِقِ رُبْعُ الْعُشْرِ" ترجمہ: زفر بن ہذیل حجاج سے

حجاج نے ابو اسحاق سے انہوں نے حارث سے اور حارث نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کی: رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: گھوڑوں اور غلاموں کی زکوۃ میں نے معاف کر دی جبکہ چاندی میں چالیسواں حصہ ہے۔

(علل دارقطنی، جلد3، صفحہ 160، دارطیبہ، الریاض)

علل دارقطنی میں ہے "عَنْ زُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِي تِسْعِينَ وَمِائَةِ دِرْهَمٍ زَكَاةٌ فَإِذَا بَلَغَتْ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ فَمَا زَادَ فَبِحِسَابِهِ" ترجمہ: زفر بن ہذیل سے اور یہ حجاج سے حجاج ابو اسحاق سے یہ عاصم سے عاصم حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا: 190 درہم میں زکوۃ نہیں۔ہاں! جب 200 درہم ہو جائیں تو اس میں سے پانچ درہم زکاۃ ہوگی اور جو اس سے زائد ہے تو اس کی زکوۃ اسی حساب سے ہوگی۔

(علل دارقطنی، جلد3، صفحہ 160، دارطیبہ، الریاض)

کتاب النکاح

☆☆☆باب نکاح الولی☆☆☆

مجالس من امالی ابی عبداللہ بن مندہ میں ہے "أنا شداد بن حكيم، أنا زفر بن الهذيل، عن حجاج بن أرطاة عن الزهرى عن عروة، عن عائشة، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا نكاح إلا بولي، والسلطان ولي من لا ولي له" ترجمہ: ہمیں خبر دی شداد بن حکیم نے شداد کو زفر نے انہیں حجاج بن ارطاۃ نے انہوں نے زہری سے یہ عروہ سے عروہ اماں عائشہ سے، نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: ولی کے بغیر نکاح نہیں اور جس کا کوئی ولی نہیں اس کا ولی سلطان ہے۔

(مجالس من أمالي أبي عبد الله بن منده، مجلس آخر في ذالحجه، جلد1، صفحه253)

☆☆☆باب تحریم المتعة☆☆☆

علل دارقطنی 117/4 مطبوعہ الریاض، اور معجم اوسط میں ہے" نَا شَدَّادُ بْنُ حَكِيمٍ، نَا زُفَرُ بْنُ الْهُذَيْلِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، عَنْ أَبِيهِمَا، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ" ترجمہ: ہم نے حدیث سنی شداد بن حکیم سے شداد نے سنی زفر بن ہذیل سے زفر نے یحیٰ بن سعید سے یحیٰ نے زہری سے اور زہری نے عبد اللہ اور حسن ابن محمد بن حنفیہ سے اور ان دونوں نے اپنے والد سے اور ان کے والد حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی، کہتے ہیں: نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ سے منع فرمایا۔

(معجم اوسط، من اسمه الحسن، جلد3، صفحہ 377، دار الحرمین، القاهرة)

تاریخ بغداد میں ہے"حدثنا شداد بن حكيم حَدَّثَنَا زُفَرُ بْنُ الْهُذَيْلِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ أَبِيهِمَا عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ قَالَ سُلَيْمَانُ: لَمْ يَرْوِهِ عَنْ زُفَرَ إِلَّا شَدَّادٌ" ترجمہ: ہم سے بیان کیا شداد بن حکیم نے ان سے زفر بن ہذیل نے جو روایت کرتے ہیں۔ یحیٰ بن سعید انصاری سے اور یہ زہری سے یہ عبد اللہ اور حسن جو کہ محمد بن حنفیہ کے بیٹے ہیں یہ دونوں اپنے والد سے اور ان کے والد حضرت علی سے، فرماتے ہیں: رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے عورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ سلیمان نے کہا امام زفر سے سوائے شداد کے روایت نہیں ہے۔

(تاریخ بغداد، باب الحاء، حرف السین، جلد7، صفحہ 387، دار الکتب العلمیة، بیروت)

☆☆☆باب الجماع☆☆☆

معجم اوسط میں ہے" ثنا زفر بن الهذيل، عن ليث بن أبي سليم، عن ثابت بن عبيد، عن أبي مسعود الأنصاري، أن رجلا أقبل إلى الصلاة، فاستقبلته امرأته، فأكب عليها، فتناولها، فأتى النبي صلى الله عليه وسلم، فذكر ذلك له، فلم ينهه" ترجمہ: ہم نے حدیث سنی زفر بن ہذیل سے، زفر نے سنی لیث بن ابی سلیم سے لیث نے ثابت بن عبید سے اور ثابت سے ابو مسعود انصاری سے کہ ایک شخص نماز کے لئے کھڑا ہوا تو اس کی بیوی اس کے سامنے آئی تو اس نے بیوی کے ساتھ جماع کر لیا پھر وہ حضور پر نور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور یہ قصہ بیان کیا تو اس سے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے منع نہ فرمایا۔

(معجم اوسط، من اسمہ محمد، جلد 7، صفحہ 185، دار الحرمین، القاہرۃ)

کتاب البیوع

تاریخ اصبہان میں ہے"عَنْ زُفَرَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: اشْتَرَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ فَرَهَنَهُ بِهَا دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ" ترجمہ: امام زفر سے اور یہ امام اعمش سے یہ ابراہیم سے یہ اسود سے اور اسود اماں عائشہ سے راوی، کہتی ہیں: رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ایک یہودی سے اناج خریدا اور اس کے پاس لوہے کی زرہ بطور گروی کے رکھی۔

(تاریخ اصبہان، باب الزاء، جلد 1، صفحہ 373، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

کتاب الشفعۃ

مسند ابی حنیفہ میں ہے"عَنْ زُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ عَبْدِ

الْكَرِيمِ أَبِي أُمَيَّةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اَلْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ۔" ترجمہ: امام زفر ابوحنیفہ سے وہ عبدالکریم سے، یہ مسور سے اور مسور سعد بن مالک سے راوی، کہتے ہیں: میں نے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا "پڑوسی اپنے قریبی مکان (میں شفعہ کا) زیادہ حق رکھتا ہے۔"

(مسندابی حنیفہ روایت ابی نعیم، جلد 1، صفحہ 167، مکتبۃ الکوثر، الریاض)

کتاب الاجارۃ

مسند ابی حنیفہ میں ہے "عَنْ زُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، ح وَثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلَّانَ، ثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شِهَابِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَحْيَى بْنِ يَعْلَى، ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ يَزِيدَ، ثَنَا أَسَدُ بْنُ عَمْرٍو، ثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حَائِطٍ فَأَعْجَبَهُ، فَقَالَ: لِمَنْ هٰذَا؟ فَقُلْتُ: اسْتَأْجَرْتُهُ فَقَالَ: لَا تَسْتَأْجِرْ بِشَيْءٍ مِنْهُ"

ترجمہ: روایت ہے زفر بن ہذیل سے یہ ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں ۔۔۔۔۔۔

نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایک باغ پر سے گزرے جو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو پسند آیا۔ آپ نے پوچھا کہ کس کا ہے؟ میں نے کہا: میں نے اس کو کرایہ پر لیا ہے آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: اس کی کسی چیز کو کرایہ پر نہ دینا۔

(مسندابی حنیفہ روایت ابی نعیم، جلد 1، صفحہ 199، مکتبۃ الکوثر، الریاض)

کتاب الصید والذبائح

مسند ابی حنیفہ میں ہے "عَنْ زُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبَايَةَ، عَنْ أَبِيهِ، ح وَثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ أَحْمَدَ، ثَنَا عَبْدَانُ بْنُ

أَحْمَدَ، ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحُبَابِ الْحِمْيَرِيُّ، ثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، ثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ، ثَنَا عَبَايَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَايَةَ، عَنِ ابْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، عَنْ أَبِيهِ، ح وَثنا ابْنُ حَيَّانَ، ثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ رَاشِدٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، حَدَّثَنِي جَدِّي شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، ثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبَايَةَ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ: إِنَّ بَعِيرًا مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ، رَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَأَصَابَ مَقْتَلَهُ، فَقَتَلَهُ، فَسَأَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ لَهَا أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ فَافْعَلُوا بِهَا كَمَا فَعَلْتُمْ، وَكُلُوا لَفْظُ زُفَرَ، تَابَعَهُ عَلَى هَذَا الْجَمُّ الْغَفِيرُ: سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَشُعْبَةُ، وَزَائِدَةُ، وَأَبُو عَوَانَةَ، رَوَاهُ ضَمْرَةُ، وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَسْرُوقٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، وَعَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، وَإِسْحَاقُ الرَّازِيُّ" ترجمہ زفر بن ہذیل ابوحنیفہ سے یہ سعید بن مسروق سے یہ عبایہ سے یہ اپنے والد سے (ح) ہم نے سنی سلیمان بن احمد سے انہوں نے عبدان بن احمد سے انہوں نے احمد بن حباب حمیری سے اور حمیری نے سنی مکی بن ابراہیم سے اور انہوں نے ابوحنیفہ سے انہوں نے سعید بن مسروق سے سعید نے عبایہ سے عبایہ نے محمد بن عبایہ سے انہوں نے ابن رفاعہ سے اور ابن رفاعہ سے روایت کی رافع بن خدیج نے جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں (ح) ہم نے سنی ابن حیان سے اور یہ سنتے ہیں ابوبکر محمد بن احمد بن راشد سے اور یہ عبدالرحمٰن بن عبدالصمد سے اور مجھ سے بیان کی میرے دادشعیب بن اسحاق نے جنہوں نے سنی ابوحنیفہ سے اور ابوحنیفہ نے سعید بن مسروق سے یہ عبایہ سے یہ رافع بن خدیج سے کہ زکوۃ کے اونٹوں میں ایک اونٹ کو ایک شخص نے تیر مارا جو اس کے ذبح کرنے کی جگہ جالگا اور وہ مر گیا، انہوں نے اس کے بارے

رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے شرعی مسئلہ پوچھا، تو آپ نے فرمایا: ان اونٹوں کی عادات وحشیوں کی عادات سی ہیں تو جب یہ بدک جائے تو تم اس کے ساتھ ایسا ہی کرو جیسا تم نے کیا اور پھر اسے کھالو۔

(مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم، جلد 1، صفحہ 120، مکتبۃ الکوثر، الریاض)

کتاب الحدود

سنن دارقطنی میں ہے "نا زُفَرُ بْنُ الْهُذَيْلِ نا حَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُقْطَعُ السَّارِقُ إِلَّا فِي عَشَرَةِ دَرَاهِمَ" ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی زفر بن ہذیل نے، انہیں حجاج بن ارطاۃ نے یہ عمرو بن شعیب سے اور یہ اپنے باپ سے اور ان کے والد اپنے دادا سے راوی، کہتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: چور کا ہاتھ دس درہم سے کم چوری کرنے پر نہ کاٹا جائے۔

(سنن دارقطنی، کتاب الحدود، جلد 4، صفحہ 260، موسسۃ الرسالۃ، بیروت۔ لبنان)

کتاب الوراثت

معجم اوسط میں ہے "عَنْ زُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ، عَنْ حَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّ أَخَوَيْنِ كَانَتْ بَيْنَهُمَا أَرْضٌ، وَأَعْمَرَ أَحَدُهُمَا نَصِيبَهُ أُمَّهُ، فَمَاتَتْ، فَقَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا" ترجمہ: زفر بن ہذیل سے روایت ہے، زفر نے روایت کی حجاج بن ارطاۃ سے حجاج حبیب بن ابی ثابت سے اور حبیب جابر بن عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہ دو بھائیوں کی مشترکہ زمین تھی۔ ان میں سے ایک نے اپنا حصہ اپنی والدہ کو عمریٰ کے طور پر دیا، ان کی

والدہ کی وفات کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ان کی والدہ کے حصہ کی زمین ان کے بیٹوں میں تقسیم فرمادی۔"

(معجم اوسط، من اسمہ محمد، جلد6، صفحہ 146، دارالحرمین، القاہرہ)

کتاب الجہاد

معجم صغیر میں ہے "عَنْ زُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ: اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، مُجْرِيَ السَّحَابِ سَرِيعَ الْحِسَابِ هَازِمَ الْأَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ" ترجمہ: زفر بن ہذیل سے اور یہ اسماعیل بن ابی خالد سے یہ عبداللہ بن ابی اوفی سے کہ نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے جنگ احزاب (خندق) کے دن فرمایا: اے کتاب کو نازل فرمانے والے، بادلوں کو چلانے والے، جلد حساب لینے والے، (باطل) لشکروں کو شکست دینے والے ان کو شکست دے اور ان کے قدم اکھیڑ دے۔

(معجم صغیر لطبرانی، من اسمہ احمد، جلد1، صفحہ 130، المکتب الإسلامی، بیروت، عمان)

المعجم الکبیر للطبرانی "ثنا زُفَرُ بْنُ الْهُذَيْلِ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَا قَاتَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا قَطُّ حَتَّى يَدْعُوَهُمْ" ترجمہ: ہمیں حدیث پہنچی زفر بن ہذیل کے ذریعے سے انہیں ابن ابی نجیح سے انہیں اپنے والد سے اور ان کے والد ابن عباس سے راوی، حضور نے کبھی کسی قوم سے جنگ نہ کی جب تک اسے پہلے اسلام کی دعوت نہ دے لیتے۔

(معجم کبیر لطبرانی، جلد11، صفحہ132، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرہ)

کتاب الطب

الطب النبوی لابی نعیم اصفہانی میں ہے "عن زفر بن الهذيل، عن أبي

حنیفة، عَن قیس بن مسلم، عَن طارق بن شهاب، عَن عَبد الله بن مسعود، عَن النبی صَلَّی اللہ عَلَیْهِ وَسلَّم، قَال:ما وضع الله داء إلا وضع له دواء إلا السام والهرم فعلیك بألبان البقر فإنها تحیط من کل الشجر" ترجمہ: زفر ابوحنیفہ سے اور وہ قیس بن مسلم سے، قیس طارق سے اور طارق عبداللہ بن مسعود سے اور ابن مسعود نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے، نبی مکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: اللہ نے کوئی بیماری ایسی نہ رکھی جس کی دوا نہ رکھی ہو سوائے موت اور بڑھاپے کے۔ پس تم گائے کے دودھ کا التزام رکھو کیونکہ وہ تمام پودوں کو کھا لیتی ہے۔

(الطب النبوی، لابی نعیم اصفہانی، باب ماء فی تعلم الطب، جلد1، صفحہ 179، دار ابن حزم)

کتاب الادب

معجم کبیر میں ہے "عَنْ زُفَرَ بْنِ الْهُذَیْلِ، عَنْ أَبِی حَنِیفَةَ، عَنْ مَعْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِیهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ:مَا کَذَبْتُ مُنْذُ أَسْلَمْتُ إِلَّا کَذِبَةً وَاحِدَةً، کُنْتُ أَرْحَلُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَی رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ فَسَأَلَنِی:أَیُّ الرِّحَالَةِ أَحَبُّ إِلَی رَسُولِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقُلْتُ:الطَّائِفِیَّةُ الْمُنَکَّبَةُ، وَکَانَ یَکْرَهُهَا، فَلَمَّا أُتِیَ بِهَا قَالَ:مَنْ رَحَلَ هَذَا؟ قَالُوا:رَحَّالُكَ، قَالَ: مُرُوا ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ فَلْیَرْحَلْ، فَأُعِیدَتْ إِلَی الرِّحْلَةِ" ترجمہ: زفر بن ہذیل سے اور زفر ابو حنیفہ سے یہ معن بن عبدالرحمٰن یہ اپنے والد ماجد سے اور ان کے والد عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے، فرماتے ہیں: میں جب سے اسلام لایا سوائے ایک مرتبہ کے کبھی جھوٹ نہ بولا (جس کی تفصیل یہ ہے کہ) میں نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی سواری تیار کرنے پر مامور تھا، اہل طائف کا ایک شخص میرے پاس آیا

اور پوچھنے لگا: حضور کو کون سی سواری سب سے زیادہ اچھی لگتی ہے؟ میں نے کہا: طائفی اونٹ جس کا ایک مونڈھا دوسرے سے بلند ہوتا ہے حالانکہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اسے ناپسند کرتے تھے، پھر جب اس سواری کو لایا تو رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: یہ سواری کس نے تیار کی؟ انہوں نے کہا: آپ کے رحال نے، تو رسول اللہ نے فرمایا: ابن ام عبد کو کہو کہ وہ (کوئی اور) سواری تیار کرے۔ پس وہ مجھے واپس کر دی گئی۔

(معجم کبیر لطبرانی، جلد10، صفحہ174، المکتبۃ ابن تیمیۃ، القاھرۃ)

تاریخ اصبہان میں ہے "عَنْ زُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ، عَنْ أَبَانَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا، فَإِنَّ خَيْرَ دِينِكُمْ أَيْسَرُهُ" ترجمہ: روایت ہے زفر بن ہذیل سے یہ ابان سے یہ انس بن مالک جو نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے راوی، آپ نے ارشاد فرمایا: آسانی پیدا کرو تنگی نہ کرو اور خوشیاں پھیلاؤ نفرت نہ پھیلاؤ۔ بے شک تمہارے دین کی سب سے بہترین بات اس کا آسان ہونا ہے۔

(تاریخ اصبہان، باب المیم، جلد2، صفحہ 295، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

امام زفر کے مفتی بہ مسائل بصورت سوالاً جواباً

مسئلہ نمبر 1

نماز میں مریض کے بیٹھنے کا انداز کیسا ہو؟

نص مذہبی یہ ہے کہ مریض جسے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے، اس کے لئے بیٹھنے کی کوئی ہیئت متعین نہیں، جس طرح چاہے بیٹھ کر نماز پڑھے۔ علامہ شامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) لکھتے ہیں "انہ یقعد کیف شاء من تربع وغیرہ" ترجمہ: مریض جس طرح چاہے بیٹھ کر نماز پڑھے یعنی دوزانوں بیٹھے یا چارزانوں۔

(وسیلۃ الزفر، صفحہ 72، دارخضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

علامہ شامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے نص مذہبی کہ مریض جسے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے، اس کی علت و وجہ یہ بیان فرمائی "لان المرض اسقط عنہ الارکان التی ھی فرض فلأن تسقط عنہ الھیئات التی ھی سنۃ من باب اولی" ترجمہ: کیونکہ بیماری نے اس سے فرض ارکان ساقط کردیئے تو ہیئت جو کہ سنت ہے وہ بدرجہ اولی معاف ہوگئی۔ (وسیلۃ الزفر، صفحہ 73، دارخضر، احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مذہب

بہتر یہ ہے کہ مریض تشہد کی سی ہیئت میں بیٹھے۔ علامہ شامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) لکھتے ہیں "فالمسئلۃ الاولی: فالمسئلۃ الاولی من المسائل الراجحۃ قعود المریض فی صلاتہ کحالۃ التشہد فینصب رجلہ الیمنیٰ ویفترش رجلہ الیسریٰ کما فی التشہد فی القعدتین" ترجمہ: امام زفر کے راجح مسائل میں سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ مریض بیٹھ کر نماز پڑھنے میں تشہد کی طرح بیٹھے گا۔ یعنی اپنا سیدھا پاؤں

کھڑا کرے گا اور الٹا بچھائے گا جس طرح قعدہ اولیٰ وقعدہ اخیرہ میں کیا جاتا ہے۔

(وسیلة الزفر، صفحہ 72، دار خضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

پھر اس کے بعد علامہ شامی نے مریض کے مرض اور اسی لحاظ سے نماز پڑھنے کے انداز کی وضاحت بیان کی ہے۔ جسے تسہیل و تلخیص کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

جو شخص بوجہ بیماری کے حقیقتاً کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہیں یا حکماً کھڑا ہونے پر قادر نہیں، تو ان صورتوں میں بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں "فاذا تعذر علی المریض القیام حقیقة او حکما صلی قاعدا برکوع و سجود "عبارت کا مفہوم وہی ہے جو عبارت سے اوپر لکھا ہے۔

(وسیلة الزفر، صفحہ 73، دار خضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

اس کے بعد علامہ شامی (رحمة الله تعالیٰ علیہ) نے بیان کیا کہ اگر کوئی بیٹھ کر رکوع وسجود کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا تو وہ بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے۔ لکھتے ہیں "فان تعذر الرکوع والسجود صلی بالایماء قاعدا وجعل ایماء ه بالسجود أخفض من ایمانه بالرکوع فان جعلهما فی الایماء سواء لایصح لفقد السجود حقیقة او حکما مع القدرة " (وسیلة الزفر، صفحہ 74، دار خضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

پھر علامہ شامی نے وہ صورت بیان کی جس میں مریض بیٹھ کر اشارہ بھی نہیں کر سکتا چنانچہ "فان لم یقدر علی الایماء قاعدا اوماء بالرکوع والسجود مستلقیا علی قفاه او علی جنبه الایمن او الایسر والاول افضل" ویستحب للمستلقی ان یجعل تحت راسه وسادة لیصر وجهه الی القبلة" ترجمہ: پس اگر وہ بیٹھ کر اشارے سے بھی نماز پڑھنے پر قادر نہیں تو وہ چت یعنی سیدھا لیٹ کر رکوع وسجود کا اشارہ کرے یا دائیں و بائیں کروٹ پر لیٹ کر اشارہ کرے اور چت لیٹ کر یعنی سیدھا لیٹ کر افضل ہے اور

مستحب یہ ہے کہ سیدھا لیٹنے والا اپنے سر کے نیچے ایک تکیہ رکھے تا کہ اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو جائے۔ (وسیلۃ الظفر، صفحہ 74، دار خضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

اس کے بعد علامہ شامی نے مریض کی ایسی حالت بیان کی جس میں نماز معاف ہو جاتی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں "فان تعذالایماء بالرأس اخرت عنه الصلوة القليلة وهي صلوة يوم وليلة وان زادت على صلوة يوم وليلة لم يجب قضاء هاعليه اذاصح وان كان يفهم مضمون الخطاب على ماعليه الاكثروهو الاصح وان مات في مرضه لم يجب عليه الايصاء بهاوان كانت قليلة و كذاالصوم ولا يصح الايماء عندنابالعين ولا بالحاجب ولا بالقلب" ترجمہ: پس اگر مریض سر کے اشارے سے بھی نماز نہ پڑھ سکے تو اس سے ایک دن کی نماز کو مؤخر کر دیا جائے گا اور اگر ایک دن سے نمازیں اس حال میں زیادہ ہو جائیں تو اس پر ان کی قضا واجب نہیں اگر چہ بعد میں تندرست بھی ہو جائے اور اگر چہ بات وغیرہ سمجھتا ہو، اسی پر اکثر فقہاء ہیں اور یہی صحیح ہے اور اگر اسی مرض میں اسی حال میں مر جائے تو ان نمازوں کے فدیہ کی وصیت کرنا بھی ضروری نہیں اگر چہ قلیل ہی کیوں نہ ہوں یہی حکم روزے کا بھی ہے۔ ہمارے احناف کے نزدیک آنکھ، ابروؤں کے ارشارہ سے نماز صحیح نہیں۔

(وسیلۃ الظفر، صفحہ 6-75، دار خضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

مسئلہ نمبر 2

نفل نماز میں بیٹھنے کا انداز کیسا ہو؟

نص مذہبی یہ ہے کہ نفل پڑھنے والا دوزانوں یا چازانوں یعنی پالتی مار کر جس طرح چاہے بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ علامہ شامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) لکھتے ہیں "نص

المذهب في هذه: انه يقعد كيف يشاء كماقالوافي صلوة المريض" ترجمہ:نفل پڑھنے والا جس طرح چاہے بیٹھ کر نماز پڑھے جیسا کہ مریض کے بارے حکم ہے۔

(وسیلة الزفر،صفحہ 77،دارخضر،سلسلہ احیاء التراث الاسلامی،بیروت)

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مذہب

امام زفر(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا مذہب یہ ہے کہ نفل بیٹھ کر پڑھنے میں بیٹھنے کا انداز تشہد والا ہو(مگر جب قراءت کرے تو ہاتھ قیام کی طرح ہی باندھے یعنی جس طرح قراءت کے وقت ہاتھ باندھیں جاتے ہیں۔اور یہ اختلاف صرف افضلیت میں ہے،باقی چارزانو یا جس طرح بھی بیٹھ کر نماز پڑھی جائے جائز ہے۔(بہتر یہ ہے کہ پالتی مارنے کی بجائے تشہد کی ہیئت میں بیٹھا جائے)۔علامہ شامی لکھتے ہیں"قعود المتنفل في صلاته كهيئة التشهد" ترجمہ:بیٹھ کر نفل پڑھنے والا تشہد میں بیٹھنے والے کی طرح بیٹھے گا۔

(وسیلة الزفر،صفحہ 77،دارخضر،سلسلہ احیاء التراث الاسلامی،بیروت)

نوٹ:

مذکورہ دونوں مسئلوں میں ہر طرح بیٹھنا جائز ہے۔فقہاء کا اختلاف صرف تعیین افضل میں ہے اور افضل یہ ہے کہ تشہد کی طرح بیٹھا جائے۔جیسا کہ بنایہ 541/2 اور تبیین الحقائق میں ہے"واختلفوا في كيفية القعود في غير حالة التشهد فروى عن أبي حنيفة أنه مخير إن شاء احتبى وإن شاء تربع وإن شاء قعد كما يقعد في التشهد وعن أبي يوسف أنه يحتبي لما روى أنه عليه الصلاة والسلام كان يصلي في آخر عمره محتبيا وعن محمد أنه يتربع وعن زفر أنه يقعد كما يقعد في حالة التشهد؛ لأنه عهد مشروعا في الصلاة وهو المختار" ترجمہ:حالت

تشہد کے علاوہ بیٹھنے کی کیفیت میں فقہاء کا اختلاف ہے۔امام اعظم سے مروی ہے کہ جس طرح چاہے بیٹھے۔اکڑوں بیٹھے، پالتی مار کر یا قعدہ کی شکل میں، جبکہ امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اکڑوں بیٹھے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی آخری عمر میں احتباء کی ہیئت میں نماز پڑھی، امام محمد سے مروی ہے کہ پالتی مار کر بیٹھے، امام زفر سے مروی ہے کہ تشہد کی سی طرح بیٹھے، کیونکہ اس کا نماز میں مشروع ہونا معلوم ہے اور یہی مختار ہے۔

(تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق، کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل، جلد1، صفحہ 176، مطبوعہ مصر)

علامہ شامی لکھتے ہیں "وأفاد فی النہر أن الخلاف فی تعیین الأفضل وأنہ لا شک فی حصول الجواز علی أی وجہ کان" ترجمہ: نہر میں ہے اختلاف تعیین افضل میں ہے، باقی جس طرح چاہے بیٹھا جائے، اس کے جواز میں کوئی شک نہیں۔

(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب الوتر والنوافل، جلد2، صفحہ 38، دار الفکر، بیروت)

مسئلہ نمبر 3

غائب شوہر کی عورت کے اخراجات کی صورت

کسی عورت کا شوہر غائب ہو گیا، کوئی مال بھی نہیں چھوڑ کر گیا کہ بیوی اس سے اپنا ضروری خرچہ پورا کرے، وہ قاضی کے پاس گئی کہ میرا نفقہ مقرر کیا جائے، شوہر کے غائب ہونے کا ثبوت ملنے کے بعد قاضی نے بیوی کو قرض لے کر اپنے ضروری اخراجات پورے کرنے کا فیصلہ دیا اور کہا: جب شوہر واپس آئے گا تو قرض اتارے گا۔ نص مذہبی میں ہے کہ قاضی کا ایسا کرنا جائز نہیں۔ علامہ شامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) لکھتے ہیں "لو غاب إنسان ولہ زوجۃ ولم یخلف مالا فأرادالزوجۃ فرض نفقتہا ورفعت الامر الی القاضی واقامت بینۃ علی ذلک لیفرض لہا النفقۃ علیہ ویامرہا بالاستدانۃ

فعندابی حنیفة وصاحبیه رحمهم الله تعالیٰ لایقضی به لانه قضاء علی الغائب وھوغیر جائز الافیما استثنی" ترجمہ: ایک شخص غائب ہو گیا اور اس کی بیوی تھی، شوہر نے کوئی مال بھی نہیں چھوڑا کہ عورت اپنی گزراوقات کر سکے، عورت اخراجات کی طلبگار ہے۔ جس کے لئے وہ قاضی کے پاس گئی اور قاضی کے حضور گواہوں سے ثابت کر دیا کہ میرا شوہر گم ہو گیا ہے لہٰذا میرا خرچہ جو اس پر تھا وہ دلایا جائے۔ جب گواہوں سے واقعی طور پر ثابت ہو جائے کہ وہ گم ہو چکا ہے تو قاضی اسے قرض لے کر اپنی گزراوقات کا حکم دے اور بعد میں شوہر آ کر ادا کرے۔ امام اعظم اور صاحبین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے نزدیک قاضی کا یہ فیصلہ جائز نہیں کہ یہ قضاء علی الغائب ہے یعنی اس شخص کے خلاف فیصلہ ہے جو موجود نہیں اور یہ جائز نہیں سوائے چند ایک مستثنیٰ صورتوں کے۔

(وسیلۃ الزفر، صفحہ 78، دارخضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مذہب

امام زفر کا مذہب یہ ہے کہ قاضی کا ایسا کرنا جائز ہے۔ اور یہی مفتی بہ، اسی پر قضاۃ (Judges) کا عمل اور یہی امام مالک، شافعی، احمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا مذہب ہے۔

علامہ شامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) لکھتے ہیں "وعندزفر رحمه الله تعالیٰ یقضی بها وعلیه الفتوی وهو قول الآئمة الثلاثة وعلیه عمل القضاة" ترجمہ: امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے نزدیک قاضی کا یہ فیصلہ کرنا درست ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی قول آئمہ ثلاثہ کا ہے اور آج اسی پر قاضیوں کا عمل ہے۔

(وسیلۃ الزفر، صفحہ 79، دارخضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

مسئلہ نمبر 4

کسی کے ناحق مقدمہ سے کسی کا مال حاکم نے لیا تو

وسیلۃ الزفر میں نص مذہبی کو صراحت سے بیان نہ کیا۔

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مذہب

اگر کسی شخص نے بغیر کسی وجہ کے ایک شخص کی پیشی کسی حاکم کے سامنے کرادی اب حاکم نے ظلماً اس سے کچھ مال لے لیا تو جو شخص اس کو لے گیا تھا، اس پر اتنا مال لازم ہوگا اس کو تنبیہ کرنے کیلئے کہ ایسے ہی بلاوجہ کسی کی پیشی نہیں کرانی چاہیے۔ ہاں! اگر غلام ہے تو بعد آزاد ہونے کے ضمان کی ادائیگی کرے گا۔ علامہ شامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) لکھتے ہیں "لو سعی انسان بانسان بریء الی سلطان فغرمہ مالا بغیر حق ضمن الساعی المال زجرا لہ فی الحال ان حرا وان عبدا فبعد العتق وھذا ایضا قول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ وھو المفتی بہ کما علمت" ترجمہ: اگر کسی شخص نے دوسرے پر مقدمہ کیا اور سلطان کے حضور دوسرے کا ناحق مال لینے پر قدرت پا گیا تو لیجانے والے پر فوراً اس مال کا ضمان لازم ہوگا اگر وہ آزاد ہے اور اگر غلام ہے تو تاوان بعد آزادی کے لازم ہوگا۔ یہ امام محمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مذہب بھی ہے اور یہی مفتی بہ ہے جیسا کہ تجھے معلوم ہے۔

(وسیلۃ الزفر، صفحہ 81، دار خضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

مسئلہ نمبر 5

وسیلۃ الزفر میں نص مذہبی کو صراحت سے بیان نہ کیا۔

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مذہب

وکیل بالخصومۃ اور وکیل بالتقاضی کو مال پر قبضہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ علامہ شامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) لکھتے ہیں "الوکیل بالخصومۃ و التقاضی

لایملك قبض المال عندزفررحمه الله تعالیٰ وعلیه الفتوی لفسادالزمان واعتمدفی البحر العرف کمالایملك للصلح اجماعابحر" ترجمہ: امام زفر کے نزدیک وکیل بالخصومہ اور وکیل بالتقاضی مال پر قبضہ کرنے کا مالک نہیں۔ فساد زمانہ کی وجہ سے اب اسی پر فتوی دیا جاتا ہے اور بحر میں عرف پر اعتماد کیا ہے۔ جس طرح اجماعی مسئلہ یہ ہے کہ وکیل بالخصومۃ و بالتقاضی صلح کا مالک نہیں اسی طرح قبضہ کرنے کا بھی مالک نہیں۔

(وسیلة الزفر، صفحه 84-82، دارخضر، سلسله أحیاء التراث الاسلامی، بیروت)

مسئلہ نمبر 6

مکان خریدنے میں خیار رؤیت کا مسئلہ

ظاہر الروایہ خیار رویت سے متعلق یہ ہے کہ جس نے کسی مکان کا صحن یا اس کا بیرونی حصہ دیکھا اور اسے خرید لیا تو اسے خیار رویت حاصل نہ ہوگا۔ علامہ شامی (رحمة الله تعالیٰ علیه) لکھتے ہیں: "وعنداصحابناالثلاثة رحمهم الله تعالیٰ یکفی رؤیة الدارمن صحنهاهو المسمی عندنابالحوی" ترجمہ: امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد (رضی الله تعالیٰ عنهم) کے نزدیک گھر کے صحن کو دیکھنے سے خیار ساقط ہو جائے گا جسے ہمارے ہاں حوی کا نام دیا جاتا ہے۔

(وسیلة الزفر، صفحه 84، دارخضر، سلسله احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

امام زفر (رضی الله تعالیٰ عنه) کا مذہب

امام زفر کا مذہب یہ ہے کہ کمروں کا اندرونی حصہ جب تک دیکھ نہ لیا جائے خیار رویت ساقط نہیں ہوتا "لواشتری رجل داراولم یرهاثبت له خیار الرؤیة فلایسقط خیاره برؤیة الدارمن صحنهابل لابدمن رؤیة داخل البیوت عند زفر به یفتی"

ترجمہ: اگر کسی شخص نے کوئی گھر خریدا اور اس کے کمروں کو اندر سے نہیں دیکھا، صرف صحن کو دیکھا ہے، تو جب تک کمروں کا اندرونی منظر نہ دیکھ لے خیار رؤیت ساقط نہ ہوگا۔

(وسیلۃ الزفر، صفحہ 84، دار خضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

مسئلہ نمبر 7

کپڑے کا تھان اور خیار رویت کا مسئلہ

نص مذہبی یہ ہے کہ کپڑے کے تھان کو دیکھ کر خرید لینے سے خیار رویت ساقط ہو جاتا ہے۔ علامہ شامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) لکھتے ہیں "ونص اصحابنا الثلاثہ رحمھم اللہ تعالیٰ انہ یکفی رؤیۃ ظاھرہ ویسقط الخیار بہ" ترجمہ: ہمارے اصحاب ثلاثہ یعنی امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد (رضی اللہ تعالیٰ عنھم) نے صراحت فرمائی کہ ظاہری تھان دیکھ لینا کافی ہے اور اس سے خیار رؤیت ساقط ہو جائے گا۔

(وسیلۃ الزفر، صفحہ 88، دار خضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مذہب

امام زفر کا مذہب یہ ہے کہ خالی تھان کو دیکھ لینے سے خیار رویت ساقط نہیں ہوتا، تھان کھول کر دیکھ لے گا تو خیار رویت ساقط ہو جائے گا۔ علامہ شامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) لکھتے ہیں "لو اشتری ثوبا ولم یرہ ثبت لہ خیار الرؤیۃ فلا یسقط خیارہ برؤیۃ ظاھر الثوب مطویا بل لا بد من نشرہ ورؤیۃ باطنہ عند زفر رحمہ اللہ تعالیٰ وھو المفتی بہ کما علم" ترجمہ: کسی نے کپڑا خریدا اور اسے اچھی طرح دیکھا نہیں تو محض لپٹے ہوئے کپڑے کے ظاہری حصہ کو دیکھنے سے خیار رؤیت ساقط نہ ہوگا اور اس کپڑے کو اندر سے کھول کر دیکھنے کی صورت میں خیار رؤیت ساقط ہوگا۔ یہ فتویٰ امام زفر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

کا ہے اور یہی مفتی بہ ہے جیسا کہ معلوم ہے۔

(وسیلة الزفر، صفحہ 88، دار خضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

مسئلہ نمبر 8

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مذہب

"لو کفل رجل رجلا کفالة نفس و شرط تسلیمه للمکفول له فی مجلس القاضی وجب تسلیمه فیه فلا یجوز فی غیره و لا یبرأ بذلك عند زفر رحمه الله تعالیٰ و علیه الفتوی فی هذا الازمنة لتهاون الناس فی اعانة الحق)" ترجمہ: اگر کسی شخص نے کسی شخص کی کفالت نفس کی اور مکفول لہ سے شرط کر لی کہ وہ اسے مجلس قاضی میں حاضر کرے گا تو اس شخص پر واجب ہوگا کہ طلب کرنے پر اسے قاضی کے پاس یعنی اس کی مجلس میں حاضر کرے، امام زفر کے نزدیک قاضی کی مجلس کے سوا کہیں اور حاضر کرنے سے وہ بری الذمہ نہ ہوگا۔ حق کی معاونت کرنے میں لوگوں کی سست روی کی وجہ سے، ہمارے زمانے میں اسی پر فتوی ہے۔

(وسیلة الزفر، صفحہ 89-88، دار خضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

مسئلہ نمبر 9

نص مذہبی یہ ہے کہ اگر کسی نے صحیح سلامت چیز خریدی پھر کسی وجہ سے اس میں عیب پیدا ہو گیا تو امام اعظم و امام محمد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما) کا فرمان ہے کہ اب اس کی بیع مرابحہ جائز ہے اور بیع مرابحہ کے لئے یہ بیان کرنا کچھ ضروری نہیں کہ میں نے بلا عیب کے چیز خریدی تھی، عیب میرے پاس آ کر پیدا ہوا ہے۔ ہاں! البتہ موجود عیب کو بیان کرنا ضروری ہے۔

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مذہب

امام زفر اور آئمہ ثلاثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا مذہب یہ ہے کہ بیع مرابحہ کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مشتری کو بتائے کہ میرے پاس عیب سے سلامت آئی تھی، عیب میرے پاس آنے کے بعد پیدا ہوا ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں" ولو اشتری شیئا سلیما من العیب فتعیب عندہ بآفۃ سماویۃ أو بصنع المبیع ثم اراد أن یبیعہ مرابحۃ فلابد من بیان انہ اشتراہ سلیما من العیب عند زفر وعلیہ الفتوی وھو قول ابی یوسف والثلاثۃ رحمہم اللہ تعالیٰ ونص المذھب علی قول الامام ومحمد رحمھما اللہ تعالیٰ انہ یجوز لہ بیعہ مرابحۃ بلا بیان انہ اشتراہ سلیما من العیب، اما بیان نفس العیب فواجب" ترجمہ: کسی نے صحیح سلامت کوئی چیز خریدی، خریدنے کے بعد اس میں خرابی پیدا ہوئی، پھر اس کا ارادہ ہوا کہ اس کی بیع مرابحہ کرے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ جس کے ساتھ بیع مرابحہ کرنی اسے بتائے کہ میں نے یہ چیز صحیح سلامت خریدی تھی اور اس میں یہ عیب میرے پاس آ کر ہوا ہے۔ یہ امام زفر کا فتوی ہے اور یہی مفتی بہ ہے اور یہی امام ابو یوسف اور دیگر آئمہ ثلاثہ کا قول ہے۔ اور نص مذہبی امام محمد کے قول پر یہ ہے کہ اس کی بیع مرابحہ جائز ہے اور اس میں یہ ضروری نہیں کہ وہ یہ بیان کرے کہ میں نے صحیح سلامت خریدی تھی، ہاں نفس عیب جو موجود ہے وہ بیان کرنا لازمی ہوگا۔

(وسیلۃ الزفر، صفحہ 91-90، دار خضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

مسئلہ نمبر 10

شیخین یعنی امام اعظم و امام ابو یوسف (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے ہے کہ شفعہ طلب کرنے کے بعد ایک ماہ کی تاخیر ہو یا اس سے زائد عرصہ کی، تاخیر کی کوئی وجہ ہو یا نہ

ہو شفعہ باطل نہ ہوگا۔

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مذہب

امام زفر کا مذہب یہ ہے کہ طلب (مواثبت اور طلب اشہاد) کے بعد شفیع کا (طلب تملیک وخصومت) میں ایک ماہ کی تاخیر کرنا شفعہ کو باطل کر دے گا۔ جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ جب شفیع کو شفعہ والی جگہ کی خرید وفروخت کی خبر ملی اور اس نے اسی مجلس میں شفعہ کے حق کو اختیار کیا یعنی یوں کہا کہ میں نے شفعہ کو طلب کیا یا کہا کہ میں اس حق شفعہ کو طلب کرتا ہوں۔ اس میں گواہ بنانا ضروری نہیں۔ گواہ بنانے کا اس لئے کہا جاتا ہے تا کہ بعد میں کوئی انکار نہ کرے۔ امام محمد بھی امام زفر کے ساتھ ہیں۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں

"تاخیر الشفیع الشفعة بعد الاشهاد شهرا ای طلبها ای اذا بلغ الشفیع البیع فیما له شفعة فیه فطلب الشفعة فی مجلسه بان قال طلبت الشفعة أو انا طالبها وهو طلب مواثبة والاشهاد فیه لیس شرطا للصحة بل لخوف الانکار ثم طلب طلب الاشهاد بان اشهد علی البائع بان کان العقار فی یده أو علی المشتری مطلقا بان یقول ان فلانا اشتری هذا الدار أو ذاك العقار وانا شفیعها او شفیعه وقد کنت طلبتها ای الشفعة وانا اطلبها الآن فاشهدوا علیه وهذا الطلب لابد منه طلب التملیك والخصومة اذا اخره شهرا بطلت شفعته عند زفر رحمه الله تعالیٰ وهو المفتی به وهو قول محمد رحمه الله تعالیٰ ایضا ونص المذهب علی قول الامام وابی یوسف رحمهما الله تعالیٰ أنها لا تبطل بتاخیره طلب التملیك بعد الطلبین مطلقا بعذر وبغیره شهرا او اکثر حتی یسقط الشفعة بلسانه" ترجمہ: طلب اشہاد کے بعد شفیع کا شفعہ میں ایک ماہ کی تاخیر کرنا شفعہ کو باطل

کردے گا۔ یعنی جب شفیع کو بیع کی خبر ملی اور اس نے اسی مجلس کے اندر ہی شفعہ کا مطالبہ کیا یعنی یوں کہا: میں نے شفعہ طلب کیا یا میں اس کو طلب کرتا ہوں۔ اس کو طلب مواثبت کہتے ہیں۔ اور یہاں گواہ بنانا شفعہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ بائع بعد میں شفعہ سے انکار نہ کر سکے پھر وہ طلب اشہاد کرے، یوں کہ بائع کے پاس تب طلب اشہاد کرے گا جب زمین اس کے قبضے میں ہوگی، اور مشتری کے پاس مطلقا طلب اشہاد کر سکتا ہے (چاہے زمین اس کے قبضے میں ہو یا نہ ہو) اور یوں کہے گا کہ فلاں نے اس گھر کو یا اس زمین کو خریدا ہے اور میں اس کا شفیع ہوں، میں نے طلب مواثبت کے ذریعے پہلے شفعہ طلب کیا تھا اور اب طلب اشہاد کرتا ہوں تو تم اس پر گواہ بن جاؤ، اس طلب اشہاد کی وجہ سے اب طلب تملیک و خصومت کرنا لازم ہو جاتا ہے) امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا فتوی یہ ہے کہ اگر کسی نے اس (طلب تملیک و خصومت) میں ایک ماہ تاخیر کی تو اس کا شفعہ کا حق باطل ہو جائے گا۔ یہی مفتی بہ اور امام محمد کا بھی ایک قول یہی ہے۔ اور نص مذہبی امام اعظم اور امام ابو یوسف کے قول پر ہے کہ دو طلبوں کے بعد طلب تملیک میں اگر کسی عذر کی وجہ سے تاخیر کی تو مطلقا شفعہ باطل نہیں ہوگا اور اگر بغیر عذر کے ایک ماہ یا اس سے زائد تاخیر کی تب بھی شفعہ ساقط نہیں ہوگا۔ شفعہ ان طلبوں کے بعد اسی وقت باطل ہوگا جب وہ صاف کہہ دے کہ میں نے اپنے حق کو ساقط کیا۔

(وسیلۃ الزفر، صفحہ 94، دار خضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

مسئلہ نمبر 11

ملتقط نے لقطہ پر اذن قاضی سے کچھ خرچ کیا، اس کا مالک ظاہر ہوا تو ملتقط کو اپنا کیا ہوا خرچہ وصول کرنے کے لئے لقطہ کو اپنے قبضے میں رکھنا جائز ہے بعد حبس اگر لقطہ ہلا

ک ہوگیا تو آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کا خرچہ لینا پھر بھی جائز ہے۔ یہ نص مذہبی ہے۔

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مذہب

امام زفر کا مذہب یہ ہے کہ لقطہ کو وصولی خرچہ کے لئے حبس کیا اور لقطہ ہلاک ہو گیا، تو کیا ہوا خرچہ ساقط ہو جائے گا اور یہی مفتی بہ ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں "اذا انفق الملتقط على اللقطة باذن القاضى فظهر ربها فللملتقط حبسها عنه حتى يستوفي النفقة فاذا حبسها لاجلها فهلكت بعد الحبس سقط ماانفق عليها عند زفر رحمه الله تعالىٰ وهو المفتى به وعند علمائنا الثلاثة رحمهم الله تعالىٰ لا يسقط لو هلك بعده" ترجمہ: جب لقطہ اٹھانے والے نے لقطہ کی حفاظت پر کچھ اپنی جیب سے قاضی کی اجازت سے خرچہ کیا۔ پھر اس کا مالک مل گیا، تو لقطہ اٹھانے والے کو اختیار ہے کہ وہ اپنا کیا ہوا خرچہ وصول کرنے تک لقطہ کی چیز کو اپنے قبضہ میں رکھے، اس وجہ سے قبضہ میں رکھنے کی صورت میں اگر وہ چیز ضائع ہو جائے تو امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا فتویٰ یہ ہے کہ اب وہ لقطہ کی چیز پر کیا ہوا خرچہ نہیں لے سکتا۔ یہی مفتی بہ ہے۔

اور ہمارے آئمہ ثلاثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا مذہب ہے کہ خرچہ وصول کرنے کے لئے روکنے کی وجہ سے ہلاک ہونے کی صورت میں ملتقط کا کیا ہوا خرچہ ساقط نہ ہو گا۔ بلکہ وہ اب بھی لے سکتا ہے۔

(وسیلۃ الزفر، صفحہ 98، دار خضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

مسئلہ نمبر 12

جب مقروض قرض لی ہوئی شے سے اچھی و ستھری چیز واپس کرے تو قرض خواہ کو لینے پر مجبور کیا جائے گا۔ یہ مذہب کی نص ہے۔

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مذہب

امام زفر کا مذہب یہ ہے کہ مقروض واپس اچھی چیز کرے تو قرض خواہ کو لینے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ شامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) لکھتے ہیں "اذا قضی الغریم جیادا بدل زیوفہ لایجبر علی القبول ای اذا کان عند رجل لآخر دراھم زیوف قضی الغریم غریمہ جیادا بدلھا لا یجبر علی قبول ذلک اذا لم یرضی بھا عند زفر رحمہ اللہ تعالیٰ وعلیہ الفتوی لانہ امتنع عن قبول غیر حقہ فلایجبر علیہ وقیل علی قول أئمتنا الثلاثۃ رحمھم اللہ تعالیٰ انہ یجبر علی القبول لکن الاصح المفتی بہ ھو الاول" ترجمہ: اگر مقروض قرض لی ہوئی چیز سے عمدہ چیز واپس کرے تو قرض خواہ کو عمدہ لینے پر مجبور نہ کیا جائے یعنی جب دوسرے کے پاس کھوٹے سکے ہوں اور مقروض ان کھوٹے سکوں کی جگہ عمدہ سکے واپس کرے تو قرض خواہ اگر عمدہ لینے پر راضی نہیں بلکہ اپنے دیئے جیسے لینا چاہتا ہے تو قرض خواہ کو عمدہ سکے لینے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ یہ امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا فتویٰ ہے۔ آج اسی پر فتوی ہے اور ہمارے آئمہ ثلاثہ کا قول یہ ہے کہ اسے اچھی چیز لینے پر مجبور کیا جائے گا۔ لیکن صحیح و مفتی بہ پہلی صورت ہے۔

(وسیلۃ الزفر، صفحہ 101، دار خضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

المسائل التی زادھا ابن عابدین شامی

علامہ شامی نے جو امام زفر کے مزید مفتی مسائل بیان کئے مندرجہ ذیل ہیں

مسئلہ نمبر 13

کسی نے اپنی بیوی سے کہا: "انت طالق واحدۃ فی ثنتین" اور نیت ضرب کی ہے تو دو طلاق واقع ہوں گی۔ علامہ شامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) لکھتے ہیں "اذا قال أنت

طالق واحدة فی ثنتین وأراد الضرب تقع ثنتان عنده، ورجحه ابن الهمام والاتقانی فی غایة البیان" ترجمہ: جب کسی نے اپنی بیوی سے کہا: "انت طالق واحدة فی ثنتین" اور اس کی نیت ضرب کی ہے تو امام زفر کے نزدیک دو طلاقیں واقع ہوں گیں۔ امام ابن ہمام نے اس کی ترجیح کو بیان کیا اور اتقانی نے اس کی ترجیح غایۃ البیان میں بیان کی۔ (وسیلة الزفر، صفحه 7-106، دارخضر، سلسله احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

مسئلہ نمبر 14

اپنی موت یا اپنے قتل کر دیئے جانے پر اپنے غلام کی آزادی کو معلق کرنا تدبیر ہے

علامہ شامی (رحمة الله تعالیٰ علیه) لکھتے ہیں "تعلیق عتق العبد بقوله ان مت أو قتلت فأنت حر تدبیر عنده، ورجحه ابن الهمام ومن بعده" ترجمہ: غلام کی آزادی کو یوں معلق کرنا کہ اگر میں مر جاؤں یا مجھے قتل کر دیا جائے تو تو آزاد ہے۔ امام زفر کے نزدیک یہ تدبیر ہے۔ اس کی ترجیح امام ابن ہمام اور ان کے بعد والوں نے بیان کی۔

(وسیلة الزفر، صفحه 108، دارخضر، سلسله احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

مسئلہ نمبر 15

امام زفر کے نزدیک اگر نکاح کو کسی وقت کے ساتھ خاص کیا کہ فلاں وقت تک تجھ سے نکاح کرتا ہوں تو اس کا وقت بیان کرنا فضول قرار پائے گا اور نکاح دائمی طور پر درست ہو جائے گا۔ علامہ شامی لکھتے ہیں "النکاح الموقت یصح عندزفر رحمه الله تعالی ویبطل التوقیت، رجحه ابن الهمام بإهمال التوقیت" ترجمہ: امام زفر کے نزدیک نکاح مؤقت صحیح ہے اس کی ترجیح امام بن ہمام نے وقت کے مہمل ہونے کے ساتھ کی ہے۔

(وسیلة الزفر، صفحه 110، دارخضر، سلسله احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

مسئلہ نمبر 16

درہم ودنانیر کا وقف کرنا جائز ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں "وقف الدراهم والدنانير يصح عند زفر" ترجمہ: امام زفر کے نزدیک درہم ودنانیر کا وقف جائز ہے۔

(وسیلۃ الزفر، صفحہ 112، دار خضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

مسئلہ نمبر 17

رات کے اندھیرے میں کسی عورت کو اپنے بستر پر پایا اور اسے بیوی جان کر وطی کی تو حد جاری نہ ہوگی۔ ہاں! البتہ اگر دن کے وقت ایسا کیا تو حد جاری ہوگی۔ علامہ شامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) لکھتے ہیں "لو وجد في بيته امرأة في ليلة مظلمة ظنها امرأته فوطئها لا يحد، ولو نهارا يحد۔ قال أبو الليث الكبير: وبرواية زفر يؤخذ، كذا في التاترخانية" ترجمہ: اگر کسی نے اپنے کمرے میں رات کے سخت اندھیرے میں کسی عورت کو اپنے بستر پر پایا اور اسے اپنی بیوی سمجھتے ہوئے وطی کی تو اس پر حد جاری نہ ہوگی۔ البتہ دن کے وقت یوں کیا تو حد جاری ہوگی۔ ابولیث کبیر کہتے ہیں کہ امام زفر کے اس مؤقف کو لیا جائے گا جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔

(وسیلۃ الزفر، صفحہ 113، دار خضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

مسئلہ نمبر 18

بکر نے قسم کھائی کہ وہ زید کو کوئی چیز عاریت کے طور پر نہ دے گا۔ پھر زید کے بھیجے ہوئے قاصد کو دے ڈالی تو قسم نہ ٹوٹے گی "لو حلف لا يعير زيدا كذا فدفع لمأمور زيد لا يحنث عند زفر، وهذا إذا أخرج الكلام مخرج الرسالة، بأن قال ان زيدا يستعير منك كذا، وإلا يحنث كما في النهر وغيره" ترجمہ: اگر کسی نے قسم کھائی

کہ زید کو کوئی چیز عاریت پر نہیں دے گا۔ پھر زید کے مامور کو دے دی تو امام زفر کے نزدیک قسم نہ ٹوٹی۔ اور یہ اس وقت ہے کہ جب وہ قاصد کے طور پر آ کر چیز طلب کرے۔ یعنی یوں کہے: زید تجھ سے اس طرح کی چیز بطور عاریت کے مانگتا ہے۔ اگر یوں نہ کیا تو قسم ٹوٹ جائے گی جیسا کہ نہر میں ہے۔

(وسیلۃ الزفر، صفحہ 16-115، دار خضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

مسئلہ نمبر 19

نماز کا وقت کم رہ گیا۔ وضو کرے گا تو نماز کا وقت جاتا رہے گا تو امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا فتویٰ یہ ہے کہ تیمم کیا جائے اور نماز پڑھ لی جائے، بعد میں وضو کے ساتھ دہرالی جائے وسیلۃ الزفر میں ہے "جواز التیمم لمن خاف فوت الوقت إذا توضأ لكن مع الأمر بالإعادة احتياطا" ترجمہ: وضو کرے تو نماز کا وقت ختم ہو جائے گا تو تیمم کرنا جائز ہے۔ ہاں! البتہ بعد میں نماز کا مع الوضوء اعادہ کرنا ہوگا۔

(وسیلۃ الزفر، صفحہ 118، دار خضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت سیدی و مرشدی امام احمد رضا خان (علیہ رحمۃ الرحمن) نے امام زفر کے اس فتویٰ پر رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام **"الظفر لقول زفر"** **یعنی وقت کی تنگی کے باعث جوازِ تیمم کے بارے میں امام زفر کے قول کی تقویت کا بیان**۔ جسے قارئین کرام کی افادیت کے پیش نظر میں نے اس کتاب کا حصہ بنایا ہے۔ اس رسالہ کا خلاصہ و تسہیل یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان (علیہ رحمۃ الرحمن) نے امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے فتویٰ کی تقویت کو بیان کرنے میں یہ انداز اختیار فرمایا کہ آپ نے اس مسئلے کو دو جملوں میں تقسیم فرمایا یعنی دو انداز سے اس کی تقویت یا دو انداز سے اس پر

بحث فرمائی۔ پہلے جملے میں آپ (علیہ رحمۃ الرحمن) نے یہ ثابت کیا کہ امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مذہب کے مطابق ہمارے آئمہ ثلاثہ یعنی امام اعظم، امام ابو یوسف، امام محمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے بھی ایک روایت یہی ہے کہ وقت کی تنگی کے باعث نماز کے لئے تیمم جائز ہے۔ آئمہ ثلاثہ کا مذہب یہ ہے کہ تیمّم فقط اسی صورت میں جائز ہے کہ جب پانی ایک میل کے فاصلے پر ہو۔

جملہ ثانیہ یعنی دوسرے جملے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان (علیہ رحمۃ الرحمن) نے ایسے جزیئے یعنی عبارتیں اور مسائل بیان کیے ہیں جو امام زفر کے فتویٰ کی تائید کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے بزرگوں کے حوالے دیئے ہیں جنہوں نے امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔

پھر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان (علیہ رحمۃ الرحمن) نے دوسرے جملے کے تحت سات دلیل ایسی دی ہیں جو امام زفر کے مذہب کی تقویت کو بیان کرتی ہیں۔ جن کی تلخیص و تسہیل کچھ یوں ہے کہ:۔

پہلی دلیل: امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے فتویٰ کی تقویت میں یہ بیان فرمائی کہ تیمم کے حکم کی حکمت یہی ہے کہ نماز وقت کے اندر ادا کی جا سکے۔

دلیل دوم: نماز خوف کا جواز کہ کچھ سپاہی پہلے آدھی نماز پڑھ لیں، پھر وہ ڈیوٹی پر جائیں اور دوسرے آ کر کچھ نماز پڑھیں اور واپس ڈیوٹی پر جائیں اب جنہوں نے کچھ پڑھی ہوئی تھی وہ واپس آئیں اور اپنی بقیہ نماز پوری کریں۔ پھر یہ نماز مکمل کر کے واپس جائیں اور دوسرے آ کر مکمل کریں۔ حالانکہ نماز میں چلنا اور اس طرح ڈیوٹی کرنا شرعاً جائز نہیں لیکن اگر جنگ وغیرہ میں فوجیوں کو اس طرح اجازت نہ دیں تو نماز کا وقت گزر جائے

اور وہ نماز ہی مکمل نہ کر پائیں تو فوجیوں کی نماز کی ادائیگی وقت کے اندر ہو اس لئے شریعت نے انہیں آدھی نماز کے بعد ڈیوٹی کی اجازت دی، تو جب وقت میں نماز کی ادائیگی کا اعتبار ہے تو وقت کم ہونے کی صورت میں تیمم کے ساتھ نماز کا جواز بدرجہ اولی ثابت ہوگا۔

تیسری دلیل: یہ ہے کہ کسی مسافر کے ہم سفر کے پاس اسی ہم سفر کا مملوکہ ڈول ہے اس نے مسافر سے کہا تم انتظار کرو میں پانی نکال لوں تو تمہیں ڈول دوں گا۔ تو مسافر کیلئے آخر وقت تک انتظار کر لینا مستحب ہے۔ اگر اس نے بلا انتظار تیمم کر لیا تو جائز ہے۔

چوتھی دلیل: یہ ہے کہ اگر برہنہ ہے اور اس کے رفیق (ہم سفر) کے پاس ایک کپڑا ہے اس نے کہا انتظار کرو میں نماز پڑھ کر تمہیں دوں گا، تو اس کیلئے آخر وقت تک انتظار کر لینا مستحب ہے۔ اگر انتظار نہ کیا اور برہنہ نماز پڑھ لی تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر یہ جائز ہے۔ حالانکہ یہاں اس بات کی امید ہے کہ کپڑے مل جائیں گے پھر بھی کہا کہ اگر اس نے بغیر کپڑوں کا انتظار کئے بغیر نماز پڑھ لی تو جائز ہے کہ عین ممکن کہ کپڑے اس وقت دے کہ جب وقت اس قدر باقی بچے کہ نماز ادا نہ ہو سکے تو جس کی نماز کا وقت گزر رہا اسے بھی جائز ہے کہ وہ پانی کی تلاش میں نہ نکلے بلکہ وقت کے اندر تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔

پانچویں دلیل: یہ ہے کہ جنازہ یا عید کی نماز ہو رہی ہو، اب اگر آپ وضو کی طرف جائیں، جنازہ یا عید کے ختم ہونے کا خوف ہے تو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ فوراً تیمم کرے اور عید و جنازہ کی نماز میں شامل ہو جائے تو پنج وقتی نماز میں جب وقت گزر جانے کا خوف ہو تو اس میں بھی اجازت دینا بالکل درست ہے۔

چھٹی دلیل: سخت سردی کے وقت کہ جب معلوم ہو کہ غسل یا وضو کر دوں گا تو مارا

جاؤں گا جس حصے کو پانی لگے گا بگڑ جائے گا، یا کسی کے ہاں مہمان تھے غسل کروں گا تو متہم کیا جاؤں گا حکم دیا جاتا ہے کہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے تا کہ وقت نہ نکل جائے لہٰذا نماز کے وقت کی تنگی میں بھی یہی حکم دینا بالکل معقول ہے۔

ساتویں دلیل: یہ ہے جیسا کہ میں کہتا ہوں، دشمن، چور، درندے، سانپ اور آگ کے خوف سے تیمم جائز قرار دیا گیا ہے جبکہ معلوم ہے کہ ان میں سے زیادہ تر وہ چیزیں ہیں جو تھوڑی ہی دیر رہتی ہیں۔ آگ بھی گھنٹے دو گھنٹے میں بجھ جاتی ہے یا گزر جاتی ہے مگر یہ حکم نہ ہوا کہ انتظار کرے اگر چہ وقت نکل جائے۔

الظفر لقول زفر

وقت کی تنگی کے باعث جوازِ تیمم کے بارے میں امام زفر کے قول کی تقویت کا بیان

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سیدی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں "ثم اعلم ان جواز التیمم لخوف فوت الوقت قول الامام زفر رحمہ اللّٰہ تعالیٰ علی خلاف مذھب ائمتنا الثلثۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم وقد وافقوہ فی روایۃ وشھدتہ فروع واختارہ کبراء وقوی دلیلہ محققون وبیان ذلک فی جمل" واضح ہو کہ امام زفر ہمارے تینوں ائمہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم کے مذہب کے برخلاف وقت فوت ہونے کے اندیشہ سے تیمم کو جائز کہتے ہیں۔ ائمہ ثلاثہ سے ایک روایت مذہب امام زفر کے موافق بھی آئی ہے۔ متعدد جزئیات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ کچھ بزرگوں نے اسے اختیار بھی کیا ہے اور کئی محققین نے ان کی دلیل کو تقویت بھی دی ہے۔ اس کا تفصیلی بیان جملہ کے

عنوان سے چند جملوں میں رقم کیا جاتا ہے:۔

پہلا جملہ :الجملة الاولی موافقة ائمتنا الثلثة فی روایة قال الشامی هو قول زفر وفی القنية انه رواية عن مشائخنا بحر اه۔ ثم قال قد علمت من كلام القنية انه رواية عن مشائخنا الثلثة رضی اللّٰه تعالٰی عنهم" ترجمہ: جملہ اُولیٰ ہمارے تینوں ائمہ کی ایک روایت مذہب امام زفر کے موافق آئی ہے اس سے متعلق علامہ شامی لکھتے ہیں: یہ امام زفر کا قول ہے اور قنیہ میں ہے کہ ہمارے مشائخ سے بھی ایک روایت میں یہی منقول ہے پھر علامہ شامی فرماتے ہیں: اس سے پہلے قنیہ کی عبارت سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ ہمارے تینوں مشائخ کی ایک روایت ہے۔

اقول :رحمه اللّٰه تعالٰی قد ابعد النجعة واتی بغیر صریح فان لفظ البحر عند قوله لالفوت جمعة قدقدمنا عن القنية ان التيمم لخوف فوت الوقت رواية عن مشائخنا والذی قدم عند قوله لبعده میلا بعد ذکر فرع الكلة الاتی لا یخفی ان هذا مناسب لقول زفر لالقول ائمتنا فانهم لایعتبرون خوف الفوت وانما العبرة للبعد کماقدمناه كذا فی شرح منية المصلی لکن ظفرت بان التيمم لخوف فوت الوقت رواية عن مشائخنا ذکرها فی القنية فی مسائل من ابتلی ببلیتین" ترجمہ: **میں کہتا ہوں**: خدا اپنی رحمت سے علامہ کو نوازے تلاش مطلوب میں بہت دُور نکل گئے اور نقل وہ پیش کی جو صریح نہیں۔ اس لئے کہ "لالفوت الجمعة" (فوتِ جمعہ کے اندیشہ سے جوازِ تیمم نہیں) کے تحت بحر کے الفاظ یہ ہیں: ہم قنیہ کے حوالے سے پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ وقت نکل جانے کے اندیشہ سے جوازِ تیمم ہمارے مشائخ کی ایک روایت ہے اور اس سے پہلے جو ذکر کیا ہے وہ ان کی درج ذیل عبارت ہے جو لبعده

میلا کے تحت کِـــلّۃ (مچھر دانی یا اسی قسم کا خیمہ) سے متعلق آنے والے جزئیہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھی ہے: پوشیدہ نہ رہے کہ یہ مسئلہ قول امام زفر سے مناسبت رکھتا ہے ہمارے ائمہ کے قول سے مناسبت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک فوت وقت کے اندیشہ کا اعتبار نہیں۔ صرف دُوری کا اعتبار ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔ منیة المصلی کی شرح میں بھی ایسا ہی ہے لیکن مجھے یہ بیان بھی ملا کہ وقت نکل جانے کے اندیشہ سے جواز تیمّم ہمارے مشائخ سے بھی ایک روایت میں آیا ہے۔ اسے قنیہ میں دو مصیبتوں میں مبتلا ہونے والے سے متعلق مسائل کے تحت بیان کیا ہے۔

"فالمعروف اطلاق مشائخنا علی من بعد الائمة رضی اللّٰہ تعالٰی عنهم نعم قد یستفاد من هذا الاستدراك ان مراده بمشائخنا الائمة الثلثة والاوضح سندا والاجل معتمدا مافی الحلية والغنيه عن المجتبی عن الامام شمس الائمة الحلوانی المسافر اذا لم یجد مكانا طاهرا بأن كان علی الارض نجاسات وابتلت بالمطر واختلطت فان قدر علی ان یسرع المشی حتی یجد مكانا طاهرا للصلاة قبل خروج الوقت فعل والا یصلی بالایماء ولا یعید ثم قال الحلوانی اعتبر ههنا خروج الوقت لجواز الایماء ولم یعتبره لجواز التیمم ثمه وزفر سوی بینهما وقد قال مشائخنا فی التیمم انه یعتبر الوقت ایضا والروایة فی هذا روایة له اذ لا فرق بینهما والروایة فی فصل التیمم روایة فی هذا ایضا قال الحلوانی فاذا فی المسالتین جمیعا روایتان" ترجمہ: یہ صریح اس لئے نہیں کہ معروف یہ ہے کہ مشائخ کا لفظ ان حضرات کیلئے استعمال ہوتا ہے جو ائمہ (رضی اللہ تعالٰی عنهم) کے بعد آئے ہیں ہاں! ان کے اس استدراک (لیکن مجھے یہ بیان بھی ملا الخ) سے یہ مستفاد

ہوتا ہے کہ "ہمارے مشائخ" کے لفظ سے وہ ائمہ ثلاثہ کو مراد لے رہے ہیں۔ سند کے لحاظ سے زیادہ واضح اور اعتماد کے لحاظ سے زیادہ جلیل القدر عبارت وہ ہے جو حلیہ اور غنیۃ میں مجتبی سے، اور اس میں امام شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے: مسافر کو جب پاک جگہ نہ ملے اس طرح کہ زمین پر نجاستیں پڑی ہوئی تھیں اور زمین بارش سے بھیگ کر نجاستوں سے آلودہ ہوگئی تو اگر وہ یہ کر سکتا ہو کہ تیز چل کر ایسی جگہ پہنچ جائے جہاں وقت نکلنے سے پہلے اسے نماز پڑھنے کیلئے کوئی پاک جگہ مل جائے گی تو ایسا ہی کرے ورنہ اشارے سے نماز ادا کرلے اور اس کا اعادہ اس کے ذمہ نہیں۔ پھر حلوانی فرماتے ہیں: جواز اشارہ کیلئے یہاں خروج وقت کا اعتبار فرمایا ہے اور وہاں جوازِ تیمم کیلئے اس کا اعتبار نہیں کیا اور امام زفر نے دونوں جگہ برابری رکھی اور ہمارے مشائخ نے تیمم کے بارے میں فرمایا ہے کہ وقت کا بھی اعتبار ہوگا اور اس (مسئلہ جواز اشارہ۔ مسافر) میں روایت کا ہونا اُس (مسئلہ جواز تیمم) میں بھی روایت ہونا ہے کیونکہ دونوں میں کوئی فرق نہیں اور مسئلہ تیمم میں روایت کا ہونا اس (مسئلہ مسافر) میں بھی روایت ہونا ہے۔ حلوانی فرماتے ہیں: تو دونوں ہی مسئلوں میں دو دو روایتیں ہوں گی۔

میں کہتا ہوں: ان کی عبارت اعتبر ھنا، ولم یعتبر (یہاں اعتبار فرمایا اور وہاں اعتبار نہ کیا) میں ضمیر امام محمد کیلئے ہے اور مسئلہ مسافر ہمارے ائمہ کا قول ہے تو اس مسئلہ میں ان سے روایت ہونا تیمم کے بارے میں بھی ان سے یہ روایت ہونا ہے کہ وقت نکل جانے کے اندیشہ سے بھی جائز ہے اور مسئلہ تیمم کہ حفظِ وقت کے پیشِ نظر تیمم جائز نہیں یہ بھی ہمارے ائمہ کا قول ہے تو اس میں روایت ہونا مسئلہ مسافر میں بھی روایت ہونا کہ وہ اس جگہ سے چل کر نکل جائے اور وہاں نماز نہ پڑھے اگرچہ وقت جاتا رہے۔ اس تفصیل سے ظاہر

ہوا کہ دونوں ہی مسئلوں میں ان کے دو قول ہیں، یہ بات الگ ہے کہ مسئلہ مسافر حکم اجازت سے مشہور ہو گیا اور مسئلہ تیمم حکم ممانعت سے شہرت پا گیا ہمارے ائمہ ثلاثہ کی موافقت سے امام زفر کے قول کی تقویت پر دستیاب ہونے والی یہ سب سے زیادہ قوی سند ہے۔

دوسرا جملہ: "الجملة الثانية فروع التشييد واختيار الكبراء قال في الحلية في بيان قول زفر قد نقل الزاهدي في شرحه هذا الحكم عن الليث بن سعد وقد ذكر ابن خلكان انه رأى في بعض المجاميع ان الليث كان حنفي المذهب واعتمد هذا صاحب الجواهر المضيئة في طبقات الحنفية فذكره فيها منهم" ترجمہ: جملہ ثانیہ تائیدی جزئیات اور بزرگوں کے قولِ امام زفر اختیار کرنے سے متعلق ہے۔ حلیہ میں قول امام زفر کے بیان میں ہے: زاہدی نے اپنی شرح میں یہ حکم امام لیث بن سعد سے نقل کیا ہے۔ ابن خلکان نے ذکر کیا ہے کہ بعض تالیفات میں انہوں نے یہ دیکھا کہ امام لیث حنفی المذہب تھے، صاحب الجواهر المضیئة فی طبقات الحنفیہ نے اس پر اعتماد کیا اور اپنی کتاب میں امام لیث کا بھی ذکر کیا۔ قال الشامی ثم رأيته منقولا عن ابي نصر بن سلام وهو من كبار الائمة الحنفية قطعا" ترجمہ: شامی فرماتے ہیں: پھر میں نے دیکھا کہ یہ قول ابو نصر بن سلام سے بھی منقول ہے جو بلاشبہ کبار ائمہ حنفیہ میں ہیں۔

میں کہتا ہوں: وفي جامع الرموز التقييد بالميل يدل على ان في الاقل لم يتيمم وان خاف خروج الوقت كما في الارشاد لكن في النوازل انه يتيمم حينئذ بل في الخلاصة لو لم يعلم ان بينه وبين الماء ميلا او اقل او اكثر ولكن خرج ليحتطب ولم يجد الماء ان كان بحال لو ذهب الى الماء خرج الوقت

تیـمّم فی اٰخر الوقت ھکذا فی النوازل" ترجمہ: اقول: جامع الرموز میں ہے: میل کی قید یہ بتاتی ہے کہ اس سے کم دوری ہوتو تیمم کی اجازت نہیں اگر چہ وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو، جیسا کہ ارشاد میں ہے لیکن نوازل میں ہے کہ ایسے وقت میں تیمم کر لے بلکہ خلاصہ میں ہے کہ اگر یہ پتا نہ ہو کہ اس کے اور پانی کے مابین ایک میل کا فاصلہ ہے کہ یا کم وبیش ہے لیکن (جنگل سے) لکڑی لانے کیلئے نکلا اور اسے پانی نہ ملا اگر ایسی حالت ہو کہ پانی تک جائے تو وقت نکل جائے گا تو وہ آخر وقت میں تیمّم کر لے۔ ایسا ہی نوازل میں ہے "وفـی الحلیة اطلق الفقیه ابو اللیث فی خزانة الفقه جواز التیمم اذا کان بینه وبین الماء مسافة لایقطعها فی وقت الصلاة۔ اه وفیها عن المجتبی والقنیة وفی الھندیة عن الزاھدی والکفایة کلھا عن جمع العلوم له التیمم فی کلة لخوف البق او مطر او حرشدید ا" ترجمہ: اور حلیہ میں ہے: فقیہ ابو اللیث نے خزانة الفقه میں اس صورت میں تیمم کو مطلقاً جائز کہا ہے جب اس کے اور پانی کے مابین اتنی مسافت ہو جسے وقتِ نماز کے اندر طے نہیں کر سکتا۔ اور حلیہ میں بحوالہ مجتبی وقنیہ اور ہندیہ میں بحوالہ زاہدی وکفایہ اور ان سب میں بحوالہ جمع العلوم یہ ہے: مچھر یا بارش یا سخت گرمی کا اندیشہ ہو تو کلہ (مچھر دانی جیسے چھوٹے خیمہ) میں تیمم کر سکتا ہے "وفیھا وفی البحر عن المبتغی بالغین مـ. کان فی کلة جاز تیممه لخوف البق او مطر او حرشدید ان خاف فوت الوقت وفیھا عن القنیة عن نجم الائمة البخاری لو کان فی سطح لیلا وفی بیته ماء لکنه یخاف الظلمة ان دخل البیت لایتیمم اذا لم یخف فوت الوقت قال وفیه اشارة الی انه اذا خاف الوقت تیمّم" ترجمہ: حلیہ اور بحر میں مبتغی (غین سے) کے حوالے سے ہے: جو کسی مچھر دانی جیسے محفوظ چھوٹے خیمہ میں ہو تو مچھر

یا بارش یا سخت گرمی کے اندیشہ سے اس کیلئے تیمم جائز ہے اگر وقت نکل جانے کا خطرہ ہو اور حلیہ میں بحوالہ قنیہ نجم الائمہ بخاری سے نقل ہے: اگر رات کو چھت پر ہو اور گھر کے اندر پانی ہے لیکن گھر کے اندر داخل ہوتا ہے تو تاریکی کا خطرہ درپیش ہے ایسی صورت میں اگر وقت نکلنے کا اندیشہ نہ ہو تو تیمم نہ کرے فرمایا: اس میں یہ اشارہ موجود ہے کہ اگر وقت نکلنے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرلے" وفی البحر عنها اعنی القنية بلفظ تیمم ان خاف فوت الوقت ولم یعزہ لنجم الائمة بل جعله تفریعا علی الروایة عن مشائخنا رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم" ترجمہ: بحر الرائق میں قنیہ کے حوالے سے یہ الفاظ نقل ہیں: اگر وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرلے۔ بحر نے اسے نجم الائمہ کی طرف منسوب نہ کیا بلکہ اسے مشائخ مذہب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی روایت پر تفریع قرار دیا" قال فی الحلیة بعد ایرادها هذا کله فیما یظهر تفریع علی مذهب زفر فانه لاعبرة عنده للبعد بل للوقت بقاء و خروجا قال ولعل هذا من قول هؤلاء المشائخ اختیار لقول زفر فان الحجة له علی ذلك قوية" ترجمہ: حلیہ میں عبارات بالا نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے: بظاہر یہ سب امام زفر کے مذہب پر تفریع ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک دوری کا اعتبار نہیں بلکہ وقت باقی رہنے اور نکل جانے کا اعتبار ہے۔ فرمایا: شاید ان مشائخ کے یہ اقوال اس بنیاد پر ہیں کہ انہوں نے امام زفر کا قول اختیار کیا ہے کیونکہ اس مسئلہ سے متعلق امام زفر کی دلیل قوی ہے۔

بل قد ذکر الشامی ان الفتوی فی هذا علی قول زفر وانه احد المواضع العشرين التی یفتی فیها بقوله ذکرها فی باب النفقة کتاب الطلاق ونظمها نظما حسنا قال فيه وبعد فلا يفتی بما قاله زفر سوی صور عشرين تقسيمها الحلبی لمن خاف فوت الوقت ساغ تیمم ولکن لیحتط بالاعادة غاسلا"

ترجمہ: بلکہ علامہ شامی نے تو یہ ذکر کیا ہے کہ اس بارے میں فتوی امام زفر کے قول پر ہے اور یہ ان بیس مقامات میں سے ایک ہے جن میں امام زفر کے قول پر فتوی دیا جاتا ہے، جنہیں علامہ شامی نے کتاب الطلاق باب النفقه میں ذکر کیا ہے اور بڑی خوش اسلوبی سے نظم کیا ہے۔ نظم میں یہ ہے (حمد و صلوۃ کے بعد) امام زفر کے قول پر فتوی نہ دیا جائیگا مگر صرف بیس صورتوں میں جن کی تقسیم روشن ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اس کیلئے جسے وقت فوت ہونے کا اندیشہ ہو تیمّم جائز ہے لیکن احتیاطاً پانی سے طہارت کر کے اعادہ کرے۔

پہلی دلیل: "اوّلها: ماقال المحقق على الاطلاق في فتح القدير له ان التيمم لم يشرع الا لتحصيل الصلاة في وقتها فلم يلزمه قولهم ان الفوات الى خلف كلا فوات" ترجمہ: دلیل اوّل: محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا ہے: امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ تیمّم اسی لئے تو مشروع ہوا ہے کہ نماز کی ادائیگی وقت کے اندر کی جا سکے لہٰذا اس جواب سے ان پر الزام نہیں آتا کہ نماز کا نائب کی جانب فوت ہونا، فوت نہ ہونے کی طرح ہے۔ واجيب عنه اوّلا كما ابدى البحران جوازه للمسافر بالنص لا لخوف الفوت بل لاجل ان لا تتضاعف عليه الفوائت ويحرج في القضاء" ترجمہ: جواب۔ اوّلاً: جیسا کہ بحر نے اظہار کیا: مسافر کیلئے "نص سے" تیمّم کا جواز فوتِ وقت کے اندیشہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اس کے ذمہ فوت شدہ نمازیں زیادہ نہ ہوں اور قضاء میں اسے زحمت نہ ہو۔

میں کہتا ہوں: "نص سے" جواز کہنے کا کوئی فائدہ نہیں اس لئے کہ نص تعدی نہیں (بلکہ قیاسی اور معلّل ہے) جیسا کہ ان کی آخری عبارت سے خود ہی مستفاد ہے اگر ایسا ہوتا تو نماز جنازہ اور نماز عید کیلئے بھی تیمّم جائز نہ کہتے کیونکہ نص تو صرف مریض اور مسافر کے

بارے میں آئی ہے۔

اما التعلیل **فاقول** اماتجیزونه لبعد الماء میلا ولوفی جهة مسیره فانی فیه تضاعف الفوائت وایضا خوف التضاعف ان کان ففی الاسفار البعیدة ولیس السفرفی الکریمة سفر القصر بل یشمل من خرج من المصرو لولاحتطاب اواحتشاش اوطلب دابة کما افاده فی الخانیة والمنیة وقال فی الهدایة والعنایة جواز التیمم لمن کان خارج المصر وان لم یکن مسافرا اذا کان بینه وبین الماء میل" ترجمہ: اب انہوں نے جو علّتِ جواز بیان کی ہے اس پر کلام کیا جاتا ہے۔ **میں کہتا ہوں**:: کیا آپ حضرات اس کے قائل نہیں ہیں کہ پانی ایک میل کی دُوری پر ہو تو تیمم جائز ہے؟ اگر چہ پانی اس کی سمتِ سیری میں ہو۔ اس میں فوت شدہ نمازوں کی زیادتی کہاں ہے؟ یہ بات بھی ہے کہ اگر زیادتیِ فوائت کا اندیشہ ہے تو دور دراز سفروں میں ہے مگر آیت کریمہ میں جو سفر مذکور ہے اس سے خاص سفرِ قصر مراد نہیں بلکہ یہ حکم ہر اس شخص کو شامل ہے جو شہر سے باہر ہو اگر چہ لکڑی کاٹنے، یا گھاس لانے، یا سواری کا جانور ڈھونڈنے ہی کیلئے نکلا ہو، جیسا کہ خانیہ اور مُنیہ میں افادہ فرمایا ہے۔ اور ہدایہ وعنایہ میں ہے: تیمم کا جواز ہر اس شخص کیلئے ہے جو شہر کے باہر ہو اگر چہ مسافر نہ ہو بشرطیکہ اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہو۔

وقد نقلتم عن الخانیة ان قلیل السفر وکثیره سواء فی التیمم والصلاة علی الدابة خارج المصر انما الفرق بین القلیل والکثیر فی ثلثة فی قصر الصلوة والافطار ومسح الخفین واذا ثبت ذلک ثبت اذ لیس تشریعه الا لاحراز الوقت" خود آپ ہی نے خانیہ سے یہ عبارت نقل کی ہے کہ: بیرون شہر تیمم اور سواری پر

ادائے نماز کے معاملہ میں قلیل وکثیر سفر سب برابر ہیں۔قلیل وکثیر کے درمیان فرق صرف تین مسائل میں ہے (1) نماز میں قصر کرنا (2) روزہ قضا کرنا (3) موزوں پر مسح کی مدت کم وبیش ہونا۔ جب یہ ثابت ہے تو یہ بھی ثابت ہے کہ تیمّم کی مشروعیت تحفظِ وقت ہی کیلئے ہوئی ہے۔"

وثانیا: التقصیر جاء من قبله فلایوجب الترخیص علیه ۔فتح۔

"ثانیاً: تقصیر وکوتاہی خود اس کی جانب سے ہوئی تو یہ اس کیلئے موجبِ رخصت نہ ہوسکے گی۔

اقول: تقریره سلمنا ان التیمّم لحفظ الوقت لکن انما یستحقه من لیس ضیق الوقت من قبله کمن خاف عدوا اومرضا فانه ان ینتظر یذهب الوقت من دون تفریط منه فرخص له الشرع فی التیمّم کیلا یفوته الوقت اما هذا فقد قصر واخر بنفسه حتی ضاق الوقت عن الطهارة والصلاة فلایستحق الترفیه بالترخیص "**میں کہتا ہوں:** اس جواب کی تقریر اس طرح ہوگی، ہمیں تسلیم ہے کہ تیمم وقت کے تحفظ کی خاطر ہے لیکن جو ایسا ہو کہ وقت کی تنگی خود اس کی طرف سے نہ پیدا ہوئی وہی اس کی رخصت کا مستحق ہوگا مثلاً وہ شخص جسے کسی دشمن یا مرض کا خطرہ ہو کہ وہ اگر انتظار کرتا ہے تو وقت نکل جائے گا اور خود اس کی جانب سے کوئی کوتاہی نہیں تو اس کیلئے شریعت نے تیمّم کی رخصت دی ہے تاکہ وقت فوت نہ ہو لیکن اس شخص نے تو کوتاہی کی ہے اور خود ہی نماز یہاں تک مؤخر کردی کہ وقت میں طہارت اور نماز کی گنجائش نہ رہی تو ایسا شخص رخصت کی آسائش پانے کا حقدار نہیں۔

ورده فی الفتح بانه انما یتم اذا اخر لالعذر،اورده فی الفتح بانه انما یتم اذا اخر لالعذر۔ ترجمہ: فتح القدیر میں اس جواب کو ان الفاظ سے رد کردیا ہے کہ یہ جواب

اسی وقت تام ہوگا جب اس نے بغیر کسی عذر کے نماز مؤخر کردی ہو۔

اقول:ای مع ان الحکم عام عند الفریقین و کیف یقال جاء التقصیر من قبله فیمن نام فما استیقظ الا وقد ضاق الوقت عن الطھارة بالماء واداء الفرض وھذا نبینا صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم قائلا لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظة رواہ مسلم عن ابی قتادة رضی اللّٰہ تعالی عنه و کذا من نسی صلاۃ ولم یتذکر الا عند ضیق الوقت وقدرفع عن امته صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم الخطاء والنسیان فلا تقصیر من ناس **"میں کہتا ہوں"**:: مقصد یہ ہے کہ حکم تو (بلاعذر تاخیر کرنے والے اور عذر کی وجہ سے تاخیر کرنے والے) دونوں ہی کے لئے فریقین کے نزدیک عام ہے (جس کے یہاں جواز ہے تو دونوں کیلئے، جس کے یہاں عدمِ جواز ہے تو دونوں کیلئے) اب وہ شخص جو سوگیا، بیدار ہوا تو ایسے ہی وقت کہ پانی سے طہارت اور ادائے فرض کی گنجائش نہیں اس کے بارے میں کیسے کہا جاسکتا ہے کہ خود اسی کی جانب سے کوتاہی ہوئی جب کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمارہے ہیں: نیند (کی صورت) میں کوتاہی نہیں کوتاہی تو بیداری (کی صورت) میں ہے۔ یہ حدیث امام مسلم نے ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کی۔ ایسے ہی وہ شخص جسے نماز کا خیال نہ رہا یاد آئی تو وقت تنگ ہوچکا ہے۔ خطا ونسیان تو نبی کریم کی امت سے اٹھالیا گیا ہے تو نسیان والے کی جانب سے بھی کوتاہی نہیں۔ بل اقول: مثنیا الرّخص الالٰھیة مباحة عندنا للمطیع والعاصی فمن سافر لمعصیة حل له الفطر بل وجب علیه القصر ومن اجنب بالزنا والعیاذ باللّٰہ تعالٰی ولم یجد ماء جازله التیمّم بل افترض علیه" ترجمہ: بلکہ میں کہتا ہوں: مثنّیا (دوسرے نمبر پر میں یہ بھی کہتا ہوں کہ خدا کی دی ہوئی رخصتیں ہمارے

نزدیک مطیع وعاصی دونوں ہی کیلئے عام ہیں جو کسی معصیت کیلئے سفر کر رہا ہے اس کیلئے بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے بلکہ اس کے ذمہ نماز قصر کرنا واجب ہے اور جسے زنا کی وجہ سے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ) جنابت ہوئی اور پانی نہ پاسکا اس کیلئے بھی تیمم جائز بلکہ فرض ہے۔

"ثم رأيت تلميذه المحقق الحلبي في الحلية نقل كلامه وايده وبحث في التأخير بلاعذر بعين مابحثت ولله الحمد قال لكن المذهب ان المطيع والعاصي في الرخص سواء" ترجمہ: پھر میں نے دیکھا کہ امام ابن ہمام کے شاگرد محقق حلبی نے حلیہ میں ان کی عبارت نقل کر کے اس کی تائید کی ہے اور "تاخیر بلاعذر" سے متعلق بعینہ یہی بحث کی ہے جو میں نے کی وللہ الحمد ان کے الفاظ یہ ہیں: لیکن مذہب یہ ہے کہ رخصتوں کے معاملہ میں مطیع وعاصی یکساں ہیں۔

وافاد فائدة اخرى فقال لوقيل تأخيره الى هذا الحد عذر جاء من قبل غير صاحب الحق لقيل فينبغي ان يقال يتيمم ويصلي ثم يعيد بالوضوء كمن لم يقدر على الوضوء من قبل العباد" ترجمہ: بلکہ انہوں نے ایک اور افادہ فرمایا ہے، لکھتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ اس حد تک تاخیر ایسا عذر ہے جو غیر صاحب حق کی جانب سے رونما ہوا تو اس کے جواب میں یہ کہنا مناسب ہوگا کہ وہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے، پھر وضو کر کے اعادہ کرے جیسے وہ شخص جو بندوں کی جانب سے پیدا ہونے والے کسی عذر کی وجہ سے وضو پر قادر نہ ہو۔ اقول: هذا لامدخل له في البحث من قبل احد من الفريقين فليس لاحدهما ان يبدء به او يعيد اما ائمتنا فلانهم لايقولون بالتيمم واما زفر فلانه لايقول بالاعادة بل كان حقه ان يقرر هكذا ليكون مثلثا لما في الفتح ان غاية ماقلتم ان التقصير من قبله ان تأمروه بالتيمم ثم الاعادة كما هو حكم كل

عذر جاء من قبل العباد لان تحجروا عليه التیمّم رأسا" ترجمہ: میں کہتا ہوں فریقین میں سے کسی جانب سے بحث میں اِس کلام کا کوئی دخل نہیں، اس لئے یہ کسی کا قول نہیں کہ پہلے تیمم کرلے، پھر پانی سے اعادہ کرے۔ ہمارے ائمہ کے نزدیک اس لئے کہ وہ یہاں جوازِ تیمم کے قائل ہی نہیں اور امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نزدیک اس لئے کہ وہ اعادہ کے قائل نہیں۔ اس مقصد کی تقریر اس طرح ہونی چاہیئے تاکہ فتح کی عبارت سے متعلق یہ تیسرا کلام ہوجائے کہ آپ نے جو فرمایا کہ کوتاہی خود اس کی جانب سے ہُوئی تو اس پر زیادہ سے زیادہ یہ ہونا چاہیئے کہ آپ حکم یہ دیں کہ وہ تیمم کرلے پھر اعادہ کرے جیسا کہ یہ ہر اُس عذر کا حکم ہے جو بندوں کی جانب سے رونما ہوا ہو یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ اسے آپ تیمم سے بالکل ہی روک دیں۔

دوسری دلیل: "وثانیها: هذه صلوة الخوف ماشرعت الالحفظ الوقت" دلیل دوم: یہ نماز خوف ہے جس کی مشروعیت تحفّظِ وقت کیلئے ہی ہُوئی ہے۔

واجاب عنه في البحر بان صلاة الخوف للخوف دون خوف الفوت" ترجمہ: اس کا جواب بحر میں یہ دیا ہے کہ: نمازِ خوف تو خوف کی وجہ سے ہے، فوتِ وقت کے اندیشہ سے نہیں ہے۔

اقول: سبحن اللّٰه ما كان الخوف ليوجب الاتيان بها في الوقت مع ارتكاب المنافي بل كانوا بسبيل من تاخيرها الى ان يطمئنوا كما قلتم في بحركم في عدة فروع" ترجمہ: اقول: سبحان اللہ۔ خوف کی حیثیت اتنی بڑھی ہُوئی نہیں کہ منافی نماز کے ارتکاب کے ساتھ وقت کے اندر نماز کی ادائیگی لازم کردے بلکہ ان کیلئے امن واطمینان ہونے تک تاخیر کی گنجائش تھی جیسا کہ بحر کے اندر متعدد جزئیات میں خود آپ

ہی اس کے قائل ہیں۔ چند جزئیات درج ذیل ہیں:۔

منھا: ازدحم جمع علی بئر لا یمکن الاستقاء منھا الا بالمناوبۃ لضیق الموقف او لاتحاد الۃ الاستقاء ونحو ذلک وعلم انھا لا تصیر الیہ الا بعد خروج الوقت و یصبر عندنا لیتوضأ بعد الوقت وعند زفر یتیمم" ترجمہ: جزئیہ: کسی کنویں پر ایک ہجوم جمع ہے اور باری باری پانی نکالنے کے سوا کوئی گنجائش نہیں اس لئے کہ کھڑے ہونے کی جگہ تنگ ہے یا ڈول رسّی ایک ہی ہے یا ایسا ہی کوئی اور سبب ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ جب تک اس کی باری آئے گی وقت نکل جائیگا تو ہمارے نزدیک حکم یہ ہے کہ انتظار کرے تا کہ وقت کے بعد وضو کر سکے، اور امام زفر کے نزدیک یہ حکم ہے کہ تیمم کر لے۔

ومنھا جمع من العراۃ لیس معھم الا ثوب یتناولونہ وعلم ان النوبۃ لا تصل الیہ الا بعد الوقت فانہ یصبر ولا یصلی عاریا ترجمہ: جزئیہ: چند آدمی برہنہ ہیں جن کے پاس (ستر عورت کے قابل) ایک ہی کپڑا ہے جسے باری باری باندھ کر نماز ادا کرتے ہیں، ان میں سے کسی کو معلوم ہے کہ جب تک اس کی باری آئے گی وقت نکل جائے گا تو وہ انتظار کرے اور برہنہ نماز نہ پڑھے۔

"ومنھا اجتمعوا فی سفینۃ او بیت ضیق ولیس ھناک موضع یسع ان یصلی قائما لا یصلی قاعدا بل یصبر ویصلی قائما بعد الوقت ترجمہ: جزئیہ: کسی کشتی یا تنگ کوٹھڑی میں لوگ جمع ہیں جہاں اتنی جگہ نہیں کہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرے تو وہ بیٹھ کر نہ پڑھے بلکہ انتظار کرے اور وقت گزر جانے کے بعد کھڑے ہو کر نماز ادا کرے۔

"ومنھا معہ ثوب نجس وماء لغسلہ ولکن لو غسل خرج الوقت لزم غسلہ وان خرج" ترجمہ: جزئیہ: کسی کے پاس ایک ناپاک کپڑا ہے اور اس کے دھونے

کیلیئے پانی بھی موجود ہے لیکن اگر کپڑا دھونے میں لگتا ہے تو نماز کا وقت نکل جائیگا اس پر لازم ہے کہ کپڑا دھوئے (اور پاک کپڑے سے ہی نماز ادا کرے) اگرچہ وقت نکل جائے

"ومنها كذالو كان مريضا عاجزا عن القيام و استعمال الماء في الوقت ويغلب على ظنه القدرة بعده اى يؤخر ولا يصلى فى الوقت" ترجمہ: جزئیہ: کوئی ایسا مریض ہے جو بروقت کھڑا ہونے پر قادر نہیں، یا ایسا بیمار ہے کہ ابھی وقتِ نماز میں پانی نہیں استعمال کرسکتا اور ظن غالب ہے کہ وقت نکل جانے کے بعد (کھڑے ہونے یا پانی استعمال کرنے پر) قدرت ہو جائیگی، تو وہ حصولِ قدرت تک نماز مؤخر کرے اور وقت کے اندر (بلا قیام یا تیمم سے) نماز نہ پڑھے۔

"ومنها وعده صاحبه ان يعطيها الاناء فرع عليه محمد انه ينتظر وان خرج الوقت لان الظاهر الوفاء بالعهد فكان قادرا على الاستعمال ظاهرا" ترجمہ: جزئیہ: کسی نے اس کے ساتھی نے برتن دینے کا وعدہ کیا۔ اس پر امام محمد نے یہ تفریع کی ہے کہ انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ وہ وعدہ وفا کرے گا تو ظاہراً وہ استعمال پر قادر ہے۔

"ومنها كذا اذا وعد الكاسى العارى ان يعطيه الثوب اذا فرغ من صلاته لم تجزه الصلاة عريانا لما قلنا نقلتم هذين عن البدائع والبواقى عن التوشيح ولكن المولى سبحنه وتعالى لم يرض لهم بتفويتها عن وقتها وشرع لهم صلاة الخوف فما كان الا لحفظ الوقت" ترجمہ: جزئیہ: اسی طرح کپڑے والے نے برہنہ سے وعدہ کیا کہ میں نماز سے فارغ ہوکر تجھے کپڑا دے دوں گا تو اسے برہنہ نماز پڑھنا جائز نہیں، وجہ وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی۔ آخری دو جزئیے آپ نے بدائع سے نقل کئے، باقی

توضیح سے۔(ان جزئیات کی روشنی میں خوف والوں کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے تھا کہ وہ زوال خوف کا انتظار کریں اگر چہ وقت نکل جائے) لیکن مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کیلئے نماز فوت کرنا پسند نہ کیا اور نماز خوف مشروع فرمائی تو یہ نماز تحفظ وقت ہی کیلئے تو ہوئی۔

تیسری اور چوتھی دلیل: ثمّ اقول: الفرعان الاخیران عن محمّد والیه عزاهما فی البدائع والحکم فیهما عند امامنا رضی اللّٰه تعالٰی عنه انه یصلی فی الوقت متیمّما اوعاریا لان القدرة علی ماسواء الماء لایثبت عنده بالاباحة کما سیأتی" ترجمہ: **ثم میں کہتا ہوں**: (پھر میں کہتا ہوں) آخری دونوں جزئیے امام محمد سے منقول ہیں اور بدائع میں ان ہی کی طرف انہیں منسوب کیا ہے ہمارے امام اعظم (رضی اللّٰه تعالٰی عنه) کے نزدیک دونوں مسئلوں میں حکم یہ ہے کہ وہ وقت کے اندر تیمم سے یا برہنہ نماز پڑھ لے اس لئے کہ ان کے نزدیک پانی کے علاوہ چیزوں پر اباحت سے قدرت ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آرہا ہے۔

(قال فی الخانیة مع رفیقه دلو مملوك رفیقه قال انتظر حتی استقی الماء ثم ادفعه الیك فالمستحب له ان ینتظر الی اٰخر الوقت فان تیمّم ولم ینتظر جاز وکذا لو کان عریانا ومع رفیقه ثوب فقال له انتظر حتی اصلی ثم ادفعه الیك یستحب له ان ینتظر الی اٰخر الوقت فان لم ینتظر وصلی عریانا جاز فی قول ابی حنیفة رضی اللّٰه تعالٰی عنه ولو کان مع رفیقه ماء یکفی لهما فقال انتظر حتی افرغ من الصلاة ثم ادفعه الیك لزمه ان ینتظر وان خاف خروج الوقت ولو تیمم ولم ینتظر لایجوز فالاصل عند ابی حنیفة رضی اللّٰه تعالٰی عنه ان فی المملوك لاتثبت القدرة بالبذل والاباحة وفی الماء تثبت القدرة

بالاباحة۔اقول:والجملة الثانية محل الاستثناء من الاولی لان الکلام فی ماء مملوك واللّٰه تعالٰی اعلم منه غفرله" ترجمہ: خانیہ میں ہے: کسی مسافر کے ہم سفر کے پاس اسی ہم سفر کا مملوکہ ڈول ہے اس نے مسافر سے کہا تم انتظار کرو میں پانی نکال لوں تو تمہیں ڈول دوں گا۔ تو مسافر کیلئے آخر وقت تک انتظار کر لینا مستحب ہے۔ اگر اس نے بلا انتظار تیمم کر لیا تو جائز ہے اسی طرح اگر برہنہ ہے اور اس کے رفیق کے پاس ایک کپڑا ہے اس نے کہا انتظار کرو میں نماز پڑھ کر تمہیں دوں گا، تو اس کیلئے آخر وقت تک انتظار کر لینا مستحب ہے اگر انتظار نہ کیا اور برہنہ نماز پڑھ لی تو امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قول پر یہ جائز ہے اور اگر رفیقِ سفر کے پاس اتنا پانی تھا جو دونوں کو کافی ہوتا اس نے کہا انتظار کرو میں نماز سے فارغ ہو جاؤں تو تمہیں پانی دوں گا، اس صورت میں اس پر انتظار کرنا لازم ہے اگرچہ وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو اگر بلا انتظار تیمم کر لیا تو جائز نہیں اور امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نزدیک اصل ضابطہ یہ ہے کہ بذل واباحت سے مملوک میں قدرت ثابت نہیں ہوتی، اور پانی میں اِباحت سے قدرت ثابت ہو جاتی ہے۔ **اقول:** دوسرا جملہ پہلے جملہ سے استثناء کے طور پر ہے اس لئے کہ گفتگو مملوک پانی ہی کی ہے (تو معنی یہ ہوا کہ مملوک چیزوں میں اِباحت سے قدرت ثابت نہیں ہوتی مگر مملوک پانی میں اباحت سے قدرت ثابت ہو جاتی ہے۔ محمد احمد)

اقول: "وهذا ایضا من مؤیدات زفر اذلو لاحفظ الوقت لأمر بالتاخیر لاستماع الوعد فهذان ثالث دلائله و رابعها" ترجمہ: **میں کہتا ہوں:** (میں کہتا ہوں) اس سے بھی امام زفر کے مذہب کی تائید ہوتی ہے اس لئے کہ اگر تحفظ وقت ملحوظ نہ ہوتا تو تاخیر کا حکم ہوتا خصوصا اس صورت میں جبکہ کسی نے وعدہ کر لیا ہے تو یہ ان کی تیسری

اور چوتھی دلیل ہوئی۔

"اما الفرع الخامس و السادس" ترجمہ: اب جزئیہ 5-6 کو دیکھئے "فاقول: لااری ان یکون المذهب فیه الامر بتفویت الصلاة کیف وان الطاعة بحسب الاستطاعة" ترجمہ: میں کہتا ہوں: میں نہیں سمجھتا کہ اس صورت عجز میں نماز فوت کرنے کا حکم ہمارے مذہب میں ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ طاعت بقدر استطاعت ہی لازم ہوتی ہے "قال ربنا تبارك و تعالٰی فاتقوا اللّٰه ما استطعتم و لا ینظر فیها الا الی الحالة الراهنة الاتری ان راجی الماء اخر الوقت لیس علیه التأخیر بل له ان یصلی الان متیمما" ترجمہ: ہمارے رب تبارک وتعالٰی کا ارشاد ہے: "تو اللہ سے تم ڈرو جہاں تک تمہیں استطاعت ہو اور استطاعت کے معاملہ میں موجودہ حالت پر ہی نظر کی جائے گی۔ دیکھئے! اگر کسی کو آخر وقت میں پانی ملنے کی امید ہے تو اس پر یہ لازم نہیں کہ نماز مؤخر کرے بلکہ وہ اسی وقت تیمّم کرکے نماز پڑھ سکتا ہے۔ "وقد قال فی الدر (امره الطبیب بالاستلقاء لبزغ الماء من عینه صلی بالایماء لان حرمة الاعضاء کحرمة النفس و معلوم ان الطبیب لایأمره بالسکون الامدة قلیلة وربما لاتزید علی یوم ولیلة فامروا ان یؤمی لا ان یؤخر فهذه الفروع الاربعة الجواب الصواب فیها علی مذهب امامنا رضی اللّٰه تعالٰی عنه انه یصلی کماقدر فی الوقت ولایعید" ترجمہ: درمختار میں ہے: آنکھ کا آپریشن کرنے اور پانی نکالنے کی وجہ سے طبیب نے بیمار کو حکم دیا کہ چت لیٹا رہے تو وہ اشارہ سے نماز پڑھے اس لئے کہ حرمتِ اعضاء بھی حرمتِ جان کی طرح ہے یہ معلوم ہے کہ طبیب زیادہ زمانہ تک حرکت کی ممانعت نہیں رکھتا بلکہ عموماً قلیل مدت تک جو ایک شبانہ روز سے زیادہ نہیں ہوتی پرسکون رہنے کا حکم دیتا ہے اس کے باوجود فقہاء نے

اسے اشارہ سے نماز پڑھ لینے کا حکم دیا یہ نہ فرمایا کہ (اجازتِ حرکت و قیام تک) نماز مؤخر کرے تو ان چاروں جزئیات میں ہمارے امام اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مذہب پر حکم صحیح یہ ہوگا کہ جس طرح بھی اسے قدرت ہے ویسے ہی وہ وقت کے اندر نماز ادا کرے اور بعد وقت اس کا اعادہ بھی نہیں۔

"اما الفروع الاربعة الاُول فاقول: كذا الحكم فيها بيدانه يغيد اما الحكم فلما قدمت عن الحلية و الغنية عن شمس الائمة انه لافرق فى تلك الفروع وان الرواية فى احدها رواية فى سائرها وقد كان هناك اعنى فرع شمس الائمة التلبس بالنجاسة ولو فى القدمين او الخفين مع ترك الركوع و السجود وليس فى هذا الفرع الرابع الا التلبس بنجس واما الاعادة فلما علمت من مراعاة اصل المذهب مع مافى الفروع الثلثة الاُول من صورة المنع من جهة العباد والله تعالى اعلم بسبيل الرشاد" ترجمہ: اب رہے پہلے چار جزئیات میں کہتا ہوں: ان میں بھی یہی حکم ہوگا فرق یہ ہے کہ ان صورتوں میں بعد وقت اعادہ بھی کرنا ہوگا وقت کے اندر ادائے نماز کا حکم ہم نے اس قاعدہ اور جزئیہ سے اخذ کیا جو حلیہ وغنیہ کے حوالہ سے شمس الائمہ سے ہم نے گزشتہ صفحات میں نقل کیا کہ ان جزئیات میں فرق نہیں اور ایک میں روایت دوسرے میں بھی روایت ہے اور وہاں یعنی شمس الائمہ کے بیان کردہ جزئیہ میں یہ تھا کہ نجاست سے اتصال لازم آتا تھا اگرچہ صرف قدموں یا موزوں ہی میں، اور رکوع وسجود ترک ہوتا تھا اور اس چوتھے جزئیہ میں بھی یہی نجس (کپڑے) سے اتصال لازم آرہا ہے اور اعادہ کا حکم اس لئے کہ اصل مذہب کی رعایت ہوجائے ساتھ ہی پہلے تین جزئیوں میں یہ بات بھی ہے کہ بندوں کی جانب سے رکاوٹ کی صورت پائی جارہی ہے۔

پانچویں دلیل: "وخامسها: تجیزونه خوف فوت صلاة الجنازة وصلاة العید فکذا خوف فوت الوقت" ترجمہ: دلیل پنجم: آپ نماز جنازہ اور نماز عید فوت ہونے کے اندیشہ سے تیمم کی اجازت دیتے ہیں تو وقت کے فوت ہو جانے کا اندیشہ بھی تو ایسا ہی ہے۔

"واجاب البحر بان فضیلة الوقت والاداء وصف للمؤدی تابع له غیر مقصود لذاته بخلاف صلاة الجنازة والعید فانها اصل فیکون فواتها فوات اصل مقصود۔ هذا تمام سعیه رحمه الله تعالٰی ورحمنابه وقد اقره علی کله فی المنحة" ترجمہ: بحر میں اس کا جواب یہ دیا ہے کہ پنجگانہ نمازوں میں مقصود بالذات خود نماز ہے اور اس کیلئے قضا نہ ہونے ادا ہونے اور وقت کے اندر ہونے کی فضیلت مؤدی کی ایک صفت ہے جو اس کے تابع ہے مقصود بالذات نہیں ہے مگر نماز جنازہ وعید خود اصل ہیں تو ان کا فوت ہونا ایک اصل مقصود کا فوت ہونا ہے۔ یہ صاحب بحر کی تمام تر کاوش ہے، خدا ان پر اور ان کے طفیل ہم پر رحم فرمائے۔ منحة الخالق میں علّامہ شامی نے بھی ان سب کو برقرار رکھا ہے۔

اقول اوّلا: کون شیء وصفا فی شیء لایوجب کونه غیر مقصود بالذات کوصف الایمان فی رقبة کفارة القتل بل قدیکون الوصف هو المقصود کالاسلام فی مصرف الزکوٰة" ترجمہ: اولا میں کہتا ہوں: ایک شے کا دوسری شے کی صفت ہونا اس کے غیر مقصود بالذات ہونے کو لازم نہیں کرتا جیسے کفارہ قتل میں دیے جانے والے غلام یا باندی میں صفت ایمان غیر مقصود بالذات نہیں بلکہ بعض اوقات خود وصف ہی مقصود ہوتا ہے جیسے مصرف زکوٰۃ میں صفت اسلام۔

"وثانیا :نحن نعلم قطعا ان المولی سبحنه وتعالٰی کما امرنا بالصلاۃ امرنا بایقاعها فی وقتها وحرم اخراجها عنه لا لعذر فالکل مقصود عینا سبحنه ﴿انَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا﴾وقال عزّوجل ﴿حافظوا علی الصلوٰت والصّلوٰۃِ الوسطٰی﴾وقال تعالٰی ﴿فویل للمصلّین الذین هم عن صلوٰتهم ساهون﴾وهم الذین یؤخرونها حتی یخرج وقتها سماهم مصلین وجعل لهم الویل لاخراجهم ایاها عن وقتها فکان الوقت مقصودا عینا" ترجمہ: ثانیا: ہمیں قطعی طور پر معلوم ہے کہ مولیٰ سبحٰنہ وتعالیٰ نے جس طرح ہمیں نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اسی طرح ہمیں یہ بھی حکم دیا ہے کہ نماز کو اس کے مقررہ وقت کے اندر ادا کریں اور بغیر کسی عذر کے اس وقت سے باہر لانا حرام فرمایا ہے، تو سبھی مقصود بالذات ہے ارشاد ہے: بے شک نماز ایمان والوں پر وقت باندھا ہوا فریضہ ہے۔اور ارشاد ہے: نمازوں اور بیچ والی نماز کی حفاظت کرو اور فرمایا: تو ویل (خرابی) ہے ان نمازیوں کیلئے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔یہ وہی لوگ ہیں جو نماز اس حد تک مؤخر کرتے ہیں کہ اس کا وقت نکل جاتا ہے انہیں نمازی کہا، ساتھ ہی ان کیلئے وَیل بھی قرار دیا اس لئے کہ وہ نماز وقت سے باہر ادا کرتے ہیں تو خود وقت بھی مقصود بالذات ہوا۔

"وثالثا:لئن سلم محافظة الوقت فرض عین والجنازۃ فرض کفایة وصلاۃ العید لیست فریضة اصلا والفرض ولو مقصودا لغیرہ اهم واعظم مما دونه ولو مقصودا لذاته الاتری ان لو ضاق الوقت عن الواجبات وجب اسقاطها والاقتصار علی الفرض لایقاعه فی الوقت واذا لامر هکذا فاذا جاز التیمم لخوف فوت الادنی کیف لایجوز للاعلی لاسیما وقد سقط فرض

الجنازة بصلاة غيره" ترجمہ: ثالثا: اگر آپ کی بات تسلیم کر لی جائے تو بھی یہ کہا جائے گا کہ وقت کا تحفظ فرض عین ہے اور جنازہ فرض کفایہ ہے اور نمازِ عید تو سرے سے فرض ہی نہیں (بلکہ واجب ہے) اور فرض اگرچہ مقصود بغیرہ ہو، اپنے نیچے والے سے خواہ وہ مقصود بالذات ہو زیادہ عظمت واہمیت رکھتا ہے۔ دیکھئے! اگر وقت اس قدر تنگ ہے کہ صرف فرائض ادا کر سکتا ہے واجبات کی گنجائش نہیں تو واجبات کو ساقط کر دینا اور فرض پر اکتفا کرنا لازم ہے تا کہ ادائیگی وقت کے اندر ہو جائے جب یہ معاملہ ہے تو جب فوتِ ادنیٰ کے اندیشہ سے تیمم جائز ہو تو اعلیٰ کی وجہ سے کیوں جائز نہ ہوگا جب کہ فرض جنازہ تو دوسرے کے پڑھ لینے سے ساقط ہو جاتا ہے۔

ورابعا: قدقلتم بالتيمم لخوف فوت السنن وما هن اصول انما شرعت مكملات للاصول وعلى التسليم فاين التحفظ على فريضة الوقت من التحفظ على سنة" ترجمہ: رابعا: آپ نے تو سنتیں فوت ہونے کے اندیشہ سے بھی تیمم جائز کہا ہے حالانکہ سنتیں اصل نہیں بلکہ یہ اصل کے متمم کی حیثیت سے مشروع ہوئی ہیں اور اگر یہی مان لیا جائے کہ سنتیں خود مقصود اور اصل ہیں تو بھی کہاں وقت میں لازم کئے گئے فرض کا تحفظ اور کہاں سنت کا تحفظ (دونوں میں بڑا فرق ہے)۔

"وخامسا: قد سلمتم ان الفائت لا الى خلف يجوز له التيمم ولا شك ان الطلب الالهى متهض على ايقاع الفريضة فى وقتها كانتهاضه على نفس ايقاعها وهذا لا خلف له وان كانت الصلاة لها خلف فهذا مقصود الدليل ولا يمسه الجواب" ترجمہ: خامسا: آپ کو یہ تسلیم ہے کہ اگر فوت ہونے والی چیز ایسی ہو کہ اس کا کوئی نائب وبدل نہیں تو اس کیلئے تیمم جائز ہے۔ اب اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا

کا مطالبہ نماز کو اس کے وقت کے اندر ادا کرنے کا بھی اسی طرح ہے جیسے خود نماز پڑھنے کا ہے اور وقت کے اندر ادا کرنا ایسا امر ہے جس کا کوئی بدل نہیں اگرچہ نفس نماز کا بدل ہے۔ دلیل پنجم کا مقصود یہی تھا جس سے جواب کو کوئی مس نہیں۔

چھٹی دلیل: دلیل ششم جیسا کہ میں کہتا ہوں، ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اجماع ہے کہ جب جسے بیرونِ شہر سردی سے خطرہ ہے وہ تیمم کرے جیسا کہ ہدایہ اور عامہ کتب میں ہے اور حلیہ، بدائع، بحر، تمر تاشی کے حوالہ سے پہلے ذکر بھی ہو چکا۔ یہ معلوم ہے کہ زیادہ تر صبح کو خوف ہوتا ہے جبکہ کسی سردی کی رات میں صبح کو جنابت کی حالت میں اُٹھے پھر سورج بلند ہونے کے بعد خوف نہیں رہ جاتا۔ مگر ائمہ نے اسے یہ حکم نہ دیا کہ آفتاب بلند ہونے تک نماز مؤخر کرے بلکہ اس کیلئے تیمم جائز قرار دیا جس سے معلوم ہوا کہ یہ تحفّظِ وقت ہی کیلئے ہے۔

ساتویں دلیل: "وسابعها: کما اقول اباحوه لخوف عدو ولص وسبع وحية ونار ومعلوم ان کثیرا من هذه لایلبث الاقلیلا فالنار تنطفی او تمر فی ساعة اوساعتین ولم یقولوا یصبر وان خرج الوقت" ترجمہ: دلیل ہفتم جیسا کہ میں کہتا ہوں، دشمن، چور، درندے، سانپ اور آگ کے خوف سے تیمم جائز قرار دیا گیا ہے جبکہ معلوم ہے کہ ان میں سے زیادہ تر وہ چیزیں ہیں جو تھوڑی ہی دیر رہتی ہیں۔ آگ بھی گھنٹے دو گھنٹے میں بجھ جاتی ہے یا گزر جاتی ہے۔ مگر یہ حکم نہ ہوا کہ انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے۔ "فان اجبت کما خطر ببالی ان التیمّم لیس لحفظ الوقت وانما هو لدفع الضرر والحرج حیث کان وفی البرد والنار وامثالها ضرر وفی بعده میلا حرج فتحقق المناط لانه اذا ادرك الوقت فاراد الصلاة لاینهی عنها ولاینظر الا

الی حالته الواهنة وهو فیها متضرر او متحرج بالوضوء او الغسل فابیح له التیمّم "ترجمہ: اگر اس کے جواب میں یہ کہا جائے جیسا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ تیمّم تحفظِ وقت کیلئے نہیں بلکہ ضرر وحرج دفع کرنے کیلئے ہے جہاں بھی ہو۔ ٹھنڈک اور آگ جیسی چیزوں میں ضرر ہے اور ایک میل دُور ہونے میں حرج ہے تو جو امر مدار جواز ہے وہ پالیا گیا اس لئے کہ جب نماز کا وقت آ گیا اور اس نے نماز پڑھنا چاہی تو اس سے اسے روکا نہ جائے گا اور اس کی موجودہ حالت ہی دیکھی جائے گی۔ اس حالت میں وضو یا غسل سے واقعۃً اس کیلئے ضرر یا حرج ہے تو تیمّم اس کیلئے جائز قرار دیا گیا۔

اقول: هل یختص الحرج والضرر بمایصیب بدنه وماله ام یعم مایستضر به فی دینه علی الاول لم ابحتم لخوف فوت جنازة وعید وعلی الثانی ان کان علیه ضرر فی دینه لفوت فرض کفایة مع انها قد اقیمت و واجب بل و سنة لا الی بدل اذ لا براء ة لعهدته عن هذه المطالبة الشرعیة الا بالتیمم فضرر اعظم واشد منه فی فوت الفریضة عن وقتها ولا براء ة لعهدته عن هذه المطالبة الشرعیة العظمی اعنی الاتیان بها فی وقتها الا بالتیمّم فیجب ان یباح "ترجمہ: **اقول**: (میں کہتا ہوں: کیا حرج یا ضرر اسی چیز سے خاص ہے جو اس کے بدن اور مال سے تعلق رکھتی ہو یا اسے بھی عام ہے جس سے اس کے دین میں نقصان وضرر ہو؟ پہلی صورت پر یہ کلام ہے کہ پھر آپ نے فوت جنازہ وعید کے اندیشہ سے تیمّم کیوں جائز کہا؟ اور دُوسری تقدیر پر یہ کہ اگر اس کے دین کا نقصان اِس میں ہے کہ ایک فرض کفایہ فوت ہو رہا ہے جبکہ دوسرے لوگوں سے اس کی ادائیگی عمل میں آ چکی اور اس میں کہ ایک واجب فوت ہو رہا ہے بلکہ صرف ایک سنّت بھی جس کا کوئی بدل نہیں۔ (اس لئے آپ نے

تیمم کو جائز کہا) کیوں کہ بغیر تیمم کے وہ اس شرعی مطالبہ سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا تو اس سے زیادہ عظیم اور اس سے زیادہ شدید نقصان تو اس میں ہے کہ ایک فرضِ عین اپنے وقت سے فوت ہو رہا ہے اور بغیر تیمّم کے اِس عظیم تر شرعی مطالبہ وقت کے اندر ادائیگی سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا تو لازم ہے کہ اس کیلئے بھی تیمّم جائز ہو۔

"ھذا ماعندی فاستنار بحمداللّٰہ تعالٰی ماجنح الیہ المحقق و اتباعہ من قوۃ دلیل زفر بل دلیل ائمتنا جمیعا فی الروایۃ الاخری و کیفما کان لاینزل من ان یؤخذ بہ تحفظا علی فریضۃ الوقت ثم یؤمر بالاعادۃ عملا بالروایۃ المشھورۃ فی المذھب لاجرم ان قال فی الغنیۃ بعد ایراد ماقدمنا عن شمس الائمۃ و حینئذ فالاحتیاط ان یصلی بالتیمم فی الوقت ثم یتوضؤ ویعید لیخرج عن العھدتین بیقین" ترجمہ: ھذا ما عندی (میرے علم وفکر کی رُو سے یہی ہے) اس تفصیل سے بحمد اللہ تعالیٰ وہ روشن ہوگیا جس کی طرف محقق علی الاطلاق اور ان کے متبعین کا رُجحان ہے کہ امام زفر کی دلیل بلکہ روایتِ دیگر کے لحاظ سے ہمارے سبھی ائمہ کی دلیل قوی ہے اور جیسا بھی ہو کم از کم اتنا ضرور ہے کہ فریضہ وقت کے تحفظ کیلئے اس قول کو لیا جائے پھر اعادہ کا حکم دیا جائے تاکہ مذہب کی روایتِ مشہورہ پر بھی عمل ہو جائے شمس الائمہ کے حوالہ سے جو ہم نے پہلے بیان کیا اسے ذکر کرنے کے بعد غنیّہ میں لکھا ہے: اس کے پیشِ نظر احتیاط یہی ہے کہ وقت کے اندر تیمم سے نماز پڑھ لے، پھر وضو کر کے اعادہ کرے تاکہ دونوں ذمہ داریوں سے یقینی طور پر سبکدوش ہو جائے۔

"وقد نقل کلامہ ھذا فی الدر واقرہ ھو والسادۃ الاربعۃ محشوہ ح ط ش وابو السعود وقال الشامی ھذا قول متوسط بین القولین وفیہ الخروج عن

العهدة بيقين فلذا اقره الشارح فينبغي العمل به احتياطا ولا سيما و كلام ابن الهمام يميل الى ترجيح قول زفر بل قد علمت انه رواية عن مشائخنا الثلثة رضي اللّٰه تعالٰى عنهم ونظير هذا مسألة الضيف الذي خاف ريبة فانهم قالوا يصلي ثم يعيد" ترجمہ: ان کا یہ کلام درمختار میں نقل کر کے برقرار رکھا اور دُرمختار کے چاروں محشی سید حلبی، سید طحطاوی، سید شامی اور سید ابوالسعود نے بھی برقرار رکھا اور علامہ شامی نے فرمایا: یہ دونوں قولوں کے مابین ایک درمیانی قول ہے، اور اس میں یقینی طور پر ذمہ داری سے سبکدوشی ہے۔ اسی لئے شارح نے اسے برقرار رکھا تو احتیاطاً اسی پر عمل ہونا چاہیے خصوصاً جبکہ امام ابن ہمام کا کلام امام زفر (رضي اللّٰه تعالٰى عنه) کے قول کی ترجیح کی جانب مائل نظر آتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہو چکا کہ یہ تو ہمارے تینوں مشائخ سے ایک روایت ہے (رضي اللّٰه تعالٰى عنهم) اس کی نظیر اس مہمان کا مسئلہ ہے جسے تہمت کا اندیشہ ہو۔ اس کے بارے میں فقہاء نے فرمایا ہے کہ نماز پڑھ لے پھر اعادہ کرے" وانما اطنبنا الكلام ههنا لما رأينا بعض العلماء تعجب منه حين افتيت به في مجلس جمعنا وباللّٰه التوفيق والوصول الى ذرى التحقيق والحمدللّٰه رب العٰلمين وصلى اللّٰه تعالٰى وسلم على سيدنا ومولٰنا محمد واله وصحبه اجمعين امين" ترجمہ: اس مقام پر ہم نے تفصیلی بحث اس لئے کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ جب ایک محفل میں اس پر میں نے فتوی دیا تو ایک عالم کو بڑا تعجب ہوا اور خدا ہی کی جانب سے توفیق، اور بلندی تحقیق تک رسائی ہوتی ہے اور ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے جو سارے جہانوں کا رب ہے اور اللہ تعالیٰ درود وسلام نازل فرمائے ہمارے آقا و مولیٰ محمد اور ان کی آل واصحاب سب پر۔ آمین۔ رسالہ ضمیمہ "الظفر لقول زفر" تمام ہوا۔

مسئلہ نمبر 20

محل ضرورت میں زبل دواب کو پاک مانا جائے جو کہ امام زفر کا ہے۔وسیلۃ الز فر میں ہے "طھارۃ زبل الدواب علی قول زفر یفتی بھا فی محل الضرورۃ کمجری میاہ دمشق الشام" ترجمہ: چوپاؤں کے لید پاخانوں سے متعلق محل ضرورت میں امام زفر کے قول پر فتوی ہے جس طرح دمشق کے چلتے پانی سے متعلق امام زفر کے قول پر فتوی دیا جاتا ہے۔ (وسیلۃ الزفر،صفحہ 119،دارخضر،احیاء التراث الاسلامی،بیروت)

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بیس مفتی بہ مسائل مکمل ہوئے

ان سب کو تحریر کرنے کے بعد علامہ شامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) لکھتے ہیں "فصارت جملۃ المسائل عشرین مسألۃ بعد إسقاط الثلاثۃ المارۃ" ترجمہ: پس امام زفر کے راجح قول کے مطابق مفتی بہ بیس مسائل پورے ہوئے اور تین ایسے ہیں جو مرجوح قول کے مطابق مفتی بہ ہیں۔

(وسیلۃ الزفر،صفحہ 120،دارخضر،سلسلہ احیاء التراث الاسلامی،بیروت)

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مفتی بہ مسائل بصورت نظم

علامہ شامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مفتی بہ بیس مسائل کو نظم کی صورت میں ترتیب دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں "وقد نظمتھا کذلک بقولی: ترجمہ: میں نے اس کو نظم کی صورت میں ترتیب دیا ہے۔

بحمد إلہ العالمین مبسملا ... أتوج نظمی والصلاۃ علی العلا

وبعد فلا یفتی بما قالہ زفر ... سوی صور عشرین تقسیمھا انجلی

جلوس مریض مثل حال تشھد ... کذا من یصلی قاعدا متنفلا

وتقدير إنفاق لمن غاب زوجها ...بلا ترك مال منه ترجو تخولا

يرابح شارى ما تعيب عنده ...إذا قال إنى ابتعته سالم الحلى

وليس يلى قبضا وكيل خصومة ...ويضمن ساع بالبرىء تقولا

وتسليم مكفول بمجلس حاكم ...تحتم أن يشرط على من تكفلا

ويبقى خيار عند رؤية مشتر ...لثوب بلا نشر لمطويه جلا

كذا رؤية للبيت من صحن داره ...إذا لم يكن من داخل قد تأملا

قضاه جيادا عن زيوف أدائها ...فلا جبر إن لم يرض أن يتقبلا

مبادر إشهاد على أخذ شفعة ...بتأخيره شهرا لذلك أبطلا

نوى لقطة فى حال حبس لأخذ ما ...صرفت عليها مسقط ذا مكملا

وزد ضرب حساب أراد مطلق ...يصح بترجيح الكمال تعدلا

ورجح أيضا عقد تدبير عبده ...بترديده بالقتل والموت فانقلا

وأيضا نكاحا فيه توقيت مدة ...يصح وذا التوقيت يجعل مرسلا

ووقف دنانير أجز ودراهم ... كما قاله الأنصارى دام مبجلا

وواطىء من قد ظنها زوجة إذا ...أتته بليل حده صار مهملا

ويحنث فى والله لست معير ذا ...لزيد إذا أعطى لمن جاء مرسلا

لمن خاف فوت الوقت ساغ تيمم ...ولكن ليحتط بالإعادة غاسلا

طهارة زبل فى محل ضرورة ... كمجرى مياه الشام صينت من البلا

فهاك عروسا بالجمال تسربلت ...وجاءت عقود الدر فى جيدها حلى

وصلى على ختم النبيين ربنا ...وآل وأصحاب ومن بالتقى علا

(ردالمحتار، باب النفقۃ، مطلب: فی فرض النفقۃ، جلد3، صفحہ 9-607، بیروت)

امام زفر کے مرجوح قول کے مطابق مفتی بہ مسائل

مسئلہ نمبر 21

آئمہ ثلاثہ احناف (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے نص مذہبی یہ ہے کہ دعویٰ عقار میں حدود کو بیان کرنا ضروری ہے مگر اس میں حدود اربعہ کی قید ضروری نہیں، بلکہ حدود ثلاثہ کو بیان کرنا کافی ہے اور اگر چوتھی حد بیان کرنے میں غلطی کی تو دعویٰ عقار بالا جماع صحیح نہ ہوگا۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ حدود والوں کا نام مع نسب اور ان کے دادا کا نام ذکر کرنا بھی ضروری ہے اور یہ اس وقت ہے کہ جب وہ شخص خود مشہور و معروف نہ ہو اور اس پر گواہی دینے کے معاملے میں بھی حدود کا بیان ضروری ہے اگرچہ عقار مشہور ہی کیوں نہ ہو برخلاف صاحبین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے، ہاں البتہ اگر گواہ اس غیر منقولی چیز کو اچھی طرح جانتے ہوں تو اصح مذہب کے مطابق اب ذکر حدود کی بھی حاجت نہیں۔

(وسیلۃ الزفر، صفحہ 101، دار خضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مذہب

دعویٰ عقار میں حدود اربعہ کا بیان کرنا ضروری ہے۔ یعنی جب کوئی دوسرے پر غیر منقولی چیز کا دعویٰ کرے تو امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نزدیک صحت دعویٰ کے لئے حدود اربعہ کو بیان کرنا ضروری ہے۔ علامہ شامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) لکھتے ہیں "لا بدفی دعوی العقار من بیان حدودہ الاربع ای اذا ادعی انسان علی آخر عقارا فلا بدفی صحۃ دعواہ من ان یبین حدودہ الاربع عند زفر رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ھو المفتی بہ علی القول المرجوح ونص المذھب علی قول آئمتنا الثلاثۃ رحمھم اللہ تعالیٰ

انہ یشترط التحدیدفی دعوی العقار الاانہ لایشرط ذکر الحدود الاربع بل یکتفی بذکر ثلاثۃ منھا۔ ولو ذکر الرابع وغلط فیہ لایصح اجماعا ولابد ایضا اجماعا من ذکر اسماء اصحاب الحدود واسماء انسابھم ولابد من ذکر الجد لکل منھم ان لم یکن الرجل مشھورا ویشرط التحدید فی الشھادۃ علیہ ولو العقار مشھورا خلافا لھما الااذا عرف الشھود الدار أو العقار بعینہ فلا یحتاج الی ذکر الحدود علی الاصح ولابد من ذکر المدعی للعقار انہ فی ید المدعی علیہ واثبات ذالک بالبرھان فلا تثبت یدہ فی العقار بتصادقھما بل لابد من بینۃ أو علم قاض اذا کان المدعی ادعی العقار ملکا مطلقا اما اذا کان ما ادعاہ غصبا أو شراء من ذی الید فلا یفتقر ذلک لبینۃ" ترجمہ: زمین یا پلاٹ وغیرہ کے دعویٰ میں اس کی حدود اربعہ کو بیان کرنا ضروری ہے۔ یعنی جب کوئی دوسرے پر عقار کا دعویٰ کرے تو امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نزدیک اس کے دعویٰ کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کی حدود اربعہ کو بیان کرے۔ مرجوح قول کے مطابق یہی مفتی بہ ہے اور ہمارے آئمہ ثلاثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے جو نص مذہبی ہے وہ یہ ہے کہ حدود کو بیان کرنا ضروری ہے مگر چاروں بیان کرنا ضروری نہیں بلکہ اگر تین بھی ذکر کر دیں تو کافی ہو گا اور اگر اس نے چھوتھی حد بیان کی مگر غلط بیان کی تو بلا جماع درست نہ ہوگا۔ نیز اصحاب حدود کے نام، نسب اور ان کے باپ دادا کا نام بیان کرنا بھی ضروری ہے۔ باپ دادا کا نام اس وقت بیان کرنا ضروری ہوگا کہ جب خود یہ شخص مشہور و معروف نہ ہو۔ گواہی دیتے ہوئے بھی اس کی حد بندی لازم ہوگی اگر چہ عقار مشہور ہو بخلاف ان دونوں کے۔ ہاں اگر گواہ گھر یا پلاٹ وغیرہ کو اچھی طرح جانتے ہیں، یعنی وہ اس سے اچھی طرف واقف ہیں تو

پھر گواہی میں حدود کا بیان صحیح مذہب کے مطابق لازمی نہیں۔ مدعی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ دعویٰ میں یہ بھی کہے کہ میری زمین مدعیٰ علیہ (فلان) کے قبضے میں ہے اور پھر اس قبضے کو گواہوں سے ثابت کرے، صرف ایک دوسرے کی تصدیق کرنے سے زمین پر قبضہ ثابت نہیں ہوگا، بلکہ یا تو گواہوں سے قبضہ ثابت کرنا ضروری ہے یا پھر خود قاضی کو اس بات کا علم ہونا ضروری ہے اور یہ سب اس وقت ہے کہ جب مدعی اس زمین میں ملکیت مطلقہ کا دعویٰ کرے اگر وہ غصب کا دعویٰ کرتا ہے یا کہتا ہے کہ میں نے اس زمین کو مالک سے خریدا تھا تو پھر اسے (مدعیٰ علیہ کا قبضہ ثابت کرنے کیلئے) گواہوں کی حاجت نہ پڑے گی۔

(وسیلۃ الزفر، صفحہ 3-102، دار خضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

مسئلہ نمبر 22

نص مذہبی یہ ہے کہ اندھے کی گواہی مطلقاً قبول نہ کی جائے۔

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مذہب

جن معاملات میں بات کو سن کو فیصلہ کیا جاتا ہے، ان میں اندھے کی گواہی قبول کی جائے گی۔ یعنی جس میں آنکھوں دیکھا حال بیان کرنا ضروری نہ ہو۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں "قبول شهادة الاعمى فيما يجزىء فيه التسامع اى تقبل شهادة الاعمى فى الاشياء التى تقبل فيها الشهادة بالسماع ولا يشترط فيها المعاينة عند زفر رحمه الله تعالىٰ وهو رواية عن الامام رحمه الله تعالىٰ وهو المفتى به على القول المرجوح ونص المذهب على قول الامام على الرواية الثانية وقول محمد انه لا تقبل شهادة الاعمى مطلقا" ترجمہ: اندھے کی گواہی جس معاملہ میں بات سن کر فیصلہ کیا جاتا ہے قبول ہے۔ یعنی جس معاملے میں سماع کو بنیاد بنا کر شہادت قبول کی جاتی ہو، گواہ

جس کی گواہی دے رہا ہے اس کی گواہی کے لئے آنکھوں سے دیکھنا ضروری نہ ہو تو اس میں اندھے کی گواہی مقبول ہے۔ یہ امام زفر کا فتوی ہے اور امام اعظم کی بھی اس سے متعلق ایک روایت ہے۔ مرجوح قول کے مطابق یہ مفتی بہ ہے جبکہ نص مذہبی جو امام اعظم کی دوسری روایت ہے اور جو امام محمد کا قول ہے وہ یہ ہے کہ اندھے کی گواہی مطلقا قابل قبول نہیں۔

(وسیلة الزفر، صفحه 103، دار خضر، سلسله احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

مسئلہ نمبر 23

نص مذہبی یہ ہے کہ تہائی مال ہلاک ہونے کی صورت میں باقی جو بچے گا وہ تمام وکمال موصی لہ کو دیا جائے گا اور راجح مذہب کے مطابق یہی مفتی بہ قول ہے۔

(وسیلة الزفر، صفحه 105، دار خضر، سلسله احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مذہب

اگر کسی شخص نے اپنی نقد مال کی یا اپنے نقدی کے علاوہ کسی دوسرے مال میں سے تہائی کی وصیت کی۔ لیکن تہائی مال ضائع ہو گیا تو اب دونوں قسم کے مالوں میں سے جو ثلث باقی بچا ہے اس کا بھی ثلث یعنی تہائی موصی لہ کو ملے گا، وہ سارا ثلث موصی لہ کو نہیں ملے گا۔ یہ امام زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نزدیک ہے۔ مرجوح قول کے مطابق یہ مفتی بہ ہے جیسا کہ علامہ شامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) لکھتے ہیں "لو اوصی شخص بثلث نقدہ أو غنمہ لآخر فضاع الثلثان فللموصی لہ ثلث الباقی منہما لا کلہ عند زفر رحمہ اللہ تعالیٰ وھو المفتی بہ علی القول المرجوح ونص المذھب علی قول اصحابنا الثلاثۃ رحمھم اللہ تعالیٰ رحمۃ عامۃ ان لہ الباقی کلہ منہما وھو المفتی بہ علی القول الراجح۔"

(وسیلۃ الزفر، صفحہ 105، دار خضر، سلسلہ احیاء التراث الاسلامی، بیروت)

حرف آخر

اللہ عزوجل کے کرم سے یہ کتاب 30 ربیع الآخر 1434 بمطابق 12 مارچ 2013 کو مکمل ہوئی۔ اللہ عزوجل اسے قبول خاص و عام فرمائے، اور ہمیں اپنے بزرگوں کی سیرت پڑھ کر ان کے مشن کو مزید جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان کی سیرت سے تربیت لے کر دوسروں کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔

اعتذار

اپنی طرف سے مکمل کوشش کی کہ کتاب میں کوئی غلطی نہ آئے بالخصوص شرعی حوالے سے، ترجمہ و پروف ریڈنگ وغیرہ پر بھی بھرپور توجہ دی گئی۔ اس کے باوجود عین ممکن کہ کہیں ہماری خطائیں قارئین حضرات پر آشکار ہوں، اس لئے گزارش ہے کہ کوئی غلطی پائیں تو مصنف کے اس نمبر پر ڈائریکٹ رابطہ فرمائیں، تاکہ آئندہ آپ کے تعاون سے اس غلطی کی تصحیح ممکن ہو سکے۔ 0334-3298312

المصادر و المراجع

(1) المنجد، خزینہ علم وادب، الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
(2) طبقات کبری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
(3) اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، عالم الکتب، بیروت
(4) سیر أعلام النبلاء، دار الحدیث القاہرۃ
(5) الوافی بالوفیات، دار إحیاء التراث، بیروت
(6) وفیات الاعیان، بیروت
(7) تاریخ جرجان، عالم الکتب - بیروت
(8) لحات النظر، المکتبۃ الازھریۃ، للتراث، بیروت
(9) تہذیب الاسماء، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
(10) الثقات لابن حبان
(11) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، بیروت
(12) المغنی فی الضعفاء
(13) طبقات المحدثین، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت
(14) الاشتقاق
(15) جواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، میر محمد کتب خانہ، کراتشی
(16) الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
(17) سیرت رسول عربی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، ضیاء القرآن، لاہور
(18) وسیلۃ الظفر، دار خضر، بیروت

(19) تاریخ بغداد، دار الغرب الاسلامی، بیروت

(20) منازل الأئمة الأربعة، مكتبة الملك فهد الوطنية

(21) مناقب الامام ابی حنیفۃ، احیاء المعارف النعمانیۃ، حیدرآباد الدکن بالہند

(22) معرفۃ علوم الحدیث، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(23) مناقب الامام لکردری، مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ

(24) المنتخب، بیروت، لبنان

(25) الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ، دار الکتب العلمیۃ

(26) اصول الدین عند الامام، دار الصمیعی، السعودیۃ

(27) رسم المفتی، مکتبہ دار العلوم، کراچی، پاکستان

(28) فتاوی رضویہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور

(29) الاعلام لزرکلی، دار العلم للملایین

(30) الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیۃ

(31) البحر الرائق، دار الکتاب الاسلامی

(32) درر شرح غرر

(33) رد المحتار

(34) سبع مسائل فی علم الخلاف، الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ

(35) الاشتقاق، قبائل بنی تمیم، دار الجبل، بیروت، لبنان

(36) لسان المیزان، بیروت، لبنان

(37) تاریخ التشریع الاسلامی، مکتبہ وہبہ

(38) مغانی الاخیار فی شرح اسامی رجال، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(39) الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیۃ

(40) وفیات الاعیان، دار صادر بیروت

(41) مشاہیر علماء الامصار، دار الوفاء للطباعۃ والنشر والتوزیع۔ المنصورۃ

(42) طریق الہدایہ

(43) تحریم النظر فی کتب الکلام، عالم الکتب، السعودیۃ، الریاض

(44) لسان العرب، دار صادر، بیروت

(45) التفسیر القرآنی، دار الفکر العربی، بیروت

(46) التفسیر والمفسرون، مکتبہ وہبہ، قاہرۃ

(47) حاشیہ تاویل مختلف الحدیث، المکتب الاسلامی، موسسۃ الاشراق

(48) تاریخ التشریع الاسلامی، مکتبۃ وہبۃ، لطبعۃ: الخامسۃ

(49) الفقیہ والمتفقہ، دار ابن الجوزی۔ السعودیۃ، الطبعۃ: الثانیۃ، 1421ھ

(50) معجم لغۃ الفقہاء، دار النفائس للطباعۃ والنشر والتوزیع

(51) النہایہ، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت

(52) الکلیات، موسسۃ الرسالۃ، بیروت

(53) شرح بخاری لابن بطال، الریاض

(54) عمدۃ القاری، دار المعرفۃ، بیروت

(55) الفصول فی الاصول، الکویتیۃ

(56) المبسوط للسرخسی، دار المعرفۃ، بیروت

(57)اصول السرخسی، جلدار المعرفۃ، بیروت

(58)العدۃ فی اُصول الفقہ

(59)بہار شریعت، مکتبۃ المدینۃ، کراچی

(60)فتح الباری لابن حجر، دار المعرفۃ، بیروت

(61)میزان الاعتدال، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان

(62)فتح الباری لابن رجب، مکتبۃ الغرباء الاثریۃ - المدینۃ النبویۃ

(63)تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری، مکۃ المکرمۃ

(64)ابن أبی حاتم، دار احیاء التراث العربی، بیروت

(65)کتاب الثقات، دائرۃ المعارف العثمانیۃ بحیدر آباد الدکن الہند

(66)الرسالۃ المتصلۃ بالضعفاء والمتروکین للنسائی

(67)موسوعہ اقوال ابی الحسن

(68)القضاء والقدر للبیہقی، الریاض

(69)مسند ابی حنیفہ روایت ابی نعیم، مکتبۃ الکوثر، الریاض

(70)رؤیۃ اللہ للدارقطنی، مکتبۃ المنار، الزرقاء - الاردن

(71)علل دارقطنی، دار طیبہ، الریاض

(72)معجم اوسط، من اسمہ محمد، دار الحرمین، القاہرۃ

(73)معجم صغیر لطبرانی، المکتب الاسلامی، بیروت، عمان

(74)معجم کبیر لطبرانی، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرۃ

(75)مجالس من أمالی أبی عبداللہ بن مندہ،

(76) معجم کبیر للطبرانی، مکتبۃ ابن تیمیۃ -القاہرۃ

(77) تلخیص المتشابہ فی الرسم، طلاس للدراسات والترجمۃ والنشر، دمشق

(78) تاریخ اصبہان، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

(79) تاریخ بغداد، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

(80) سنن دارقطنی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت -لبنان

(81) الطب النبوی، لابی نعیم اصفہانی، دار ابن حزم

(82) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، مطبوعہ مصر

(83) البنایہ شرح ہدایہ

(84) مسالک الابصار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وہابی مولوی احسان الٰہی ظہیر کی کتاب ''البریلویہ'' کا

علمی مُحاسبہ

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

وہابی مولوی احسان الٰہی ظہیر کا ''البریلویۃ'' میں امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اور عقائدِ اہل سنت پر لگائے الزامات کا تفصیلی جواب

شرک و بدعت، علم غیب، نور و بشر، حاضر و ناظر، اختیارات و تصرفات، ختم و نیاز عید میلاد النبی وغیرہ کے متعلق اہل سنت کے دلائل اور وہابیوں کے اعتراضات کے جوابات، وہابی مولویوں کی گستاخانہ عبارات، انگریزوں کے چندوں پر کون پلتے تھے بریلوی یا وہابی؟ تحریک پاکستان کی حمایت اور مخالفت کس کس فرقے نے کی؟

ابو احمد محمد انس رضا عطاری
تخصص فی الفقہ الاسلامی، الشھادۃ العالمیہ
ایم۔ اے اسلامیات، ایم۔ اے پنجابی، ایم۔ اے اردو

مکتبہ فیضان شریعت، لاہور

عنقریب مکتبہ فیضان شریعت سے منظر عام پر آنے والی دیگر کتب

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
1	البریلویہ کا علمی محاسبہ	محقق مولانا محمد انس رضا
2	حجیت فقہ	محقق مولانا محمد انس رضا
3	سوہا بازار (جیولری کا کاروبار)	محمد اظہر عطاری
4	قرض کے احکام	محمد اظہر عطاری
5	مسجد انتظامیہ کیسی ہونی چاہیے؟	محمد اظہر عطاری
6	امام مسجد کیسا ہونا چاہیے؟	محمد اظہر عطاری

0334-3298312